خطبات

آل انڈیا سنی کانفرنس

۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۶ء

مرتبہ
محمد جلال الدین قادری

مکتبہ رضویہ گجرات

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

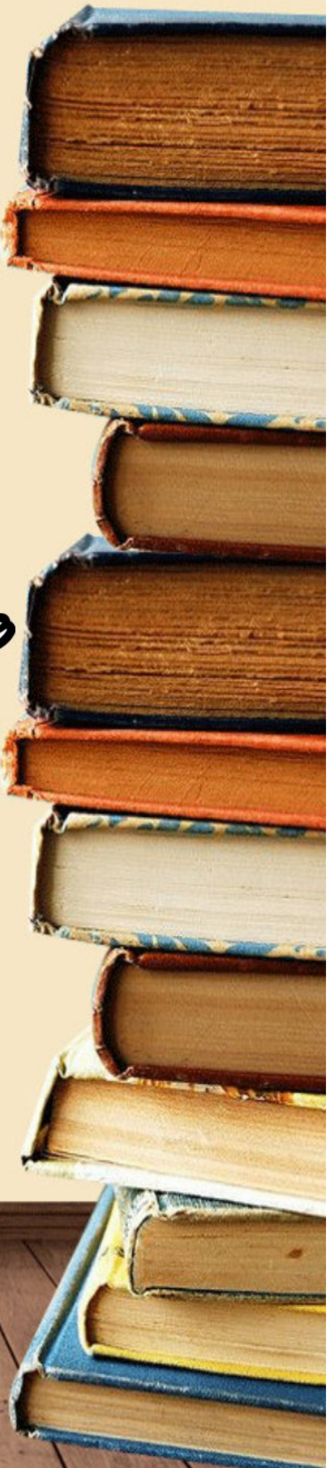

میثم قادری

خُطبات

آل اِنڈیا سُنّی کانفرنس

۱۹۲۵ء ـــ تا ـــ ۱۹۴۷ء

دو قومی نظریہ اور تحریکِ پاکِستان میں عُلمائے
اہلِ سُنّت کے اِجتماعی کردار کی تاریخی دستاویز،

محمّد جلال الدّین قادری

مکتبہ رضویّہ ○ گجرات

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب ـــــ خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس
مرتب ـــــ محمد جلال الدین قادری
کتابت ـــــ سعید احمد
پروسس ـــــ حافظ پروسس، چوک انارکلی، لاہور
صفحات ـــــ ۳۴۸
طباعت بار اوّل ـــــ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ، ستمبر ۱۹۷۸ء
تعداد ـــــ ایک ہزار
ناشر ـــــ مکتبۂ رضویہ، گجرات
مطبع ـــــ پرنٹکس، دربار مارکیٹ، لاہور
قیمت ـــــ ۲۱ روپے

ملنے کا پتا

۱ مکتبۂ رضویہ، ریلوے روڈ، گجرات
۲ شرکت حنفیہ (لمیٹڈ) گنج بخش روڈ - لاہور
۳ رضا پبلی کیشنز، مین بازار داتا صاحب - لاہور
۴ علیم پبلی کیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۱۹۹۶، لاہور

فہرست

۱ انتساب ۹
۲ دبدبۂ سکندری (عکس سرورق) ۱۰
۳ عرضِ مرتب ۱۱
۴ پاکستان اور سُنّی علماء و مشائخ ۱۵
۵ آل انڈیا سُنّی کانفرنس ـــــ پس منظر اور مقاصد ۴۷
۶ کچھ خطبات کے بارے میں ۱۱۸
۷ (تعارف) الخطبۃ الاشرفیہ ۱۲۲
۸ الخطبۃ الاشرفیہ ـــــ حضرت سیّد شاہ علی حسین اشرفی ۱۲۵
۹ (تعارف) خطبۂ صدارت ـــــ حجۃ الاسلام ۱۳۷
۱۰ خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ ـــــ مولانا محمد حامد رضا خاں قادری ۱۳۹
۱۱ (تعارف) خطبۂ صدارت، مراد آباد ۱۹۲
۱۲ خطبۂ صدارت سُنّی کانفرنس مراد آباد ـــــ امیر ملّت سیّد جماعت علی شاہ ۱۹۵
۱۳ ہمارا ہی لقب ہے، دو جہاں میں اہلِ سُنّت کا (نظم) فاضل کچھوچھوی ۲۲۸
۱۴ علامہ اقبال کی تجویز تقسیم ہند اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس ۲۳۱
۱۵ (تعارف) خطبۂ صدارت، بدایوں ۲۳۵
۱۶ خطبۂ صدارت سُنّی کانفرنس، بدایوں ـــــ امیر ملّت سیّد جماعت علی شاہ ۲۳۷
۱۷ (تعارف) خطبۂ صدارت ـــــ سیّد مودودی، پھپھوندی ۲۴۳
۱۸ خطبۂ صدارت ـــــ سیّد مصباح الحسن مودودی ۲۴۵
۱۹ (تعارف) خطبۂ صدارت ـــــ بنارس ۲۵۲
۲۰ خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ (بنارس) سیّد محمد محدث کچھوچھوی ۲۵۵
۲۱ مکتوب محدث کچھوچھوی بنام حضرت پیر مانکی شریف ۲۹۱
۲۲ تاثرات دل نشیں (نظم) مولانا ضیاء القادری بدایونی ۲۹۲

۲۳ ترانۂ پاکستان ۲۹۵
۲۴ (تعارف) الخطبۃ الاشرفیہ ــــــ اجمیر شریف ۲۹۶
۲۵ الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ (اجمیر شریف) سید محمد محدث کچھوچھوی ۲۹۹
۲۶ وزیرستان سے قائداعظم کے نام ایک خط ۳۰۷
۲۷ اجلاس بمبئی (تقریر: مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری) ۳۰۸
۲۸ عرس اعلیٰحضرت بریلوی اور تائید تحریک پاکستان (مولانا امجد علی، مولانا نعیم الدین ۳۰۹
۲۹ مطالبۂ پاکستان ــــــ آل انڈیا سنی کانفرنس کا تاریخی فیصلہ ۳۱۲
۳۰ سنی کانفرنس، پھپھوند (تقاریر: مولانا نعیم الدین، مولانا عبدالحامد) ۳۱۳
۳۱ اجلاس انجمن نعمانیہ ہند، لاہور میں مولانا بدایونی کی تقریر ۳۱۵
۳۲ سُنّی کانفرنس، شاہجہانپور (تقریر: مولانا محمد دانش علی فریدی) ۳۱۶
۳۳ اجلاس سُنّی کانفرنس، پھپھوند (تقریر: مولانا عبدالحامد بدایونی) ۳۲۱
۳۴ سُنّی کانفرنس، کراچی (تقریر: مولانا عبدالحامد بدایونی) ۳۲۳
۳۵ " " (تقریر: علامہ عبدالعلیم صدیقی) ۳۲۶
۳۶ سید محمد، محدث کچھوچھوی کی تقریر ۳۲۹
۳۷ مسلم لیگ کی عملی حمایت ۳۳۴
۳۸ انتخابی معرکہ میں کانگریس کی شکست فاش ۳۳۵
۳۹ مولانا بدایونی کے دورۂ حجاز پر قائداعظم کی مبارک باد ۳۳۶
۴۰ علمائے اہل سنت کا پیام ــــــ مسلمانوں کے نام ۳۳۷
۴۱ تاریخی فتوی (مطبوعہ عکس) ۳۳۸
۴۲ آل انڈیا سُنّی کانفرنس ــــــ نذر بحضرت صدرالافاضل (نظم) ۳۳۹
۴۳ نوائے جمہوریت یا سُنّی کانفرنس کا ترانہ از مظہر جبلپوری ۳۴۰
۴۴ دبدبۂ سکندری کے ایک شمارہ کے سرورق کا عکس ۳۴۱
۴۵ قطعہ تاریخ پاکستان ــــــ پروفیسر حامد حسن قادری ۳۴۲
۴۶ قطعۂ تاریخ طباعت ــــــ سید شرافت نوشاہی ۳۴۳
۴۷ " " ابوالطاہر فدا حسین فداؔ ۳۴۴
۴۸ ماخذ و مراجع ۳۴۵

انتساب

غیر منقسم ہندوستان میں ہندو اکثریت کے صوبوں کے اُن کروڑوں فرزندان توحید کے نام ــــ جنھوں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ پاکستان کی آزاد ہواؤں میں وہ ایک سانس بھی نہ لے سکیں گے، محض اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا، اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے آزاد وطن کے حصول کے لیے برہمنی سامراج کی غلامی کی زنجیر میں پہننا قبول کیں۔

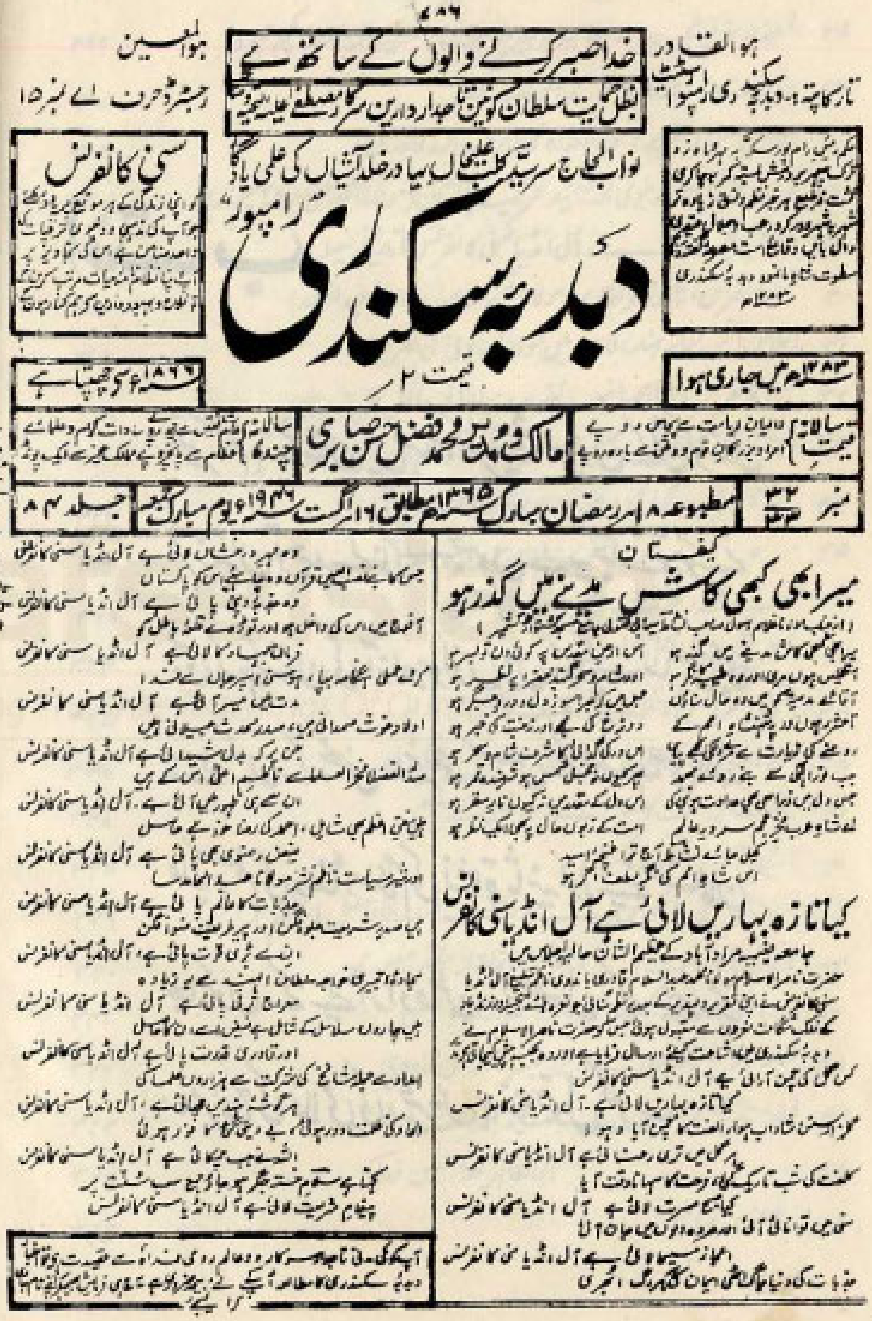

۴۸۶

ہوالمعین
رجسٹرڈ حرف ایل نمبر ۱۵

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
بطفیل حمایت سلطان کونین تاجدار دارین سرکار مصطفےٰ علیہ التحیۃ

تار کا پتہ: دبدبۂ سکندری رامپور اسٹیٹ

نواب الحاج سر سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری

"رامپور"

قیمت ۲ ؍

سنی کانفرنس

۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

نمبر ۳۲ | مطبوعہ ۸ ؍ رمضان مبارک سنہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۶ ؍ اگست سنہ ۱۹۴۶ء یوم مبارک جمعہ | جلد ۸۲

کیفستان

میرا بھی کبھی کاش مدینے میں گذر ہو

کیا تازہ بہاریں لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

پاکستان کے تخیل اور اس کے قیام کی جدوجہد کے پیچھے مسلمان قائدین، مفکرین اور مجاہدین کی صدیوں پر محیط کاوشیں اور قربانیاں شامل تھیں۔ عظمت رفتہ کی یاد، قوم کے مستقبل کو سنوارنے اور مسلمانوں کے قومی تشخص کو بحال کرنے کا جذبہ ان کے سینوں میں موجزن رہا۔ عامۃ الناس کی طرف سے اپنی درخشندہ روایات سے روگردانی علماء و مشائخ کا سوزِ جگر بن گئی۔ مسلمانوں کی تاریخ، روایات، نظریات، جذبات اور احساسات دب کر رہ گئے۔ قوم کی بے حسی نے اکابر کو تڑپا دیا۔

برصغیر کی تاریخ میں قدم قدم پر منافقانہ ذہنیت اپنا کام کرتی نظر آتی ہے، مسلمانوں کی سماجی، معاشی اور سیاسی حق تلفی ایک روایت بن گئی۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں وسائل سے محروم مسلمانوں کے لئے زندگی ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گئی۔ سوراج اور اتحاد کے روپ میں مسلمانوں سے مذہبی شعار چھڑائے گئے۔ ان ہی حالات میں قومی جدوجہد کی شمع روشن کرنے والوں میں علماء و صوفیاء پیش پیش رہے۔ غیر ملکی اقتدار سے نجات حاصل کرنے میں شجاعت و عزیمت کا مینار یہی گروہ رہا۔ وطن دشمن غداروں کے بہروپ کو اتارنے کا تلخ فریضہ انہوں نے ہی ادا کیا۔

ان پیکرانِ عزم و استقلال کی داستان جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ ان کا جذبہ وقتی نہ تھا۔ ترک موالات، ہجرت، عدم تعاون وغیرہ تحریکات میں مسلمانوں نے کھویا زیادہ اور پایا کم۔ ان جذباتی تحریکات کا فائدہ متعصب ہندو کو پہنچا۔ ویسے یہ تحریکات جس کر و فر سے شروع ہوئیں، اسی رفتار سے ابدی نیند سو گئیں۔ نورِ فراست رکھنے والے اکابر ہمیشہ ان وقتی اور جذباتی تحریکوں میں غلطیوں کی نشان دہی کرتے رہے۔ ان کے عزائم اور مقاصد کسی وقتی مصلحت کے تابع نہ ہوئے۔ رشد و ہدایت کے یہ مینار ہمیشہ روشنی دیتے رہے۔ نبی کے یہ

دیوانے ایسے فرزانے ثابت ہوئے کہ تاریخ نے ان کی عظمت کا لوہا مانا۔

ایک خاص ذہن کے حامل ——— آزادی کی کہانی لکھنے والوں نے نہ جانے کس مصلحت کے تحت ہمیشہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کے کردار کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ تعصب و عناد کی رَو میں بہہ کر انصاف کا دامن چھوڑنے والوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا یہ عمل بھی تاریخ محفوظ کر رہی ہے۔

مسلمانانِ برصغیر کی سیاسی راہنمائی کیلئے مسلم لیگ کا وجود ایک نعمت کا درجہ رکھتا تھا لیکن مسلمان کی زندگی میں سے مذہب اور سیاست کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے مختلف مذہبی، تعلیمی، اصلاحی اور سیاسی تنظیمیں قائم ہوئیں وہر ایک کا جُدا جُدا مزاج تھا اور کام بھی جدا جدا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلمانوں کی ایک ایسی تنظیم ہو، جو مسلمانوں کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں راہنمائی کر سکے، اس کے پاس ہر مشکل کا حل ہو، مساجد کے محراب و منبر ہوں یا سیاست کا پُرخطر راستہ، تبلیغ کا وسیع میدان ہو یا تنظیم کی دشوار گزار منزل، غرضیکہ اس کے دائرہ کار سے زندگی کا کوئی گوشہ خارج نہ ہو۔ ان ہی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اکابر اہلِ سُنّت نے ۱۹۲۵ء میں ایک تنظیم قائم کی، جو ان کے خلوص اور استقلال سے ایک ملک گیر تنظیم کی صورت اختیار کر گئی۔ اس عظیم جماعت کا نام "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" رکھا گیا، اسے "جمہوریہ عالیہ اسلامیہ" بھی کہا جاتا تھا۔

"آل انڈیا سُنّی کانفرنس" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، سوادِ اعظم (اہلِ سُنّت) کی تنظیم کا نام ہے۔ سُنّی کانفرنس کے اکابر کی عزیمت و ہمت کی داستان تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ اس کی پُرجوش حمایت سے مسلم لیگ کا پاکستان حاصل کرنا اس کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ "سُنّی کانفرنس" کے عمائد کی انتھک کوششوں سے پاکستان کی منزل انتہائی قریب آ گئی تھی۔ کانگریس اور اس کے حلیفوں کا ناقابلِ تسخیر قلعہ ——— اکھنڈ بھارت ——— ان ہی حضرات کے تعاون سے زمین بوس ہوا۔

اگرچہ مخالفین نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مغالطوں اور غلط بیانیوں کے انبار لگا دیئے تاکہ اصلیت، صداقت اور حقائق عام نگاہوں سے پوشیدہ رہیں لیکن پھر بھی عزم و عمل

کی یہ داستان فاضل مؤرخین کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اس داستان کا ذکر مختصراً پیش کیا ہے۔ مثلاً "تاریخ نظریہ پاکستان" میں پیام شاہجہان پوری نے اور "تحریک و تاریخ پاکستان" میں پروفیسر شیخ محمد رفیق، پروفیسر سیّد مسعود حیدر بخاری اور پروفیسر نثار احمد چوہدری نے۔

مجھے مؤرخ ہونے کا قطعی دعویٰ نہیں اور نہ حُسنِ تحریر کا انداز رکھتا ہوں، ہاں تاریخ کا ایک طالب علم ضرور ہوں اور سینہ میں اَسلاف کی عظمت جاگزیں ہے۔ "خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کی تدوین و ترتیب دراصل اس ناانصافی کے ازالے کی ایک کوشش ہے، جو اپنوں کی کوتاہی اور غیروں کی جانبداری کی وجہ سے "تاریخ" بن گئی۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ مختلف کتب تواریخ و سوانح مستند دستاویزات، قدیم رسائل و اخبارات سے مختصر اور موزوں مواد جمع کر دوں۔

"آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کی مفصل اور مکمل تاریخ مرتب کرنے میں ایک عرصے سے مصروف ہوں۔ یہ ایک طویل اور کٹھن کام ہے۔ مواد کی کمی یا اس کی وسعت کام کی رفتار پر اثر انداز رہا ہے۔ اس طویل عمل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک وقت درکار ہے لیکن حالات کی پکار مزید مہلت دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے لئے یہ صورت نکالی کہ "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کی تاریخ مرتب ہونے تک اکابر اہلِ سُنّت کے وہ خطبات شائع کر دیئے جائیں جو مختلف اوقات میں سُنّی کانفرنس کے اسٹیجوں پر پڑھے گئے۔ اس سے دو طرفہ فائدہ ہوگا۔ متعصب اور معاند کے لئے یہ خطبات "تازیانہ عبرت" ہوں گے اور حقیقت پسند کے لئے "باعث مسرت"۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اکابر کی مختلف سرگرمیوں کو جمع کرنے کے علاوہ یہ امر بھی باعث مسرت ہے کہ اس وقت تک تقریباً ایک سو بیس اجلاسوں کی کارروائی دستیاب ہو چکی ہے، جو "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کے زیر اہتمام برصغیر کے گوشہ گوشہ میں منعقد ہوئے۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اس کثیر تعداد میں اجلاس ——— اس کی ہمہ گیری پر دلالت کرتے ہیں۔ ان اجلاسوں سے جو اثرات مرتب ہوئے وہ انشاء اللہ العزیز آپ "تاریخ آل انڈیا سُنّی کانفرنس" میں ملاحظہ کریں گے۔

خطبات کی ترتیب و تدوین کا انحصار بظاہر میری انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہے مگر حقیقت

میں میرے متعدد کرم فرماؤں کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا مرہونِ منت ہے۔ اس سلسلہ میں مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرت سری، صدر مرکزی مجلس رضا، لاہور کی راہنمائی مجھے منزلِ مقصود تک لے آئی۔ مواد کی فراہمی میں حکیم صاحب موصوف کی کوششیں سب سے زیادہ ہیں۔ اسی سلسلہ میں محترم پروفیسر محمد ایوب قادری، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مولانا الحاج پیر غلام قادر اشرفی، مولانا غلام محمد سہروردی، مولانا محمد فاروق ورگاہی، گجراتی، جناب سید نور محمد قادری، محترمہ بیگم پروین آف مائکل شریف، جناب محمد صادق قصوری، مولانا مظفر اقبال رضوی، مولانا غلام مرتضیٰ اور مولانا حافظ محمد عبدالکریم قادری (ملفت گنج، بنگلہ دیش) کا تعاون بہت افزا ہے۔ عزیزی الکرم مفتی محمد علیم الدین، مولانا محمد عالم نقشبندی، مولانا صاحبزادہ محمد حبیب اللہ نعیمی، جناب محمد رفیق خاں، مولانا غلام محی الدین اور جناب مختار احمد منہاس کے مفید مشورے میرے لئے مفید ثابت ہوئے، اور اس سلسلے میں عزیزی ظفر اقبال نیازی کا تعاون بھی ایک نادر اور قابلِ ذکر مثال ہے۔ جملہ اراکین، مرکزی مجلس رضا کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ اہلِ سُنّت کے فاضل نوجوانوں کو تالیف و تصنیف کے میدان میں کھڑا کرنے کا سہرا اسی فعال ادارے کے سر بندھتا ہے۔

مَیں اپنے تمام کرم فرماؤں کے پُرخلوص جذبات کے لئے شکریہ کے رسمی الفاظ میں ادا کرنے کی جسارت بھی نہیں کر سکتا۔ ربِ العزت کی بارگاہِ عالیہ میں دعا ہے کہ وہ ان کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین!

اس کتاب میں شامل مواد زیادہ تر "دبدبۂ سکندری" رام پور سے لیا گیا ہے۔ اس پرچہ کو تحریکِ پاکستان کے دور میں خصوصی اہمیت حاصل تھی یہاں تک کہ اس کی ملی خدمات سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خاں صاحب نے یہ شعر کہا تھا۔

جس نے سکھائی ہے ہمیں رسم و رہِ قلندری
ہے وہ صحیفۂ مبیں دبدبۂ سکندری[1]

مُحَمَّد جلال الدّین قادری عفی عنہ
سرائے عالم گیر

یکم شعبان ۱۳۹۸ھ، جولائی ۷۸ء

---

[1] دبدبۂ سکندری شمارہ ۱۲، اپریل ۱۹۴۶ء ص ۸

پاکستان اور سُنّی علماء و مشائخ

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ برصغیر کی مسلم آبادی کا اسّی فیصد اہلِ سنّت و جماعت پر مشتمل ہے اور جب کبھی بھی اسلام کے خلاف سازش کی گئی، سُنّی علماء و مشائخ نے اس کا مقابلہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھا۔ سن ستاون کی جنگ آزادی شروع سے آخر تک علماء و مشائخ کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس جنگ میں علماء و مشائخ اہلِ سنت کے فتویٰ جہاد نے وہ کام کیا، جو بڑی بڑی عسکری قوتوں سے ناممکن تھا۔ اسیرِ جزیرہ انڈمان مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی کافی شہید مراد آبادی، مولانا سید احمد اللہ شہید مدراسی، مولانا فیض احمد عثمانی، مولانا وہاج الدین مراد آبادی، مولانا رسول بخش کاکوروی، مفتی صدر الدین دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان اور ان کے احباب و تلامذہ اکابر سُنّی علمائے ربانیین فرنگی سامراج سے [illegible] نے اسلام کے تحفظ کے لئے جان عزیز کی بازی لگا کر شمع حریت کو ابدی تابانی بخشی اور انگریز کے خلاف "سب سے پہلی تحریک آزادی" کا سنگ بنیاد رکھا، جو تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نام سے مشہور ہے۔ آزادی کی یہ جنگ سُنّی علماء و مشائخ کے جذبۂ اسلامی اور خدمت دینی کا ایک روشن باب ہے۔ بعد میں رونما ہونے والی تمام تحاریک کو اسی تحریک آزادی کے سلسلہ کی کڑیاں اور جذبۂ حریت کے اس عظیم مینار

ایک ملک گیر تحریک کی صورت اختیار کر گئی ——— اور یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے سنہ ۱۸۹۷ء میں "دو قومی نظریہ" کا جو تصور پیش کیا، وہ ہندو مسلم اتحاد کے بطلان پر ایک عظیم تاریخی دستاویز ہے۔ اسی موقف کی روشنی میں مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، علامہ اقبال اور قائد اعظم کے لئے ایک اسلامی ریاست کا مطالبہ کرنے کی راہ ہموار ہو گئی۔ پاکستان کے قیام اور دو قومی نظریہ کی اشاعت کے لئے سواد اعظم اہل سنت کے علماء و مشائخ اور عام مسلمانوں نے جان کی بازی لگا دی۔ [1]

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "پاکستان" صرف مسلم لیگ نے بنایا، مگر یہ بات ذرا تفصیل طلب ہے۔ اس کے لئے ہمیں ۱۹۴۰ء میں منظور کی جانے والی قرارداد ——— "قرارداد لاہور" جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام ملا، پر غور کرنا ہوگا۔ قرارداد کے پہلے کے حالات اور بعد کے واقعات کا تجزیہ کرنا ہوگا۔

تاریخ اس امر کی شہادت پیش کرتی ہے کہ مسلمانوں کی کوئی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ اپنے اندر آفاقیت پیدا کر سکتی ہے جب تک اسے مذہبی رہنماؤں کی تائید حاصل نہ ہو۔ "خوارج" کی ابتدا سے لے کر "قادیانیت" کی صورت میں ختم نبوت کے انکار تک، تمام واقعات اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے موجود ہیں۔ اس طرح کوئی قرارداد، بالخصوص جب کہ وہ سیاست سے متعلق ہو، برسوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتی ہے۔ قرارداد کے پس منظر میں بے شمار واقعات اس کے محرکات ہوتے ہیں، انہیں محرکات کے باعث نظریات قائم ہوتے ہیں، یہی نظریات، مطالبات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر نظریات میں صداقت ہو اور مطالبات میں جان ہو تو وہی نظریات اور مطالبات "تحریک" کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور مذہبی تائید اس تحریک کو منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔ صرف نظریہ کی بنیاد پر منزل کا حصول، دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے۔ مگر صدق و اخلاص اور ثبات و استقلال کی برکت سے یہی خواب جب تعبیر کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو ہر کس و ناکس اس کا ہمنوا بن جاتا ہے۔

ابتدائی طور پر نظریہ پیش کرنا اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے جب ماضی کے حالات کا صحیح تجزیہ کے ساتھ ساتھ برسوں بعد پیش آنے والے حالات اور واقعات پر بھی گہری نظر ہو۔ عرف عام میں یہی چیز ——— "فراست" کہلاتی ہے۔ یہی فراست جب ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتی ہے اور انوار ربانی سے ہدایت لیتی ہے تو حقیقت کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ

---

[1] برصغیر کی آزادی کے لئے جمعیت العلماء ہند کے اکابر نے بھی انگریزوں کی مخالفت کی۔ مگر ان کے نزدیک حاصل ہونے والی آزاد حکومت، اسلامی حکومت نہ تھی۔ بلکہ لادینی ریاست (سیکولر اسٹیٹ) بنانا مقصود تھی۔ صدر مدرس دار العلوم دیوبند، استاذ العلماء مولوی حسین احمد صاحب اپنی کتاب نقش حیات ج ۲، ص ۱۸ پر لکھتے ہیں :۔

"سید صاحب (سید احمد بریلوی) کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے اس بناء پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ اس سے آپ کو غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے، ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔"

آزاد ریاست کا یہ مفہوم "آزاد۔ اسلامی ریاست" کے تصور سے کتنا دور ہے، یاللعجب

اسی فراست ایمانی کی بدولت اہلِ سنّت کے عظیم رہنما، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ۱۸۹۷ء میں اور اس کے بعد ایک سوال کے جواب میں ۱۹۲۰ء[1] میں جو کچھ فرمایا، وہی دو قومی نظریہ کی بنیاد بنا۔ آپ نے مسلمانوں کو ہندو اور انگریز کی فریب کاریوں سے بروقت متنبہ کیا۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:۔

"فاضل بریلوی نے حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے ۱۹۲۰ء/۱۳۳۹ھ میں دو قومی نظریہ کی داغ بیل ڈالی جس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اسی سال فاضل بریلوی رحلت فرما گئے لیکن وہ اپنے پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جس نے اس مشن کو آگے بڑھایا چنانچہ آپ کی زندگی ہی میں ان حضرات نے اپنا کام شروع کر دیا۔۔۔۔۔۔"[2]

---

[1] دو قومی نظریہ کا تصور ۱۹۲۰ء میں ہی پختہ ہو چکا تھا اور کانگریسی و سُنّی علماء کے درمیان زیرِ بحث رہتا تھا۔ اس تاریخی حقیقت کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب خالد لطیف گابا اپنی کتاب "مجبور آوازیں" میں لکھتے ہیں:۔

"دو قومی نظریہ" جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں، آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریے کا مصنف نہ تو محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔

دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مشہور اور مسلمہ نظریہ بن چکا تھا اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو "ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے"۔ (مجبور آوازیں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۰، ہفت روزہ افریشیا لاہور ۲-۸ اپریل ۱۹۷۰ء)

نوٹ: تاریخ اس امر کی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جس طرح قرآن و

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اس نازک دور میں مسلمانوں کی صحیح اور بروقت رہنمائی فرمائی جبکہ بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آندھی کا شکار ہو چکے تھے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، علامہ اقبال اور خود قائد اعظم بھی ابھی تک ہندو مسلم اتحاد کی مضرت کا نکتہ نہ سمجھ پائے تھے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے۔ ان کی کوششیں بھی اس قسم کے اتحاد کے لئے وقف تھیں۔ مسلم قومیت کے علمبردار (فاضل بریلوی) کی یہ دردبھری مخلصانہ رہنمائی ہی تھی، جس سے متاثر ہو کر مذکورہ حضرات بھی آپ کی اور آپ کے تلامذہ و خلفاء کی کوششوں سے دو قومی نظریہ کے حامی و مؤید بن گئے۔

نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن جناب محمد شفیع (م ش) نے اس تاریخی حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:۔

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس یکسوئی اور استقلال سے دورِ غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سر انجام دیا۔ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا، اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا۔۔۔۔۔۔ جس وقت ہمارے اسلاف کی بداعمالیوں سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی اور جس دور میں سب سے اہم کام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ ملت کے اجماع کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے ان کے عقائد کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔ اور ہر اس سازش کو کچل کر رکھ دیا جائے جس کا مقصد مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ ۲۲ سے آگے)

سنت کی روشنی میں امام احمد رضا نے ۱۹۲۰ء میں دو قومی نظریہ مدلل طور پر بیان کیا، اس وقت کوئی دوسرا رہنما آپ کا سہیم و شریک ہو۔ (مرتب)

[2] فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۷۶

دو قومی نظریہ کے داعی کی حیثیت سے امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات سے اکابر متاثر ہوئے۔ اثر اندازی کی اس حقیقت کو ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

> "پاک و ہند کے عظیم مفکر اور شاعر علامہ اقبال نے، جو پہلے ایک قومی نظریہ کے مؤید تھے اور بعد میں اس کے سخت مخالف ہو گئے تھے، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ کا عمیق مطالعہ فرمایا تھا اس لئے ظن غالب ہے کہ علامہ کے افکار و خیالات میں ان دونوں ماخذ نے ایک انقلاب پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔" [1]

اس مختصر پس منظر کی روشنی میں یہ بات تاریخی حقیقت بن کر ابھرتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بعد دو قومی نظریہ علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت نے پیش کیا، یہی نظریہ قیام پاکستان کی اساس بنا۔ علامہ اقبال نے قیام پاکستان کا مطالبہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں کیا، لیکن اس سے تقریباً چھ برس قبل اوائل ۱۹۲۵ء میں اسی ضرورت کا احساس "آل انڈیا سنی کانفرنس" مراد آباد کے اجلاس میں علماء و مشائخ نے دلایا۔ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی (م ۱۹۶۳ء) نے ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے موقع پر فرمایا:۔

> "دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سنیئے کہ اس پیغام کے لئے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا، وہ ہماری آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور ربانی ہمارے کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر فانی محبت کا رشتہ مٹا کر غیر اسلامی عقائد کی تخم ریزی تھی، یہ کارنامہ اعلیٰ حضرت نے نہایت نامساعد حالات میں انجام دیا۔ اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت ملت اسلامیہ کے عظیم محسن تھے۔" [1]

جناب م ش کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی خدمات کا اعتراف اب ہر غیر جانبدار مؤرخ کر رہا ہے۔ اعترافِ حقیقت کے ان بیانات میں مشہور مؤرخ اور کالم نگار (نوائے وقت) جناب میاں عبد الرشید صاحب کا بیان خصوصی توجہ کا مستحق ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

> "When the Pakistan Resolution was passed in 1940, the efforts of Hazrat Barelvi bore fruit and all his adherents and followers, including Ulema and spiritual leaders, rose as one man to support the Pakistan movement. Thus, the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-i-Azam......" [2]

ترجمہ:۔ ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی کی کوششیں بارآور ہوئیں اور علماء کرام و پیران عظام سمیت، آپ کے پیروکار اور متوسلین جسد واحد بن کر تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس طرح قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت بریلوی کا حصہ علامہ اقبال اور قائد اعظم سے کسی طرح کم نہیں۔

---

[1] فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۲۹

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور، جون ۱۹۷۶ء

[2] (Islam in Indo-Pakistan Subcontinent: Lahore-1977, Page: 67)

صدر الافاضل اُستاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذاتِ گرامی ہے۔" [1]

حضرت سید محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۹۴۸ء) کی دو قومی نظریہ کی بنیاد پر تقسیم ہند کی جس تجویز کا ذکر کیا ہے، ۱۹۳۲ء میں بمبئی میں ہندوؤں کے الگ محلوں اور بازاروں میں محدود ہونے کی خبر پر آپ کی طرف سے تقسیم ہند کی تجویز غالباً اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو آپ کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے تقسیم ملک ــــــ بلکہ مطالبہ تقسیم سے پہلے جو کچھ فرمایا، وہ کتنا صحیح تھا۔ آپ نے فرمایا:۔

"بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دوکانیں مسلمان محلوں سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لے جائیں۔ ہندوؤں کے یہ افعال، یہ تجویزیں، یہ طرزِ عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دیے جائیں۔ یہ کھلی ناانصافی ہے جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً ان کے محلوں میں جانے اور اُن کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہئے، دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے، ہر علاقہ میں اُسی علاقہ والوں کی حکومت ہو۔ مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں

---

[1] خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء، ص ۱۲،
دبدبہ سکندری رام پور ۱۷ر جولائی ۱۹۴۶ء، ص ۵

کی۔ اب نہ مخلوط و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہوں گی نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقعہ رہے گا۔ ہر فریق اپنے حدود میں آرام کی زندگی گذار سکے گا۔ جب ہندو ذہنیت نے بمبئی میں یہ گوارا کر لیا تو کیا وجہ ہے کہ جدید حکومت کا مسئلہ اس اصول پر نہ طے کیا جائے؟" [1]

اگلے صفحہ پر ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد کے اس تاریخی شمارہ کے ایک صفحہ کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد شوال المکرم ۱۳۵۰ھ فروری ۱۹۳۲ء ص ۱۲، ۱۴،
اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت، سید نور محمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۸

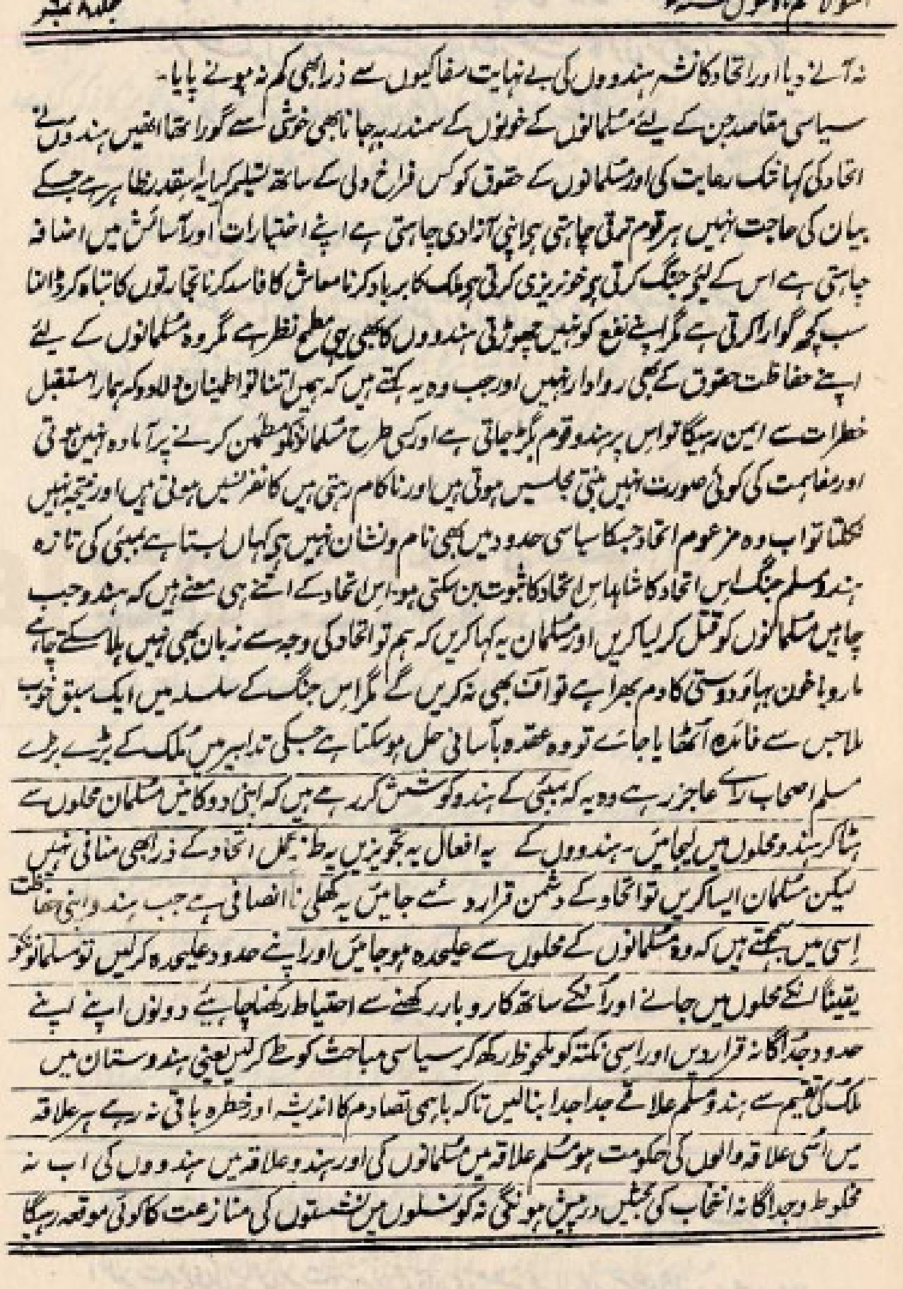

السواد الاعظم ماہ شوال سنہ ۵۹ھ جلد نمبر

نہ آنے دیا اور اتحاد کا نشہ ہندوؤں کی بے نہایت سفاکیوں سے ذرا بھی کم نہ ہونے پایا۔

سیاسی مقاصد جن کے لیئے مسلمانوں کے خونوں کے سمندر بہہ جانا بھی خوشی سے گوارا تھا انھیں ہندوؤں نے اتحاد کی کہاں تک رعایت کی اور مسلمانوں کے حقوق کو کس فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کیا یہ بقدر ظاہر ہے جسکے بیان کی حاجت نہیں ہر قوم ترقی چاہتی ہے اپنی آزادی چاہتی ہے اپنے اختیارات اور آسائش میں اضافہ چاہتی ہے اس کے لیئے جنگ کرتی ہے خونریزی کرتی ہے ملک کا برباد کرنا معاش کا فاسد کرنا تجارتوں کا تباہ کر ڈالنا سب کچھ گوارا کرتی ہے مگر اپنے نفع کو نہیں چھوڑتی ہندوؤں کا بھی یہی مطمح نظر ہے مگر وہ مسلمانوں کے لیئے اپنے حفاظت حقوق کے بھی روادار نہیں اور جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اتنا تو اطمینان دلا دو کہ ہمارا مستقبل خطرات سے امین رہیگا تو اس پر ہندو قوم بگڑ جاتی ہے اور کسی طرح مسلمانوں کو مطمئن کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی اور مفاہمت کی کوئی صورت نہیں بنتی مجالس ہوتی ہیں اور ناکام رہتی ہیں کانفرنسیں ہوتی ہیں اور نتیجہ نہیں نکلتا تو اب وہ مزعوم اتحاد جسکا سیاسی حدود میں بھی نام و نشان نہیں ہے کہاں بستا ہے بمبئی کی تازہ ہندو مسلم جنگ اس اتحاد کا شاہد اس اتحاد کا ثبوت بن سکتی ہے اس اتحاد کے اتنے ہی معنے ہیں کہ ہندو جب چاہیں مسلمانوں کو قتل کر لیا کریں اور مسلمان یہ کہا کریں کہ ہم تو اتحاد کی وجہ سے زبان بھی نہیں ہلا سکتے چاہے مارو چاہے خون بہاؤ دوستی کا دم بھرا ہے تو اف بھی نہ کریں گے مگر اس جنگ کے سلسلہ میں ایک سبق خوب ملا جس سے فائدہ اٹھایا جائے تو وہ عقدہ بآسانی حل ہو سکتا ہے جسکی تدابیر میں ملک کے بڑے بڑے مسلم اصحاب رائے عاجز رہے وہ یہ کہ بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دوکانیں مسلمان محلوں سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لیجائیں۔ ہندوؤں کے یہ افعال یہ تجویزیں یہ طریق عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دیئے جائیں یہ کھلی ناانصافی ہے جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً انکے محلوں میں جانے اور انکے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیئے دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو و مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں کی اب نہ مخلوط و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہونگی نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقعہ رہیگا

یہ ہے دو قومی نظریہ ——— نظریہ پاکستان ——— کے سفر کی مختصر داستان، جو علمائے اہل سنت کی کوششوں سے واضح ہو کر مقبول عام ہوا۔ اور جس کی وجہ سے اکثر اکابر کے خیالات میں انقلاب رونما ہوا۔

قرار داد پاکستان بلاشبہ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں منظور کی گئی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت مسلم لیگ میں کون لوگ تھے، جن کی شمولیت اور تحریک سے "مسلم لیگ" اسم بامسمیٰ اور جاندار سیاسی جماعت بن گئی۔

اس سوال کے جواب کے لئے حضرت سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:۔

> "مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس نے پہنچایا؟ اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بتایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے گا تو وہ صرف "سُنّی" ہیں، پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ نے ہمارے سُنّی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات (امین الحسنات) صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا[1] لیا ہے۔ اگر ایک دم سارے سُنّی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی یہ بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا۔ اس کا دفتر کہاں رہے گا اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سُنّیوں کو بنانا ہے؟"[2]

---

[1] دستور پاکستان کے متعلق قائد اعظم نے نومبر ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف کو خط میں صاف صاف لکھا کہ: "اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قانون ساز جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی، پاکستان کے لئے ایسے قانون بنا سکے گی جو اسلامی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کر سکیں گے۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرارداد پاکستان کی تجویز سے پہلے ۱۹۳۸ء میں مولانا عبد الستار خاں نیازی نے قائد اعظم کی خدمت میں خلافتِ پاکستان تجویز پیش کی، قائد اعظم بہت خوش ہوئے اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کر لیا، اور اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا۔[1]

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس ہوا، جس میں قرارداد لاہور پاس ہوئی، یہی قرارداد بعد میں قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسلم لیگ کے اسی اجلاس میں سُنّی علماء و مشائخ نے بھی حصہ لیا، اور قرارداد کے حق میں تقاریر کیں۔ قرارداد کی تائید میں سُنّی علماء کی طرف سے تقریر کرنے والوں میں مولانا عبد الحامد بدایونی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔[2]

مطالبۂ پاکستان کے اسی اجلاس میں مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری سرگرم رکنوں میں تھے[3] مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمہ سٹیج پر مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ تشریف فرما تھے[4] ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو حضرت امیر ملت علی پوری نے حسب ذیل تہنیتی تار قائد اعظم کو دیا، اور اپنی مکمل تائید کا یقین دلایا کہ "فقیر معہ دس کروڑ جمیع اہل اسلام ہند دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارک باد دیتا ہے، اور آپ کی ترقی مدارج

---

[1] ماٰثر الاجداد، پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء، ص ۳۰۳، ۳۰۴/ بحوالہ اکابر تحریک پاکستان ص ۱۴۴

[2] مولانا عبد الحامد بدایونی پر ایک نظر" از امام سید امیر علی/ بحوالہ تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۰۵، قائد اعظم کے ۷۲ سال، خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۳۵۴

[3] روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ء

[4] حضرت شیخ القرآن: رانا منظور احمد خاں ایم اے مطبوعہ وزیر آباد ۱۹۸۱ء، ص ۳۷

(بقیہ صفحہ ۲۹ سے آگے)

" پاکستان کا منشورِ آزادی" ص ۳۵ (بحوالہ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۸۶ء، ص ۷۴)

[1] الخطبۃ الاشرفیۃ للجمہوریۃ الاسلامیۃ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۸

کے لئے دعا کرتا ہے۔"[1]

مطالبہ (قرارداد) پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی علمائے اہل سنت نے اپنی مساعی تیز تر کر دیں۔ اور اپنی تمام تر توجہ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے وقف کر دی۔ تعلیمی و مذہبی مدارس، خانقاہوں، عرس کے مبارک موقعوں، مذہبی جلسوں اور سُنّیت کے ترجمان اخبار و رسائل ——— غرض ہر مقام سے پاکستان کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ ——— قیام پاکستان کے لئے ان حضرات کے دل میں جو تڑپ اور والہانہ لگاؤ، عشق و جنوں کی حد تک تھا، روزِ روشن سے زیادہ عیاں ہے۔ اس کی ایک جھلک آپ تقسیم ملک سے قبل ہندوستان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر کے سرورق کے ان عکسوں سے لگا سکتے ہیں، جو آئندہ صفحات پر دیئے جا رہے ہیں۔ سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مذکورہ ترجمان نے ۱۹۴۲ء کے اوائل سے "امرتسر" کے ساتھ لفظ (پاکستان) کا اضافہ کر دیا تھا۔ کتاب ہذا میں دو شماروں کے سرورق کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ جنگِ عظیم دوم کے دوران حالات انتہائی نازک تھے۔ اس ہنگامی دور میں "پاکستان" کے لفظ کا تکرار حکومت برطانیہ کے غضب کو دعوت دینا تھا، اور بالخصوص صحافت کی دنیا میں جہاں معمولی سی بات پر بھی ضمانت طلب کی جاتی اور ضمانتیں ضبط ہونا تو روز مرہ کا معمول بن چکا تھا مذکورہ اخبار اپنے سرورق پر امرتسر (پاکستان) لکھتا رہا۔

---

[1] تذکرہ شاہ جماعت: سید حیدر حسین علی پوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۹۹

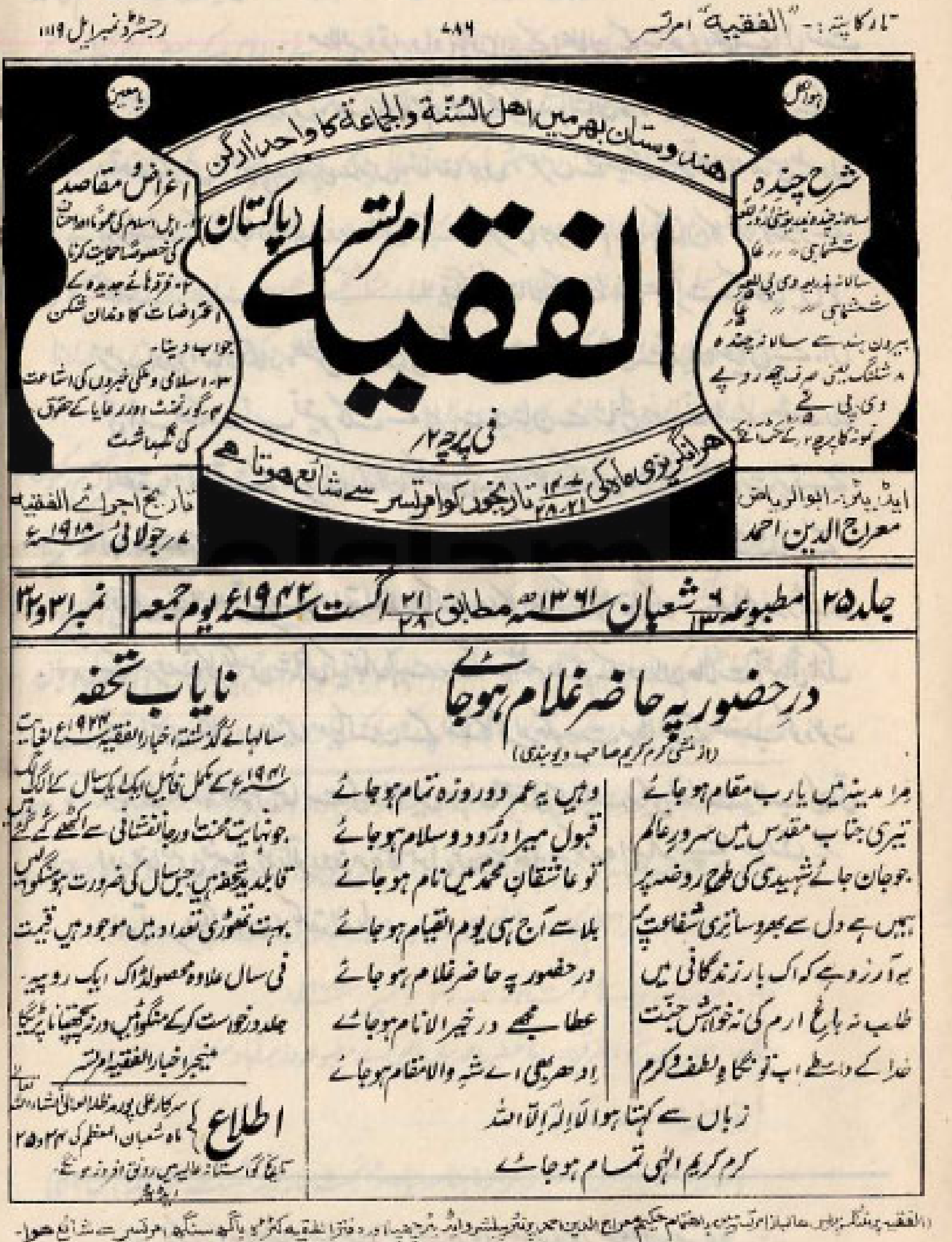

تار کا پتہ:- "الفقیہ" امرتسر ۷۸۶ رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۱۱۹

یا معین ہو الکل

ہندوستان بھر میں اہل السنۃ والجماعۃ کا واحد ارگن

الفقیہ امرتسر (پاکستان)

اغراض و مقاصد
۱۔ اہل اسلام کی عموماً اور حنفیوں کی خصوصاً حمایت کرنا
۲۔ فرق ہائے جدیدہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا۔
۳۔ اسلامی و ملکی خبروں کی اشاعت
۴۔ گورنمنٹ اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت

شرح چندہ
سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر للعہ
ششماہی " " عا
سالانہ بذریعہ وی پی للعہ
ششماہی " " عہ
بیرون ہند سے سالانہ چندہ
مع ششماہی بھی صرف چھ روپے
وی پی ۶ روپے
نمونہ کا پرچہ ٹکٹ آنے پر

فی پرچہ ۲/

ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۹ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر:- ابو الریاض معراج الدین احمد

تاریخ اجرائے الفقیہ ۷ جولائی ۱۹۱۸ء

جلد ۲۵ | مطبوعہ ۶ و ۱۳ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۱، ۲۸ اگست ۱۹۴۲ء یوم جمعہ | نمبر ۳۱ و ۳۲

درِ حضور پہ حاضر غلام ہو جائے

(از منشی کرم کریم صاحب دیوبندی)

ہو مدینہ میں یارب مقام ہو جائے
وہیں یہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے
تیری جناب مقدس میں سرورِ عالم
قبول میرا درود و سلام ہو جائے
جو جان جائے شہیدی کی طرح روضہ پہ
تو عاشقانِ محمدؐ میں نام ہو جائے
یہیں ہے دل سے بھروسا تری شفاعت پہ
بلا سے آج ہی یوم القیام ہو جائے
یہ آرزو ہے کہ اک بار زندگانی میں
درِ حضور پہ حاضر غلام ہو جائے
طلب نہ باغِ ارم کی نہ خواہشِ جنت
عطا مجھے درِ خیر الانام ہو جائے
خدا کے واسطے اب تو نگاہِ لطف و کرم
ادھر بھی اے شہِ والا مقام ہو جائے
زباں سے کہتا ہوا لا الٰہ الا اللہ
کرم کریم الٰہی تمام ہو جائے

نایاب تحفہ

سالہائے گذشتہ اخبار الفقیہ ۱۹۲۳ء تا
۱۹۴۱ء کے مکمل فائلیں ایک ایک سال کے الگ الگ
جو نہایت محنت و جانفشانی سے اکٹھے کئے گئے ہیں
قابل دید تحفہ ہیں جس سال کی ضرورت ہو منگوا لیں
بہت تھوڑی تعداد میں موجود ہیں قیمت
فی سال علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ
جلد درخواست کر کے منگوائیں ورنہ پچھتانا پڑیگا

منیجر اخبار الفقیہ امرتسر

اطلاع سرکار علی پوری مد ظلہ العالی انشاء اللہ تعالیٰ ماہ شعبان المعظم کی ۲۴ و ۲۵ کو آستانہ عالیہ میں رونق افروز ہوں گے۔

ایڈیٹر

(الفقیہ پرنٹنگ ورکس، عالیہ امرتسر میں باہتمام حکیم معراج الدین احمد پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر چھپا اور دفتر الفقیہ کٹڑہ باگھ سنگھ امرتسر سے شائع ہوا۔

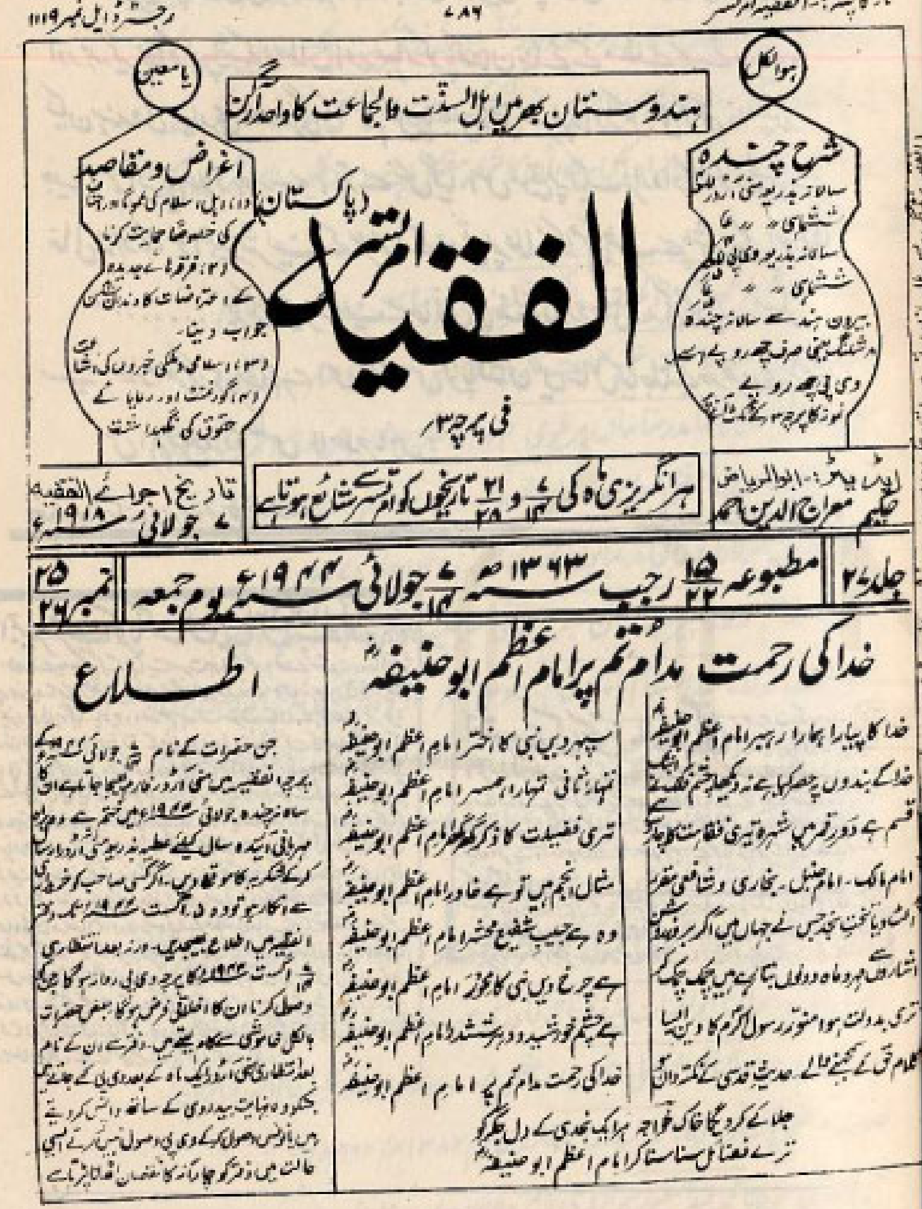

تار کا پتہ:- الفقیہ امرتسر ۷۸۶ رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۱۹

یا معین ہو الکل

ہندوستان بھر میں اہل السنت والجماعت کا واحد آرگن

الفقیہ امرتسر (پاکستان)

اغراض و مقاصد
(۱) اہل اسلام کی عموماً اور حنفیوں کی خصوصاً حمایت کرنا
(۲) فرق ہائے جدیدہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا۔
(۳) اسلامی و ملکی خبروں کی اشاعت
(۴) گورنمنٹ اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت

شرح چندہ
سالانہ بذریعہ منی آرڈر للعہ
ششماہی " " عا
سالانہ بذریعہ وی پی للعہ
ششماہی " "
بیرون ہند سے سالانہ چندہ
مع ششماہی بھی صرف چھ روپے
وی پی چھ روپے
نمونہ کا پرچہ ٹکٹ آنے پر

فی پرچہ ۳/

ہر انگریزی ماہ کی ۷ و ۱۴ و ۲۱ و ۲۸ تاریخوں کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر:- ابو الریاض حکیم معراج الدین احمد

تاریخ اجرائے الفقیہ ۷ جولائی ۱۹۱۸ء

جلد ۲۷ | مطبوعہ ۱۵ و ۲۲ رجب ۱۳۶۳ھ ۷ و ۱۴ جولائی ۱۹۴۴ء یوم جمعہ | نمبر ۲۵ و ۲۶

خدا کی رحمت مدام تم پر امام اعظم ابو حنیفہؓ

خدا کا پیارا ہمارا رہبر امام اعظم ابو حنیفہؓ
سپہر دین نبی کا اختر امام اعظم ابو حنیفہؓ
خدا کے بندوں پہ جو کھلا ہے نہ دیکھا ختم نکتہ
تمہارا ثانی تمہارا ہمسر امام اعظم ابو حنیفہؓ
قسم ہے دورِ قمر میں شہرہ تیری فقاہت کا چار
تری فضیلت کا ذکر گھر گھر امام اعظم ابو حنیفہؓ
امام مالک۔ امام حنبل۔ بخاری و شافعی مقرر
مثال انجم ہیں تو ہے خاور امام اعظم ابو حنیفہؓ
ارشاد یا نخب نجوم جس نے جہاں میں اگر
وہ ہے حبیب شفیع محشر امام اعظم ابو حنیفہؓ
اشارہ شق ہو ماہ دو دولت بنا ہے چمک چمک کر
ہے چرخ دین نبی کا محور امام اعظم ابو حنیفہؓ
تری بدولت ہوا منور رسول اکرم کا دین الہٰیا
ہے چشم خورشید در رشتہ امام اعظم ابو حنیفہؓ
کلام حق کے سمجھنے والے حدیث قدسی کے نکتہ دان
خدا کی رحمت مدام تم پہ امام اعظم ابو حنیفہؓ
جلائے گر دیگا خاک خواجہ ہر ایک نجدی کے دل جگر کو
ترے فضائل سنا سنا کر امام اعظم ابو حنیفہؓ

اطلاع

جن حضرات کے نام ۲۵ جولائی کے پرچے پر بحرچہ الفقیہ میں سنی اردو فارم بھیجا جاتا ہے ان کا سالانہ چندہ جولائی ۱۹۴۴ء میں ختم ہو رہا ہے وہ براہ مہربانی آئندہ سال کیلئے عطیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے شکریہ کا موقع دیں۔ اگر کسی صاحب کو خریداری سے انکار ہو تو وہ ۵ اگست ۱۹۴۴ء تک دفتر الفقیہ میں اطلاع بھیجدیں۔ ورنہ بعد انتظاری ۱۳ اگست ۱۹۴۴ء کا پرچہ وی پی روانہ ہوگا جس کو وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا بعض حضرات بالکل خاموشی سے کام لیتے ہیں۔ دفتر سے ان کے نام بعد انتظاری ڈیڑھ ماہ کے بعد وی پی کئے جاتے ہیں تو وہ نہایت بیہودگی کے ساتھ واپس کر دیتے ہیں اور محصول وی پی وصول نہیں کرتے ایسی حالت میں دفتر کو چار آنہ کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے

تحریک پاکستان کی جدوجہد کے ابتدائی دور میں "پاکستان" کا تصور اس قدر وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ یوپی کے اضلاع اور بہار کو پاکستان بنانے کے مطالبے ہوتے رہے۔ لیکن ہندو کی عیاری اور فرنگی کی مسلم کش پالیسی اتنی بھرپور اور مکمل تھی کہ گورداسپور جیسا مسلم اکثریتی علاقہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس موقع پر ایک قرارداد کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جو اجمیر شریف کے عرس کے موقع پر علمائے کرام کی طرف سے پیش ہو کر پاس ہوئی۔

"....... چونکہ اجمیر شریف مسلمانوں کی مذہبی و روحانی زندگی کا ایک مسلمہ سب سے بڑا مرکزی مقام ہے اس لئے اس کو پاکستان میں شامل کیا جانا بے حد ضروری ہے۔"[1]

اس اہم قرارداد کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

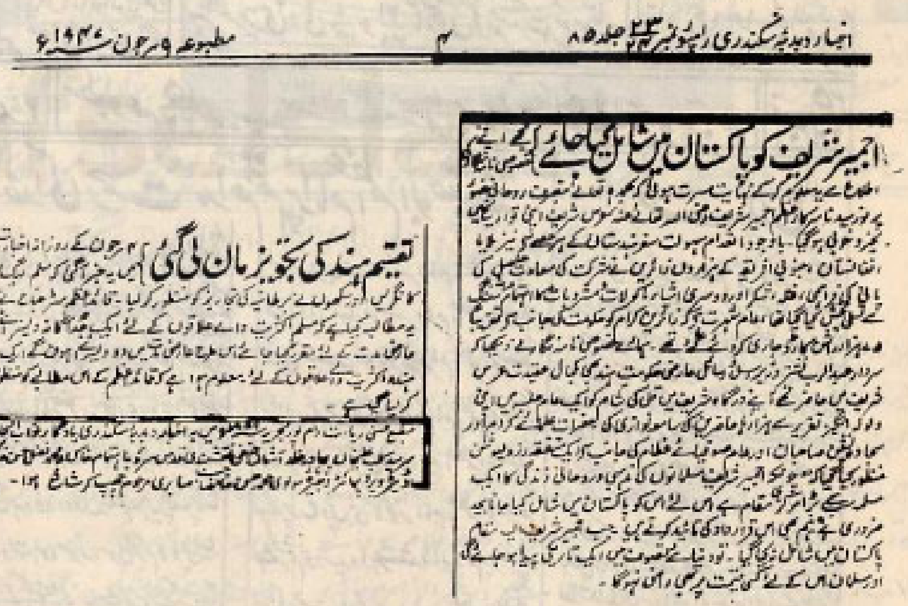

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۳۳ جلد ۸۵ ۴ مطبوعہ ۹ جون ۱۹۴۷ء

اجمیر شریف کو پاکستان میں شامل کیا جائے

تقسیم ہند کی تجویز مان لی گئی

---

[1] اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور۔ مطبوعہ ۹ جون ۱۹۴۷ء، ص ۴

اہل سنت و جماعت کے مشائخ عظام اور علمائے کرام بالخصوص امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان، تلامذہ، خلفاء اور منتسبین نے تحریک پاکستان میں مثبت کردار ادا کیا۔ پاکستان کے ساتھ ان کی وفاداریاں غیر مشکوک رہیں۔ جن سنی علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان میں مؤثر کردار ادا کیا ہے، ان کا شمار مشکل ہے، چند ایک اسماء گرامی ذکر کئے جاتے ہیں۔

مجاہد اسلام پیر محمد امین الحسنات مانکی شریف (م ۱۳۷۹ھ/ سنہ ۱۹۶۰ء)

امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری (م ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء)

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء (ابن امام احمد رضا بریلوی)

عمدۃ الفضلاء مولانا مفتی صاحب داد خاں (م ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء)

مجاہد ملت مولانا عبد الحامد بدایونی قادری (م ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء)

مجاہد اسلام مولانا پیر عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء)

محسن ملت مولانا عبد السلام باندوی م ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۸ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی م ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

رہبر طریقت پیر سید غلام محی الدین گولڑوی (م ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء)

مجاہد اسلام مولانا فضل الحسن حسرت موہانی (م ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء)

رئیس المتکلمین مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی م ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء (تلمیذ امام احمد رضا بریلوی)

غازی کشمیر مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء (ابن خلیفہ رضا بریلوی)

صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی رضوی، اعظمی م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)

شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی (م ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء)

تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی (م ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء)

امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری (م۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)
مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی (م۔ ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء)
صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء تلمیذ امام احمد رضا بریلوی)
رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور

فقیہ ملت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
غزالیٔ دوراں مولانا سید احمد سعید کاظمی (ملتان)
محسن ملت مولانا محمد برہان الحق عبد الباقی جبل پوری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خاں نیازی
مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی
مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ابن امام احمد رضا بریلوی)
شیخ الاسلام پیر محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف
صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی وغیرہ مدظلہم الاقدس [1]

تحریک پاکستان کے مجاہدین سُنّی علماء و مشائخ کی ملی و سیاسی خدمات کا اعتراف ہفت روزہ "اقدام" نے یوں کیا ہے:

"حضرت پیر صاحب زکوڑی صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب گولڑہ شریف، حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر صاحب مانکی شریف، خواجہ نظام الدین صاحب تونسہ شریف وغیرہم نے جدوجہد آزادی میں جو نمایاں خدمات انجام دیں۔ وہ روز روشن

---

[1] اکابر کی یہ نامکمل فہرست حروف تہجی کے لحاظ سے ہے، تحریک پاکستان کے سُنّی اکابر کی تفصیلی فہرست کا یہ مقام متحمل نہیں۔ "تاریخ آل انڈیا سُنّی کانفرنس" (زیر ترتیب) میں ان اکابر کا ذکر ممکنہ حد تک کر دیا جائے گا۔ (مرتب)

کی طرح واضح ہیں ان کے علاوہ مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم صاحب قادری میرٹھی نے مسلم لیگ کی طرف سے کئی ممالک کا دورہ کر کے پاکستان کی اہمیت دنیا پر واضح کی۔ اور سفیر اسلام مشہور ہوئے مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا ابو الحسنات مرحوم، مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی، مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی، مولانا محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں، مولانا محمد عارف اللہ صاحب میرٹھی راولپنڈی نے ملک کا دورہ کر کے سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کیا۔ یہاں تک کہ ان تمام مقتدر علمائے کرام کا وفد کشمیر بھی گیا۔ اور محاذ کشمیر پر مجاہدین کو کافی خوراک بہم پہنچائی۔ مخدوم سید شوکت حسین سجادہ نشین موسیٰ پاک شہید نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریک آزادی میں حصہ لیا۔" [1]

اسلامی سلطنت ——— پاکستان، کے قیام میں ان سُنّی علماء و مشائخ کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں پاکستان کے ساتھ ان کا تعلق عشق کی حد تک رہا۔ اور ایسا ہونا ایک فطری امر تھا۔ کیونکہ اس گمراہی اور اسلام کی کس مپرسی کے عالم میں قیام پاکستان کو وہ ایک "شرعی فرض" سمجھتے تھے۔ سُنّی علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کے دوران "پاکستان" کی حمایت میں اسی نوعیت کے شرعی فتاویٰ جاری کئے جس نوعیت کے فتاویٰ عبادات و معاملات، جائز و ناجائز اور حلال و حرام میں جاری کرتے ہیں۔ حالانکہ اس دور میں اسلامی مملکت کے قیام کی حمایت تو درکنار لفظ "پاکستان" بھی ناقابل برداشت تھا۔ پاکستان سے عداوت میں کانگریسی، احراری، جمعیت العلمائے ہند وغیرہ جماعتوں کے علماء ہندوؤں کے ہم نوا تھے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مختصراً پاکستان کی حمایت میں سُنّی علماء و مشائخ

---

[1] ہفت روزہ اقدام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء بحوالہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

کے شرعی فتاویٰ کی چند جھلکیاں دکھا دی جائیں۔

امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے فرمایا:

"..... اس بناء پر فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پہ اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا کہ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانانِ ہند سے اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہئے۔ اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہئے۔ فقیر بحیثیت امیرِ ملت قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح کے اس اپیل کی پُرزور تائید کرتا ہے۔ اور جمیع مسلمانانِ ہند سے عموماً اور اپنے یارانِ طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں، مکرر پُرزور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں، اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔" [1]

محدث علی پوری کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو۔ یہ بیان اس وقت کا ہے، جب کہ مسلم لیگ نے ابھی تک "قرار دادِ لاہور" پاس نہیں کی تھی، یا یوں کہہ لیجئے کہ ابھی تک "پاکستان" مسلم لیگ کا نصب العین نہ تھا، کانگرسی وزارت کے خاتمہ پر

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۷/۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۱،
اخبار دبدبہ سکندری رامپور ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۳

قائدِ اعظم کی اپیل پر پورے ملک میں یومِ نجات منایا گیا۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو علی پور سیداں، ضلع سیالکوٹ میں "یومِ نجات" کی تقریب میں آپ نے فرمایا:

"دو جھنڈے ہیں۔ ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانو تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب نے بآوازِ بلند کہا کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے! پھر ـــــ ارشاد فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے، اُن میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو کیا تم اس کے جنازے کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر ـــــ دریافت فرمایا کہ کیا تم مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ نہیں ہرگز نہیں! پھر ـــــ ارشاد فرمایا کہ اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے۔ ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہئے۔" [1]

مذکورہ بالا خبر کو مکرر پڑھئے۔ اور حضرت امیرِ ملت کی سیاسی بصیرت، نظریۂ پاکستان سے وابستگی کے اظہار میں جرأت مندانہ اقدام کا اعتراف کیجئے۔ اللہ اللہ! "دو قومی نظریہ" کی اس سے بڑھ کر سادہ و بہترین تشریح اور کس طرح ممکن ہے۔

اہلِ سنت و جماعت کے ترجمان، آل انڈیا سنی کانفرنس کے بانی اور ناظمِ اعلیٰ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے مسلم لیگ کی حمایت میں اعلان فرمایا:

"مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے۔ اور احرار، خاکسار، یونی نسٹ وغیرہ بھی مسلمان اکثریت سے کٹ کر گاندھی نہرو کے زر خرید غلام ہیں۔ انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔ مسلمانوں

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، جنوری ۱۹۴۰ء، ص ۸

کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف اسی سُنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں میں جا کر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں[1]

جنگ آزادی میں مسلم لیگ کی حمایت میں حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں زیب آستانہ عالیہ اجمیر شریف کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے:

"مسلم لیگ نے حصول پاکستان کے لئے انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا ہے، اس لئے ہر مسلمان دل و جان کے ساتھ مسلم لیگ کا ساتھ دے"۔[2]

حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف (دکن) نے فرمایا،

"صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے"۔[3]

حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف نے ایک خصوصی اعلان میں فرمایا:

"مریدان با صفا اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں"۔[4]

حضرت پیر صاحب سجادہ نشین دربار پاک پتن، کا ارشاد ہے:۔

"مسلمانوں کے ووٹ کے حق دار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں"۔[5]

حضرت مولانا خواجہ محمد قمر الدین صاحب، زیب آستانہ سیال شریف نے ارشاد فرمایا:

"ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دے"[6]

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، جلد ۲۸، شمارہ ۳۸-۳۷ مورخہ ۲۸-۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۵

[2] اشتہار: "حضرات صوفیائے کرام کا اعلان حق ـــ صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو"
شائع کردہ، پنجاب مسلم لیگ

[3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] ایضاً"

حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب، سجادہ نشین گولڑہ شریف کا ارشاد ہے:

"مسلمانو! اس معرکۂ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں"[1]

حضرت پیر سید جماعت علی، محدث علی پوری نے ارشاد فرمایا:

"محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے"۔[2]

حضرت پیر سید فضل شاہ، سجادہ نشین جلال پور شریف (جہلم) کا ارشاد ہے:

"مسلمانو! وحدتِ ملت کو قائم رکھو اور مسلم لیگ کا ساتھ دو"۔[3]

مسلم لیگ کے شعبہ نشر و اشاعت کی طرف سے ایک اور اشتہار مطبوعہ سول ملٹری پریس ڈیرہ اسماعیل خاں شائع ہوا۔ جس میں تیس ۳۰ جلیل القدر سُنی مشائخ عظام اور علمائے کرام نے حضرت پیر محمد عبد اللطیف صاحب زکوڑی شریف و دیگر جملہ مسلم لیگی امیدواروں کی پرزور حمایت کرتے ہو متفقہ طور پر فرمایا:

"سب مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں اور پاکستان کے قیام کے لئے اپنا خون پیش کر کے باعث صد افتخار سمجھیں کہ بغیر قیام پاکستان اس ملک میں باعزت زندگی محال ہے"۔

اس اشتہار میں پاکستان کی حمایت میں صرف تین دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء اور دو اہل حدیث علماء کے نام تائیدی طور پر درج ہیں۔

اگلے صفحات پر مسلم لیگ کی طرف سے شائع شدہ مذکورہ بالا دونوں اشتہارات کے عکس درج ہیں:۔

---

[1] ایضاً" [2] ایضاً" [3] ایضاً

حضراتِ صوفیائے کرام کا اعلانِ حق

صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو

۱. حضرت جناب مقبول احمد صاحب قبلہ خلیفہ بارگاہ عالیہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سرہند شریف
نے تلقین فرمایا کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے۔ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شامل ہو کر اسلام کا بول بالا کرے۔

۲. حضرت دیوان سید آلِ رسول علی خان مدظلہ آستانہ عالیہ اجمیر شریف۔
کا ارشاد ہے مسلم لیگ نے پاکستان کے لئے انتخابات (الیکشن) کا اعلان کر دیا ہے۔ اسلئے ہر مسلمان ملی و دینی تقاضوں کے ساتھ مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائے۔

۳. حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ مدظلہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف دکن۔
نے فرمایا کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے۔

۴. مولینا حافظ خواجہ غلام سدید الدین مدظلہ سجادہ نشین تونسہ شریف۔
نے ایک خاص اعلان میں فرمایا۔ مریدان با صفا اور مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔

۵. حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ دربار پاکپتن شریف
کا ارشاد ہے۔ مسلمانوں کے ووٹ کے حقدار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں۔

۶. مولینا حافظ شاہ محمد قمر الدین چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین سیال شریف۔
کا ارشاد ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔

۷. مولینا الحاج سید شاہ غلام محی الدین چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف۔
نے فرمایا ہے۔ مسلمانو! اس معرکہ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دو۔

۸. زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری مدظلہ
نے فرمایا۔ محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے۔ اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

۹. حضرت مولینا سید فضل شاہ مدظلہ امیر حزب اللہ جلالپور شریف۔
کا ارشاد ہے۔ مسلمانو! وحدت ملت کو قائم رکھو۔ اور مسلم لیگ کا ساتھ دو۔

۱۰. حضرت مولینا حافظ قاری سید محمد شاہد صاحب نقوی [illegible] امام مسجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمۃ دائم سرہند شریف
نے فرمایا اگر مسلمان اس سیاسی جنگ میں مسلم لیگ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ تو مسلمانوں کی موت اور حیثیت نابود ہونے کی نشانی ہے۔

۱۱. حضرت سلطان محمد حسن اور سلطان العارفین باہو سلطان کے سجادہ نشین جناب سلطان صاحب قبلہ
نے فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ آل انڈیا مسلم لیگ اور مسلمانوں کے نامی قائد اعظم محمد علی جناح کی بھرپور تائید کریں اور الیکشن میں مسلم لیگ کی پوری مدد کریں۔

۱۲. حضرت عبدالرزاق شمس الکونینی کلانور (رہتک)
نے برادران طریقت کو خصوصاً اور جمیع اہل اسلام کو عموماً فرمایا کہ جنہیں اسلام عزیز ہے وہ مسلم لیگ کی حمایت کو اپنا فرض سمجھ کر رسول اکرم کی خوشنودی حاصل کریں۔

۱۳. حضرت سجادہ نشین خانقاہ میر فاضل شاہ صاحب لوہانہ ضلع حصار
نے اعلان کیا کہ مسلمان اپنی تمام کوششیں آل انڈیا مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے صرف کر دیں۔

۱۴. جناب پیر بدر الدین صاحب سجادہ نشین درگاہ اجابہ شریف معہ ۵۰۰۰ مریدوں کے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے
اور فرمایا کہ انگریز کے پٹھو امیدواروں کی کوششوں کو بھول جائیں۔ مسلم لیگ اور صرف لیگ کے نام کو یاد رکھیں۔

۱۵. سجادہ نشین حضرت شاہ جیونا علیہ الرحمۃ ضلع جھنگ کا اعلان۔
سب مسلمان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

۱۶. صاحبزادہ محمد ظہور الحق صاحب چشتی نقشبندی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ گورداسپور کا اعلان
سب مسلمان انتخابی مہم میں مسلم لیگ کا تعاون کریں۔

۱۷. حضرت سید منظور احمد سجادہ نشین مکان شریف کا اعلان۔
مسلمانان ہند کی زندگی اور بقا کا انحصار فقط پاکستان کے نصب العین پر ہے۔ اور مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

۱۸. حضرت سید الطاف حسین نقشبندی سجادہ نشین موسےٰ خیل کا اعلان۔
سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ سارے اختلافات مٹا کر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

۱۹. حضرت میاں علی محمد خان صاحب چشتی نظامی مدظلہ العالی مجوبہ شریف سجادہ نشین ہوشیارپور کا ارشاد گرامی۔
مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنا کر اپنی ملی یکجہتی کا ثبوت دیں۔

۲۰. سجادہ نشین دربار غوثیہ سکھو چک ضلع گورداسپور کا اعلان۔
تمام مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہیئے اور پاکستان مسلمانوں کا آزاد ملک ہوگا جہاں شریعت کے مطابق قانون نافذ ہوں گے۔

۲۱. جناب حضرت پیر صدر الدین صاحب قبلہ ملتان جو کہ محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ سجادہ نشین ملتان نے مسلم لیگ اور پاکستان کے حصول کا حکم دیا ہے۔

۲۲. سجادہ نشین چورہ شریف نے مسلم لیگ کی حمایت اور پاکستان کے حصول کو ہر مسلمان کا سیاسی فرض قرار دیا ہے۔

۲۳. ان کے علاوہ مانکی شریف کے پیر صاحب مانکی اور دیگر اصفیاء نے شرعی پاکستان کے حصول کیلئے حکم صادر فرمایا ہے۔

۲۴. سجادہ نشین کربوغہ شریف کوہاٹ مولوی فضل حق صاحب قبلہ۔

۲۵. باچا صاحب بام خیل۔

۲۶. کاکا خیل حضرات۔

۲۷. حافظ عبدالرحیم صاحب سجادہ نشین سلوانہ۔

۲۸. بابا صاحب فقیرا ماخیل تحصیل ٹانک۔

۲۹. مولینا حافظ حضرت محمد ابراہیم صاحب سجادہ نشین موسےٰ زئی شریف تحصیل کلاچی۔

۳۰. استاذ العلماء مفتی اعظم حضرت مولینا مولوی سردار احمد صاحب شیخ الحدیث بریلی شریف۔

۳۱. حضرت مولینا حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی مرحوم کے خلف الرشید جانشین صاحبزادہ۔

۳۲. جانشین شیخ الہند حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند صدر المدرسین مدرسہ عالیہ ڈابھیل۔

۳۳. حضرت مولینا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی راہنمائے اہلحدیث۔

۳۴. حضرت مولینا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اہلحدیث۔

۳۵. حضرت مولینا مولوی داؤد محمد صاحب سرحدی سابق صدر جمعیت العلماء سرحد اور جملہ علمائے سرحد و جمعیت العلماء الاسلام نے متفقہ طور پر فرمایا ہے۔

• کہ سب مسلمانوں کا دینی فرض ہے۔ کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ اور پاکستان کے قیام کے لئے پانچوں پیش کرکے باعث صد افتخار سمجھیں کہ بغیر قیام پاکستان اس ملک میں باعزت زندگی محال ہے۔

اپیل

مندرجہ بالا مشائخ عظام و علمائے کرام کے ارشادات عالیہ کے مطابق مسلمانوں کو چاہیئے کہ حلقہ انتخاب ڈیرہ جنوبی و اختلافات جناب حضرت پیر صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب قبلہ سجادہ نشین زکوڑی شریف ڈیرہ اسماعیل خان اور جملہ مسلم لیگی امیدواروں کو کامیاب بنا کر اسلام کا بول بالا کریں۔

وما علینا الا البلاغ

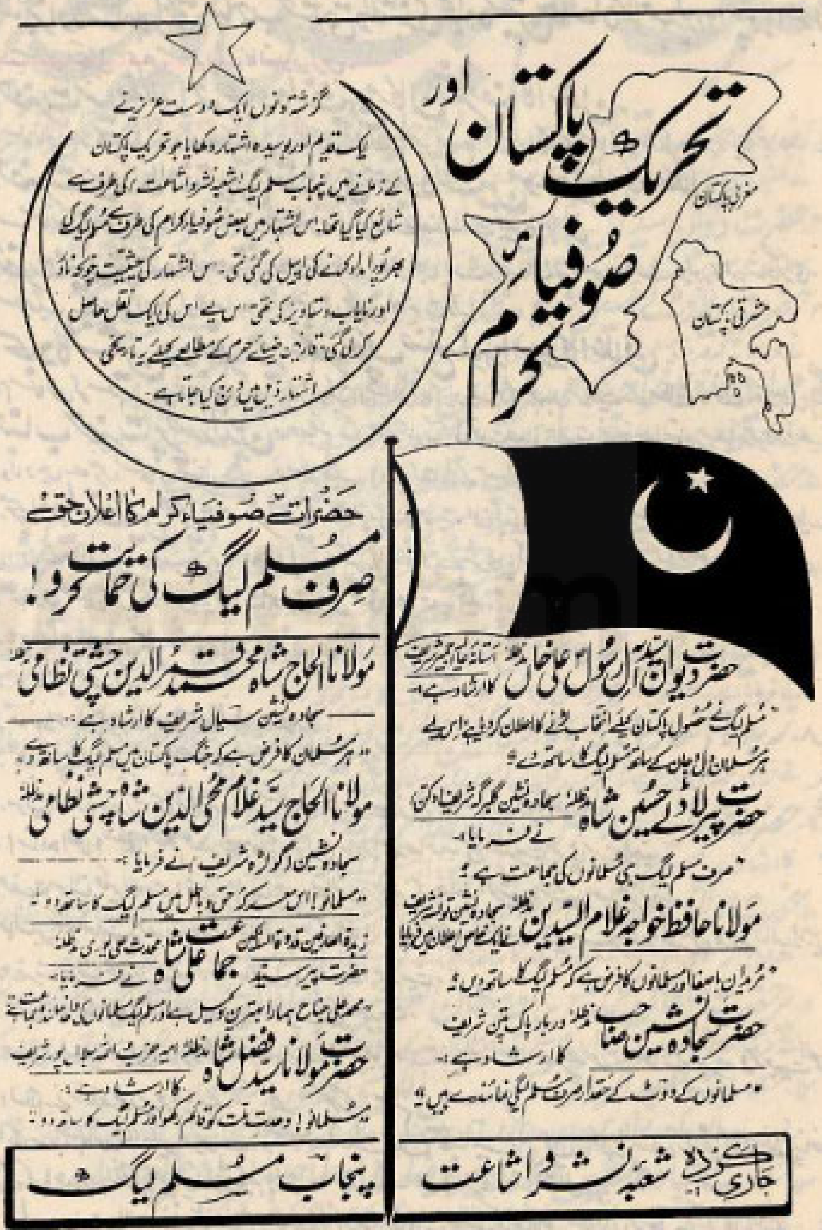
مغربی پاکستان
مشرقی پاکستان
ڈھاکہ

تحریک پاکستان اور صوفیائے کرام

گزشتہ دنوں ایک دوست عزیز نے
ایک قدیم اور بوسیدہ اشتہار دکھایا جو تحریک پاکستان
کے زمانے میں پنجاب مسلم لیگ شعبہ نشر و اشاعت کی طرف سے
شائع کیا گیا تھا۔ اس اشتہار میں بعض صوفیائے کرام کی طرف سے مسلم لیگ کی
بھرپور امداد کرنے کی اپیل کی گئی تھی۔ اس اشتہار کی حیثیت چونکہ نادر
اور نایاب دستاویز کی تھی اس لیے اس کی ایک نقل حاصل
کر لی گئی تاکہ قارئین ضیائے حرم کے مطالعہ کے لیے پیش کی جا سکے
اشتہار ذیل میں درج کیا جاتا ہے

حضرات صوفیاء کرام کا اعلان حق

صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو!

مولانا الحاج شاہ محمد قمر الدین چشتی نظامی مدظلہ
سجادہ نشین سیال شریف کا ارشاد ہے:-
"ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دے۔"

مولانا الحاج سید غلام محی الدین شاہ چشتی نظامی مدظلہ
سجادہ نشین گولڑہ شریف نے فرمایا:
"مسلمانو! [illegible] مسلم لیگ کا ساتھ دو۔"

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری مدظلہ نے فرمایا:
[illegible]
"محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی [illegible]"

حضرت مولانا سید فضل شاہ مدظلہ امیر حزب اللہ جلال پور شریف
کا ارشاد ہے:
"مسلمانو! وحدت ملت کو قائم رکھو اور مسلم لیگ کا ساتھ دو۔"

حضرت دیوان سید آل رسول علی خان مدظلہ سجادہ نشین اجمیر شریف کا ارشاد ہے:-
"مسلم لیگ نے حصول پاکستان کیلئے انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا ہے اس لیے
ہر مسلمان اپنی جان کے ساتھ مسلم لیگ کا ساتھ دے۔"

حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ مدظلہ سجادہ نشین گھگڑ شریف [illegible]
نے فرمایا:-
"صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے۔"

مولانا حافظ خواجہ غلام السدید الدین مدظلہ سجادہ نشین تونسہ شریف نے ایک خاص اعلان میں فرمایا
"مریدان باصفا اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔"

حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ دربار پاکپتن شریف
کا ارشاد ہے:-
"مسلمانوں کے ووٹ کے حقدار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں۔"

جاری کردہ شعبہ نشر و اشاعت
پنجاب مسلم لیگ

ماہنامہ ضیائے حرم
جون ۱۹۷۶

جناب محمد حنیف شاہد مشائخ عظام کی تحریک پاکستان میں خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جب صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں، صوفیوں اور روحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا، تو اس میں ایک تجویز منظور ہوئی جس میں مسلم لیگ سے وفاداری اور قائد اعظم کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ سجادہ نشین پیر مانکی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کو حصول پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہئے، جہاں وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے۔ حصول پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ صرف مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے لئے کوشاں ہے۔"[1]

خواجہ حسن نظامی نے ۱۲ر نومبر ۱۹۴۵ء کو مندرجہ ذیل بیان دیا:-

"حضرت پیر مہر علی شاہ کے سجادہ نشین پیر غلام محی الدین نے اپنے سب مریدوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں......"[2]

۲۰ر جنوری ۱۹۴۶ء کو حضرت پیر عبدالرشید سجادہ نشین دربار بو علی قلندر پانی پت نے حسب ذیل بیان دیا:

---

[1] اسلام اور قائد اعظم: محمد حنیف شاہد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۲

[2] ایضاً، ص ۱۴۳

"اس وقت مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے اور پاکستان مسلمانانِ ہند کا بہترین نصب العین ہے۔"[1]

۱۸ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء کو سید محی الدین لال بادشاہ (پیر مکھڈ شریف) ایم ایل اے نے مسلم لیگ میں شمولیت کے وقت قائدِ اعظم کو ایک مکتوب میں لکھا:

"میں نہایت مسرت و ابتہاج کے ساتھ آپ کی وساطت سے اپنی ناچیز خدمات ملتِ اسلامیہ کے حضور پیش کرتا ہوں ..... مفادات کے لیے میری حقیر پیش کش کو قادرِ مطلق قبول فرمائے ..... اس وقت ہر فردِ ملت کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائے۔ یہ فرض ہر دوسرے فرض پر مقدم ہے ....."[2]

مولانا عبدالحامد بدایونی پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی زیرِ صدارت منعقد ہونے والے اس جلسہ میں آپ نے خطاب بھی فرمایا۔ اس کے بعد ۱۹۳۷ء کے لکھنؤ کے سیشن میں مولانا نے باقاعدہ عملی طور حصہ لیا اور تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔ سنہ ۱۹۴۰ء کی قراردادِ پاکستان کی حمایت میں تاریخی اجتماع سے آپ کا خطاب ہمیشہ یادگار رہے گا۔ مسلم لیگ کے ایماء پر بیرونی ممالک کا دورہ کر کے مطالبہ پاکستان کی وضاحت کی۔ ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۴۷ء کو مولانا بدایونی نے مشرقِ وسطیٰ کا دورہ کے تاثرات کو یوں بیان کیا:

"میں جلالۃ الملک ابن سعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے پاکستان کے نظریہ کی بہت تائید فرمائی اور مسٹر جناح کی سیاسی دور اندیشی

---

[1] ایضاً ، ص ۱۴۳ ، ۱۴۴

[2] ایضاً ، ص ۱۴۵

کا اعتراف کرتے رہے ..... مصر اور دیگر بلادِ اسلامیہ کے اکابر کا نظریہ بھی یہی ہے کہ وہ سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ "مسٹر جناح اسلام کے قائدِ اعظم ہوں گے"[1]

الہ آباد کے مسلم لیگ کے صوبائی اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے فرمایا:

"میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے جو کچھ طے کر لیا ہے۔ وہ اسے حاصل کر کے رہے گا۔"

"ہم طے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو، ہم پاکستان چاہتے ہیں، پاکستان کو حاصل کر کے رہیں گے اور پاکستان کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے۔"[2]

مولانا کرم علی ملیح آبادی نے الہ آباد صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں خطاب کے دوران فرمایا:

"مسلمانوں کا رواں رواں پاکستان سے بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان کو پاک و صاف رہنے، پاک صاف لباس پہننے، پاک غذا کھانے اور پاک زمین پر رہنے کا حکم ہے۔"

"میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان ایک شرعی مطالبہ ہے۔"[3]

علمائے اہلِ سنت نے مطالبۂ پاکستان کی وضاحت اور مسلم لیگ کے موقف کی حمایت میں اندرونِ ملک شہر شہر اور قریہ قریہ طوفانی دورے کئے، جس کے نتیجے میں

---

[1] ایضاً ص ۱۶۴

[2] روزنامہ مساوات لاہور ۱۵ اگست سنہ ۱۹۷۶ء یوم استقلال ایڈیشن، ص ۳

[3] ایضاً

لوگ دھڑا دھڑ مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے اور اہل سنت کی مساجد مسلم لیگ کا پلیٹ فارم بن گئیں۔ بیرون ملک رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے مختلف ممالک کے دورہ پر علمائے اہل سنت کی مساعی نہایت قابل قدر ہیں خود مسلم لیگ نے ان سُنّی علماء و مشائخ کو بیرونی ممالک کے دورہ پر روانہ کیا تاکہ مسلمانوں کے موجودہ سیاسی موقف کو دنیا پر واضح کریں۔ مشہور صحافی جناب مختار حسن کی یہ رائے کتنی غیر جانبدارانہ ہے، جس میں انہوں نے سُنّی علماء و مشائخ کی مساعی کا بالعموم اور مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی کا بالخصوص ذکر کیا ہے:

"مولانا عبدالعلیم صدیقی بہت عظیم مبلغِ اسلام تھے۔ کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں کے ۵۰ ہزار افراد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ تحریکِ پاکستان کے لئے کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ان کا نام بڑا نمایاں تھا۔ انہوں نے بیرونِ ملک بھی برصغیر کے مسلمانوں کی سیاست اور مطالبۂ پاکستان کو واضح کرنے کے لئے دورے کئے۔ مولانا صدیقی پاکستان آئے، تو پہلی عیدِ آزادی کی امامت کی۔ قائد اعظمؒ نے انہی کی اقتدا میں یہ نماز ادا کی تھی۔"[1]

جناب منیر احمد منیرؔ نے علامہ صدیقی کی خدمات کا اس طرح اعتراف کیا ہے:

"قائد اعظم نے انہیں اسلامی ممالک میں تحریکِ پاکستان کے لئے راہ ہموار کرنے کے مشن پر بھیجا تھا۔"[2]

قیام پاکستان کے سلسلہ میں سُنّی علمائے کرام کی مساعی جمیلہ اور بیرون ہند دوروں سے متعلق اخبار "دبدبۂ سکندری" رام پور کی بعض اشاعتوں کے عکس آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۰

[2] ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۶ جون ۱۹۷۲ء، ص ۱۲

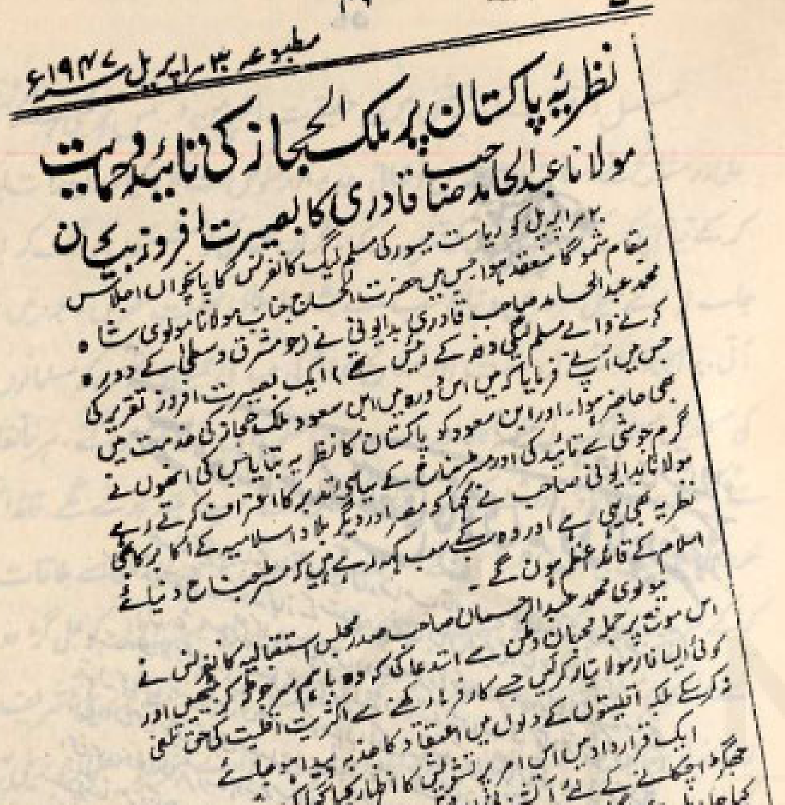

مطبوعہ ۳۰ / اپریل ۱۹۴۷ء

نظریۂ پاکستان پر ملک الحجاز کی تائید و حمایت

مولانا عبدالحامد صاحب قادری کا بصیرت افروز بیان

۲۰ / اپریل کو ریاست میسور کی مسلم لیگ کانفرنس کا پانچواں اجلاس بمقام شموگا منعقد ہوا جس میں حضرت الحاج جناب مولانا مولوی شاہ محمد عبدالحامد صاحب قادری بدایونی نے (جو مشرق وسطیٰ کے دورہ کرنے والے مسلم لیگی وفد کے رئیس تھے) ایک بصیرت افروز تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ میں اس دورہ میں ابن سعود ملک حجاز کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ اور ابن سعود کو پاکستان کا نظریہ بتایا جس کی انہوں نے گرمجوشی سے تائید کی [illegible] مولانا بدایونی صاحب نے [illegible] نظریہ بھی [illegible] اعتراف کرتے رہے [illegible] اسلام کے قائد اعظم ہوں گے۔

مولوی محمد عبدالاحسان صاحب صدر مجلس استقبالیہ کانفرنس نے اس موقع پر [illegible] کوئی ایسا فارمولا تیار کریں جسے کار فرما رکھنے سے اکثریت اقلیت کی حق تلفی [illegible] ایک قرارداد میں [illegible] کا اظہار کیا گیا تھا [illegible]

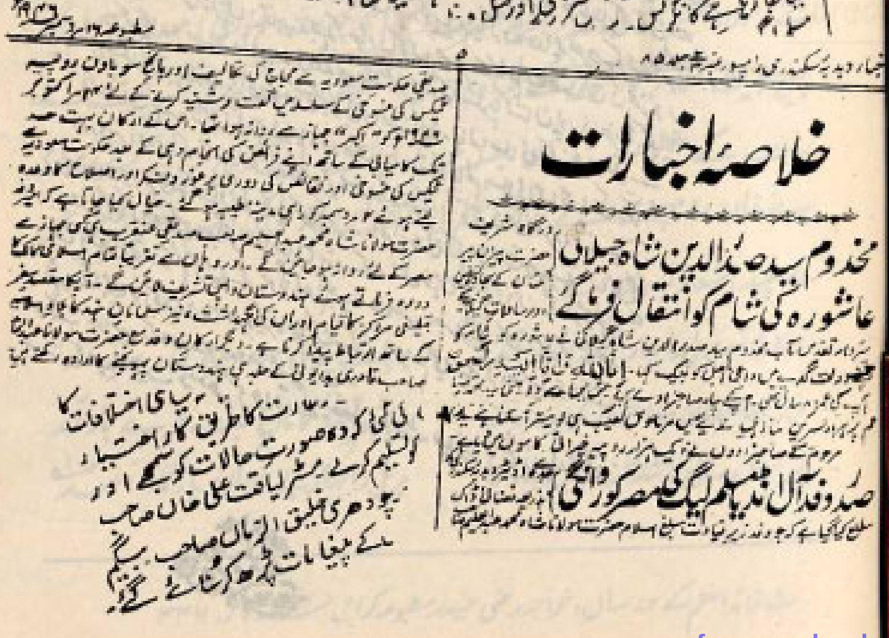

خلاصۂ اخبارات

مخدوم سید صدر الدین شاہ جیلانی عاشورہ کی شام کو انتقال فرما گئے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

صدر وفد آل انڈیا مسلم لیگ کی مصر کو روانگی

[illegible] کی گئی کہ وہ صورت حالات کو سمجھے اور سیاسی اختلافات کا [illegible] طریق کار اختیار [illegible] مسٹر لیاقت علی خاں صاحب چودھری خلیق الزمان صاحب [illegible] کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔

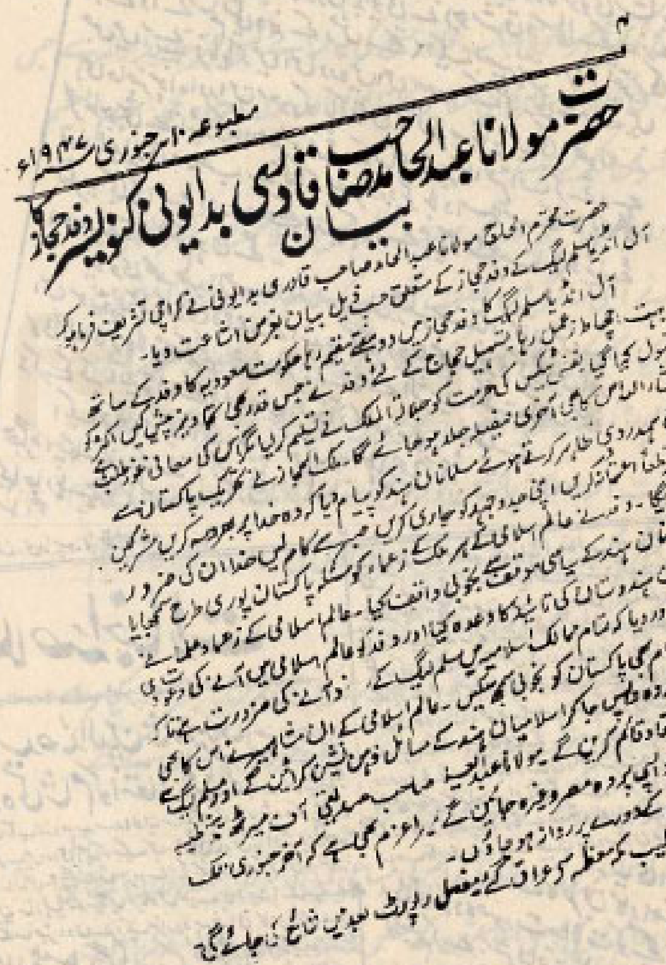

مطبوعہ ۱۰ر جنوری ۱۹۴۶ء

بیان حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی ممبر وفد حجاز

مفصل رپورٹ بعد میں شائع کی جائے گی

مسلسل واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ سُنّی علماء و مشائخ نے مطالبۂ پاکستان میں انتہائی جذبہ اور خلوص سے کام کیا، دن رات ایک کر کے قیامِ پاکستان کی منزل کو قریب کیا۔ اگر ان علماء کی کوششوں کو الگ کر لیا جائے تو اتنے قلیل عرصہ میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت معرضِ وجود میں نہ آتی۔ یہ اکابر علمائے اہلِ سُنّت اور مشائخ عظّام کی مساعی جمیلہ ہی تھیں کہ مسلمانوں کی مسجدیں مسلم لیگ کی جلسہ گاہ اور مدرسے و دارالعلوم اس کے دفتر بن گئے۔ ہر خانقاہ سے "پاکستان زندہ باد" اور "لے کے رہیں گے پاکستان" کے نعرے بلند ہونے لگے۔ قائدِ اعظم خود ان حضرات کی مخلصانہ مساعی کے معترف تھے۔ مختلف موقعوں پر ان سے ملاقات کر کے مزید تعاون کے خواہاں رہے۔ چنانچہ جب ۱۷ر مارچ ۱۹۳۹ء کو علی گڑھ سے واپسی پر مسلمانانِ بریلی کی دعوت پر مسلم لیگ کے تنظیمی دورے پر بریلی تشریف لائے تو بدایوں، شاہجہاں پور، مراد آباد اور قرب و جوار کے ہزارہا مسلمان بریلی پہنچ گئے۔ مولانا حکیم قاری احمد (نبیرہ حضرت وصی احمد محدّث سورتی) صدر سٹی مسلم لیگ، پیلی بھیت صدہا کارکنوں کے ہمراہ پرجوش استقبال کے لئے بریلی تشریف لائے۔ رات کے عظیم الشان جلسہ میں گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی کے ہیڈ مولوی سبنّے خاں رامپوری نے قائدِ اعظم کی شان میں فارسی کی ایک نظم پڑھی، جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

جناح آمد بریلی را بہار اندر بہار آمد — برائے پیشوائی صد ہزار اندر ہزار آمد
ہجوم عاشقان دیدار جو در کوچہ و برزن — بہ شہرِ تشنہ کامانِ محبت جوئے بار آمد
ہزاراں سال باشد تازہ و خرم بہار ما — بریلی را بہارِ بے خزاں یادگار آمد[1]

---

[1] قائدِ اعظم کے ۷۲ سال: خواجہ رضی حیدر، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۳۳۶

جمعیت علمائے پاکستان کے مقتدر راہنما اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے سابق ممتاز رکن مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی نے اپنے ایک انٹرویو میں سنی علماء کی سیاسی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کو کامیاب بنانے کے لئے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی علیہما الرحمۃ کی معیت میں ملک کے طول و عرض (یو۔ پی، سی۔ پی، بہار، پنجاب، مغربی و مشرقی بنگال) کے دورے کرتا رہا۔ اس کانفرنس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں تحریک آزادی کو ایک نئی زندگی بخشی، مجاہد ملت مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی اور حضرت مولانا صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محل (لکھنؤ) کی رفاقت میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسوں، کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں میں شرکت کرتا رہا۔ نواب محمد اسماعیل خاں صاحب صدر صوبائی مسلم لیگ (یو۔ پی) کی زیر قیادت میں نے شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء و یکم، ۲ جنوری ۱۹۴۶ء مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے شرکت کی۔ اور ۱۸۵۷ء سے لے کر تحریک پاکستان تک مسلمانوں کی جدو جہد آزادی مختصر طور پر صدارتی خطبہ میں پیش کی۔"[1]

---

[1] انٹرویو: شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی از محمد صدیق سعیدی، ملتان (قلمی)

حسنِ اتفاق: یہ صفحات کتابت کے مرحلہ میں تھے کہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۹ جنوری ۱۹۴۶ء دستیاب ہوا۔ جس میں مذکورہ تاریخی خطبہ صدارت شائع ہوا۔ اس کا عکس آئندہ صفحات پر ہدیۂ ناظرین ہے۔

(مرتب)

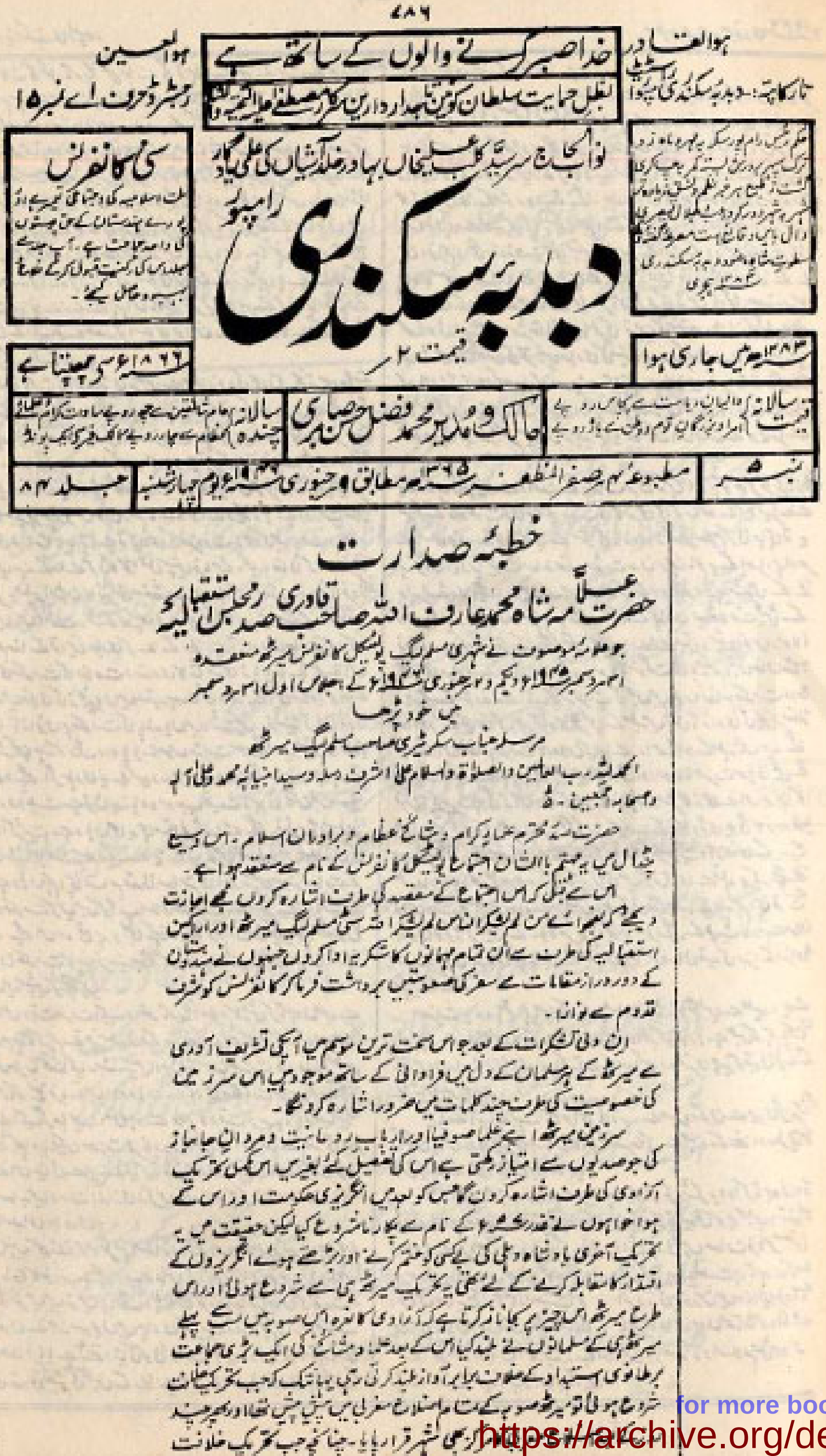

۴۸۶

ہوالمعین
رجسٹرڈ حرف اے نمبر ۱۵

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
بطفیل حمایت سلطان کونین تاجدار دارین محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

ہوالقادر
رجسٹرڈ
تار کا پتہ: دبدبۂ سکندری رامپور

سنی کانفرنس

نواب الحاج سر سید کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

رامپور

دبدبۂ سکندری

قیمت ۲ ر

سنہ ۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

نمبر ۵ | مطبوعہ ۷ ماہ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۹ جنوری ۱۹۴۶ء یوم چہارشنبہ | جلد ۸۴

خطبۂ صدارت

حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری صدر مجلس استقبالیہ

جو علامہ موصوف نے شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۰ و ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء و یکم و ۲ جنوری ۱۹۴۶ء کے اجلاس اول ۳۰ دسمبر میں خود پڑھا

مرسلہ جناب سکریٹری صاحب مسلم لیگ میرٹھ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف رسلہ وسید انبیائہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرات محترم علمائے کرام و مشائخ عظام و برادران اسلام۔ اس وسیع پنڈال میں یہ عظیم الشان اجتماع پولیٹیکل کانفرنس کے نام سے منعقد ہوا ہے۔

اس سے قبل کہ اس اجتماع کے مقصد کی طرف اشارہ کروں مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے اور [illegible] سنی مسلم لیگ میرٹھ اور اراکین استقبالیہ کی طرف سے ان تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے ہندوستان کے دور دراز مقامات سے سفر کی صعوبتیں برداشت فرما کر کانفرنس کو شرف قدوم سے نوازا۔

ان دلی تشکرات کے بعد جو اس سخت ترین موسم میں آپکی تشریف آوری سے میرٹھ کے ہر مسلمان کے دل میں فراوانی کے ساتھ موجود ہیں اس سرزمین کی خصوصیت کی طرف چند کلمات میں ضرور اشارہ کروں گا۔

سرزمین میرٹھ اپنے علماء، صوفیا اور ارباب روحانیت و مردان جانباز کی جو صدیوں سے امتیاز رکھتی ہے اس کی تفصیل کے بغیر اس عملی تحریک آزادی کی طرف اشارہ کروں گا جس کو بعد میں انگریزی حکومت اور اس کے ہوا خواہوں نے غدر ۱۸۵۷ء کے نام سے پکارنا شروع کیا لیکن حقیقت میں یہ تحریک آخری بادشاہ دہلی کی بے بسی کو ختم کرنے اور بڑھتے ہوئے انگریزوں کے اقتدار کا مقابلہ کرنے کے لئے تھی۔ یہ تحریک میرٹھ ہی سے شروع ہوئی اور اس طرح میرٹھ اس چیز پر بجا فخر کرتا ہے کہ آزادی کا نعرہ اس صوبہ میں سب سے پہلے میرٹھ کے مسلمانوں نے بلند کیا۔ اس کے بعد علماء و مشائخ کی ایک بڑی جماعت برطانوی استبداد کے خلاف برابر آواز بلند کرتی رہی یہاں تک کہ جب تحریک خلافت شروع ہوئی تو میرٹھ صوبہ کے [illegible] مغربی یو پی میں پیش پیش تھا اور پھر [illegible] مرکزی شہر قرار پایا۔ چنانچہ جب تحریک خلافت

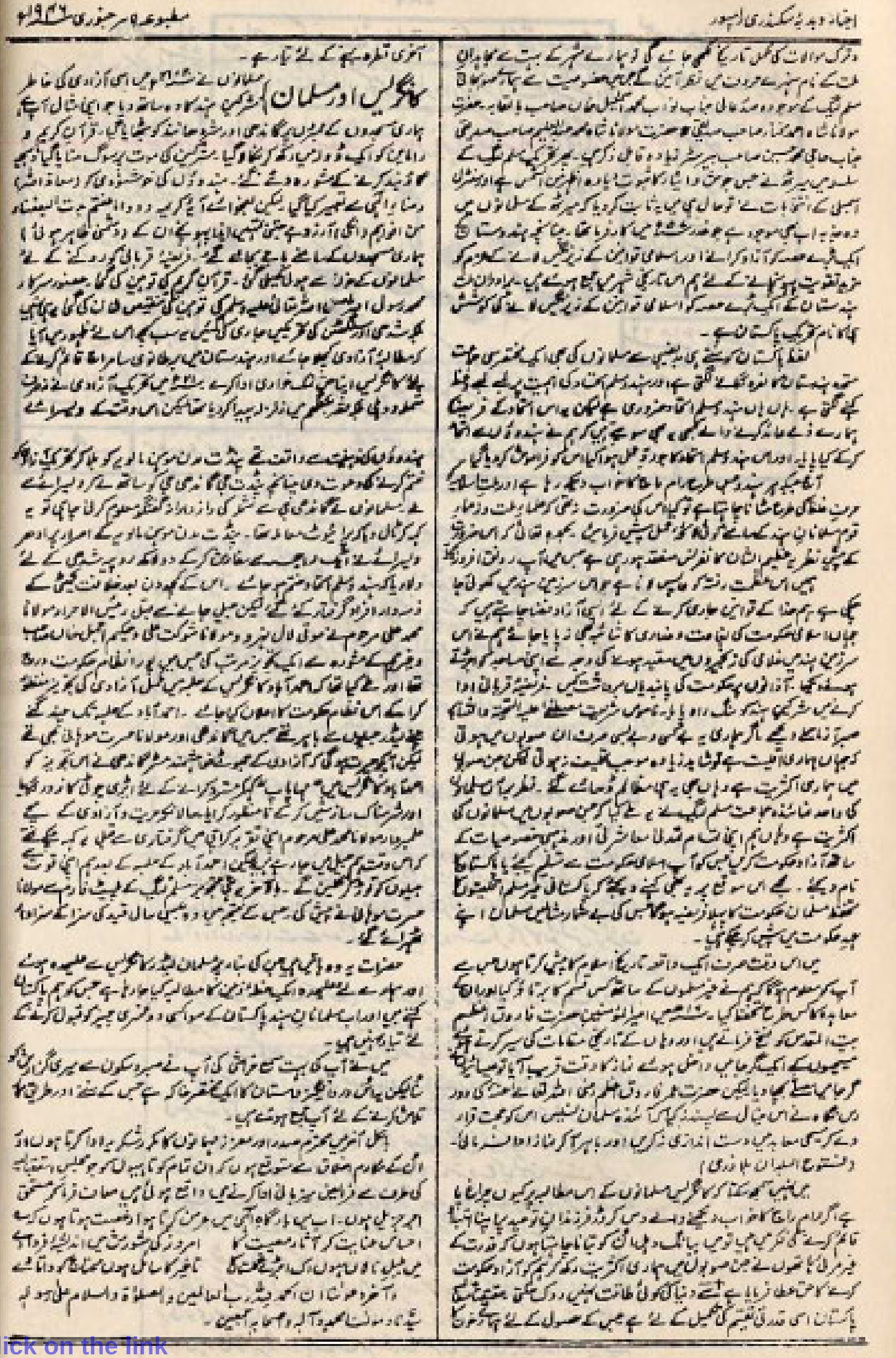

کانگریس اور مسلمان

نظریہ پاکستان، قرارداد پاکستان اور قیام پاکستان کی منزل تک کے سفر میں سُنّی مشائخ و علماء کے کردار کی ادنٰی سی جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے کہ اس کے لئے کئی دفاتر درکار ہیں۔

چلتے چلتے نظریہ پاکستان کے مخالفین اور متحدہ قومیت کے علمبرداروں کے طرزِ عمل پر بھی ایک نظر ڈالئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ جو لوگ ——— آج ——— قیام پاکستان تک کی منزل کی تمام کارروائی اپنے نام لکھوانا چاہتے ہیں ان کا کردار کیسا رہا۔ تاریخ کی یہ ستم ظریفی نہیں تو کیا ہے کہ آج وہ لوگ پاکستان کے کرتا دھرتا بن بیٹھے ہیں جنہیں لفظ "پاکستان" سے بھی چڑ تھی ؎

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جمعیت العلماء ہند کے صدر جناب مولوی حسین احمد مدنی اپنے ایک قلمی دستخط شدہ فتوٰی میں لکھتے ہیں:

"ہم نے جہاں تک چھان بین کی پاکستان کا مطالبہ برطانوی خواہشوں اور اونکی دسیسہ کاریوں کے مطابق ہے ..... ہماری سمجھ میں ابتک یہ مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہے۔ اور بالخصوص اون مسلمان لوگوں کو جو کہ اقلیت والے صوبوں یوپی، بہار، مدراس، برار، بمبئی، راجپوتانہ، مالوہ وغیرہ میں رہتے ہیں مزید مشکلات کا سامنا ہو جائے گا جن کے لئے مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ میں تم اقلیت والوں کو اکثریت والوں پر قربان کرتے ہوئے تمہاری نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہون

واللہ اعلم

(دستخط) ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۳ ذی قعدہ ۶۴ھ"[1]

مسلم اقلیت والوں کو اکثریت والے علاقوں پر قربان کرنے اور ان کا جنازہ پڑھنے کا بہتان ——— کانگریسی ذہن کی پیداوار تھا۔ حالانکہ ملک تقسیم ہوتا یا نہیں، اقلیت تو بہرحال اقلیت ہی رہتی۔ مگر رشتہ اسلام کی بنا پر مسلم اقلیت والے صوبوں نے تحریک پاکستان میں اس قسم کی قربانیاں دیں جن کی مثال نہیں۔ محمد مظفر مرزا ایم اے اور پروفیسر البیرونی کی غیر جانبدارانہ رائے ملاحظہ ہو:

"جب قرار دادِ لاہور منظور ہوئی تو کانگرس کے بعض حلقوں میں جن کے سربراہ مسلمان کانگریسی تھے، یہ تنقید پیش کی تھی کہ اس قرارداد میں مسلم اکثریتی علاقوں کا ہی مسئلہ پیش نظر رکھا گیا ہے اور ہندو اکثریت کے علاقوں کے مسلمانوں کے مفادات کو قابلِ توجہ تصور نہیں کیا گیا، ہندو اکثریت کے صوبوں کے مسلمان باشندوں کو تجویز کردہ پاکستان سے کیا حاصل ہو گا؟ اس پر حضرت قائد اعظمؒ نے ہندو اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اس پروپیگنڈے کا مقصد محض مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ملک تقسیم ہو یا نہ ہو، وہ اپنے علاقوں میں ہر لحاظ سے اقلیت کے طور پر رہیں گے، لہٰذا انہیں اپنے بھائیوں کے راستے میں رکاوٹ کا باعث نہ بننا چاہئے"[2]

مطالبۂ پاکستان کی مخالفت میں جاری ہونے والے کانگرس کے ہمنوا مولوی حسین احمد مدنی کے قلمی فتویٰ کا عکس آئندہ صفحہ پر دیا جا رہا ہے۔

---

[1] قلمی فتویٰ جناب حسین احمد مدنی مورخہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ (نومبر ۱۹۴۵ء)

[2] تحریک پاکستان اور آئین پاکستان، مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۰

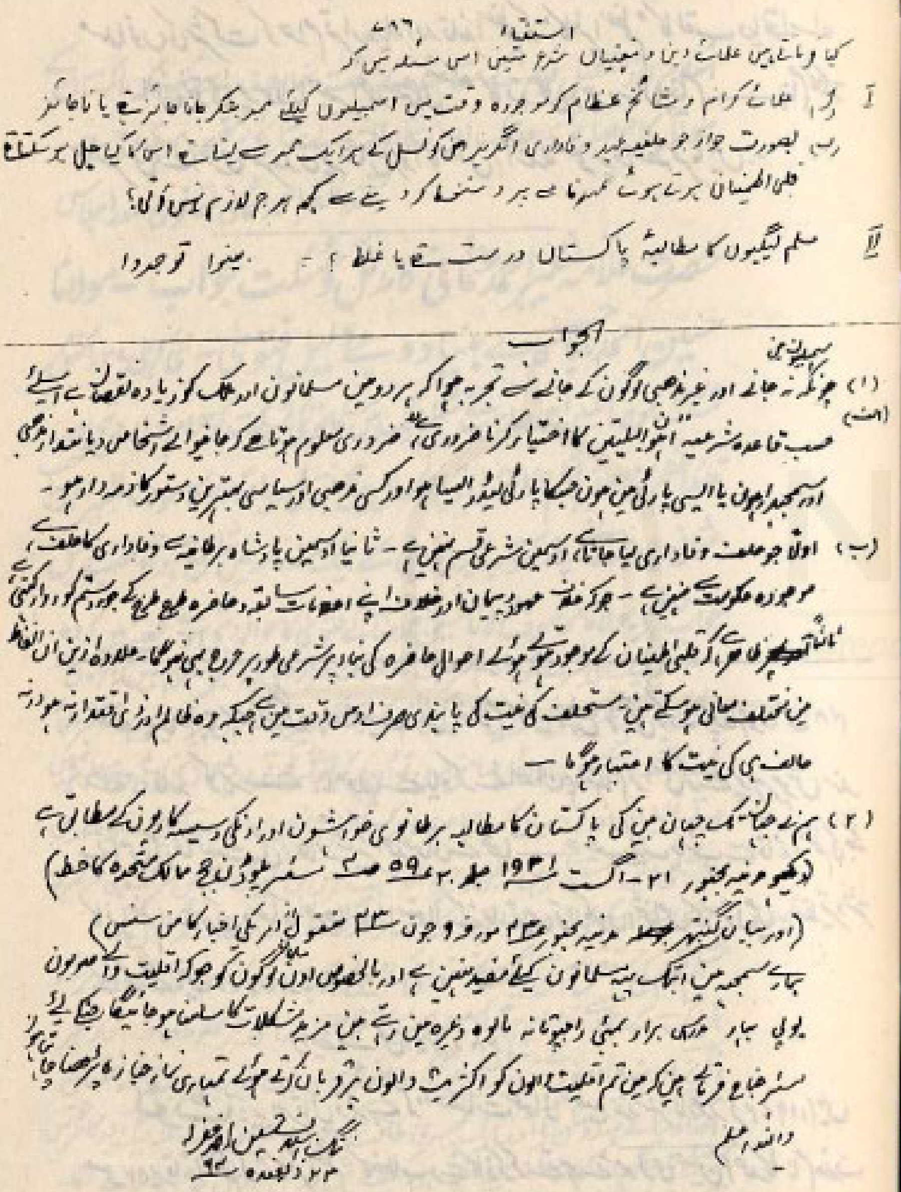

استفتاء ۴۹۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) (الف) علمائے کرام و مشائخ عظام کو موجودہ وقت میں اسمبلیوں کیلئے ممبر بننا جائز ہے یا ناجائز

(ب) بصورت جواز جو حلف جدید وفاداری انگریزی کونسل کے ہر ایک ممبر سے لیا جاتا ہے اس کا کیا حل ہو سکتا ہے علی الخصوص [illegible] ہوتے ہوئے [illegible] ہر دستخط کر دینے سے کچھ حرج لازم نہیں آتا؟

(۲) مسلم لیگیوں کا مطالبۂ پاکستان درست ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) (الف) چونکہ نہ جانے اور غیر مذہبی لوگوں کے جانے سے تجربہ ہوا کہ ہر دو میں مسلمانوں اور ملک کو زیادہ نقصان ہے اس لیے حسب قاعدہ شرعیہ "اہون البلیتین" کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے اشخاص دیانتدار ہوں اور سمجھدار ہوں یا ایسی پارٹی میں ہوں جسکا پارٹی لیڈر ایسا ہو اور کسی مذہبی اور سیاسی بہتر دستور کا ذمہ دار ہو۔

(ب) اولاً جو حلف وفاداری لیا جاتا ہے اس میں شرعی قسم نہیں ہے۔ ثانیاً اس میں بادشاہ برطانیہ سے وفاداری کا حلف ہے موجودہ حکومت سے نہیں ہے۔ چونکہ عہد و پیمان اور خلاف اپنے اعتقادات [illegible] حاضرہ [illegible] کو داخل [illegible] فرما دیں گے علی الخصوص ان کے موجود ہوتے ہوئے احوال حاضرہ کی بنا پر شرعی طور پر حرج بھی نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں ان الفاظ میں مختلف معانی ہو سکتے ہیں۔ مستحلف کی نیت کی یا بنیاد کی طرف اس وقت میں جبکہ وہ ظالم اور ناحق [illegible] ہو حالف ہی کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(۲) ہم نہ جناح لیگ جیسا ہم کی پاکستان کا مطالبہ برطانوی خواہشوں اور ان کی دسیسہ کاریوں کے مطابق ہے (دیکھو مدینہ بجنور ۲۱ اگست ۱۹۴۱ء جلد ۳۰ نمبر ۵۹ صفحہ ۲ سفیر [illegible] مالک متحدہ کا خط) (اور بیان لارڈ لنلتھگو [illegible] مدینہ بجنور [illegible] مورخہ ۹ جون ۱۹۴۳ء منقول از [illegible] اخبار [illegible])

ہمارے سمجھ میں ابتک یہ مسلمانوں کیلئے مفید نہیں ہے اور بالخصوص ان لوگوں کو جو کہ اقلیت والے صوبوں یوپی بہار مدراس بمبئی [illegible] مالوہ وغیرہ میں رہتے ہیں مزید مشکلات کا سامنا ہو جائیگا جن کے لیے مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ تم اقلیت والوں کو اکثریت والوں پر قربان کرتے ہوئے تمہاری نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں

واللہ اعلم

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۳ ذی قعدہ ۶۴ھ

انہی مولوی حسین احمد نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ایک فتوے میں مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا، اور قائدِ اعظم کو "کافرِ اعظم" کا لقب دیا تھا۔[۱] اس فتویٰ پر مولانا شبیر احمد عثمانی[۲] کا ردِ عمل (جو رسالہ پیغام —— بنام کلکتہ کانفرنس کے آخری سرورق پر شائع ہوا کا عکس) آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:-

---

[۱] پیغام بنام موتمر کل ہند جمعیت علماء اسلام، کلکتہ، طبع ہاشمی بک ڈپو لاہور، ص ۴۸

[۲] قائد کو بُرے ناموں سے یاد کرنے اور ان پر اتہام تراشی کرنے پر ہر ہوش مند نے اس کی مخالفت کی، علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا —— "جب ایک جانب سے قائدِ اعظم کی جگہ کافرِ اعظم اور ملعون و عیار وغیرہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو لاکھوں اشخاص کے سینوں میں یہ لفظ تیر و خنجر بن کر لگتے ہیں . . . ."

(ایضاً — ص ۲۷، ۲۸)

نوٹ: یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ "خطباتِ عثمانی" طبع نذر سنز لاہور (۱۹۷۲ء) میں صفحہ ۲۰۹ پر قائدِ اعظم کو "کافرِ اعظم" کا خطاب دینے کا ذکر کرتے ہوئے مولوی حسین احمد کا نام حذف کر کے اس کی جگہ "ایک جلیل القدر عالم" لکھ دیا گیا ہے۔

(مرتب)

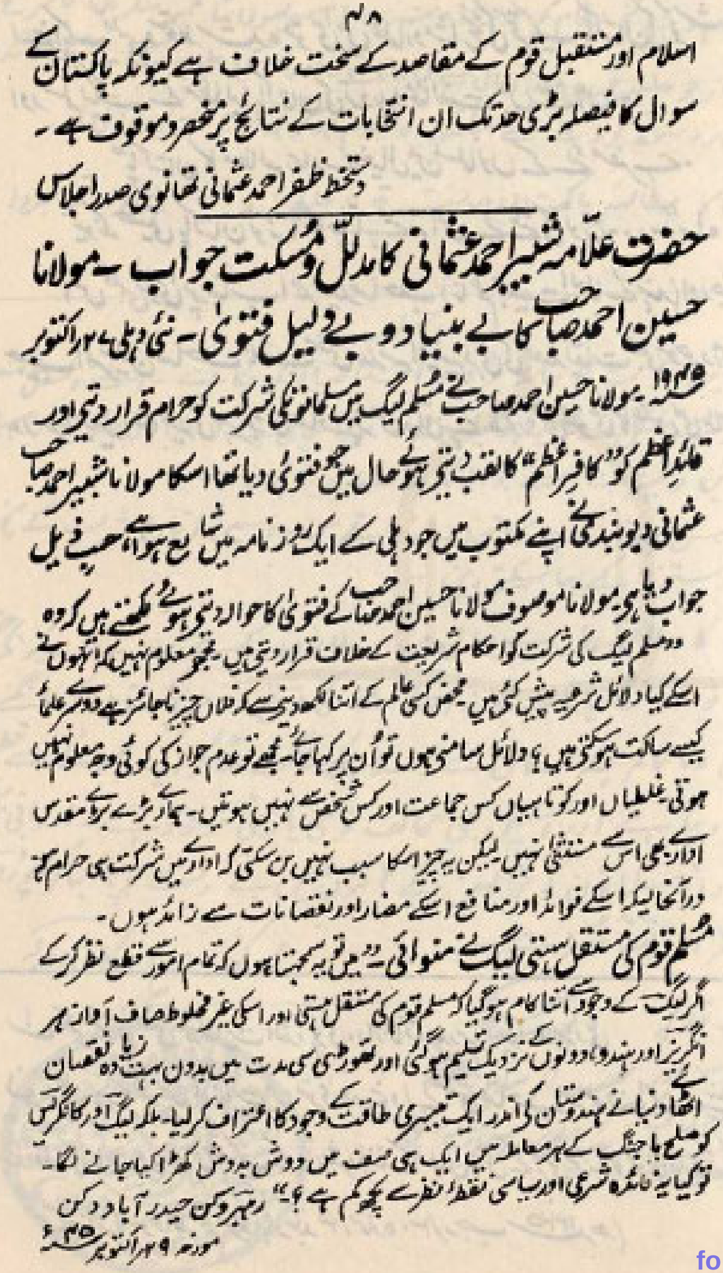

۴۸

اسلام اور مستقبل قوم کے مقاصد کے سخت خلاف ہے کیونکہ پاکستان کے سوال کا فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر منحصر و موقوف ہے۔

دستخط ظفر احمد عثمانی تھانوی صدر اجلاس

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا مدلّل و مُسکت جواب — مولانا حسین احمد صاحب کا بے بنیاد و بے دلیل فتویٰ — نئی دہلی ۲۰ر اکتوبر

۱۹۴۵ء۔ مولانا حسین احمد صاحب نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیتے اور قائدِ اعظم کو "کافرِ اعظم" کا لقب دیتے ہوئے حال ہی میں جو فتویٰ دیا تھا اسکا مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے اپنے مکتوب میں جو دہلی کے ایک روزنامہ میں شائع ہوا ہے حسبِ ذیل جواب دیا ہے۔ مولانا موصوف مولانا حسین احمد صاحب کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ مسلم لیگ کی شرکت کو احکام شریعت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے اسکے کیا دلائل شرعیہ پیش کئے ہیں۔ محض کسی عالم کے اتنا لکھ دینے سے کہ فلاں چیز ناجائز ہے دوسرے علماء کیسے ساکت ہو سکتے ہیں؟ دلائل سامنے ہوں تو اُن پر کہا جائے۔ مجھے تو عدم جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ غلطیاں اور کوتاہیاں کس جماعت اور کس شخص سے نہیں ہوتیں۔ ہمارے بڑے بڑے مقدس ادارے بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ لیکن یہ چیز اسکا سبب نہیں بن سکتی کہ ان اداروں میں شرکت ہی حرام کہہ درانحالیکہ اسکے فوائد اور منافع اسکے مضار اور نقصانات سے زائد ہوں۔

مسلم قوم کی مستقل ہستی لیگ نے منوائی — "میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمام امور سے قطع نظر کرکے اگر لیگ کے وجود سے اتنا کام ہو گیا کہ مسلم قوم کی مستقل ہستی اور اسکی غیر مخلوط صاف آواز پھر انگریز اور ہندو دونوں کے نزدیک تسلیم ہو گئی اور تھوڑی سی مدت میں بدون بہت زیادہ نقصان اٹھائے دنیا نے ہندوستان کے اندر ایک تیسری طاقت کے وجود کا اعتراف کر لیا۔ بلکہ لیگ اور کانگرس کو صلح یا جنگ کے ہر معاملہ میں ایک ہی صف میں دوش بدوش کھڑا کیا جانے لگا۔ تو کیا یہ فائدہ شرعی اور سیاسی نقطۂ نظر سے کچھ کم ہے؟"

رہبرِ دکن حیدر آباد دکن

مورخہ ۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء

جمعیت العلمائے ہند کے ایک اور رہنما جناب مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی اپنے ایک قلمی دستخط شدہ فتویٰ میں علماء و مشائخ کی تحریک پاکستان کی کوششوں اور مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی تردید و مخالفت میں لکھتے ہیں:۔

"پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔

کیونکہ حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے نہ اس کے ملنے کی توقع۔۔۔۔" ؎۱

اس قلمی فتویٰ پر جناب احمد سعید صاحب (ناظم جمعیت العلمائے ہند) اور جناب حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔ مدرسہ امینیہ اسلامیہ کی مہر بڑی صاف پڑھی جاتی ہے، مذکورہ قلمی فتویٰ کا عکس بھی ملاحظہ ہو:

؎۱ قلمی فتویٰ مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی، دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

نوٹ:۔ کانگریس کی حمایت میں فتویٰ دینے والے مفتی صاحب موصوف اس سے پہلے بھی ہندوؤں کی حمایت میں شدھی تحریک کے بانی شردھانند کے مسلمان قاتل کے جہنمی ہونے کا فتویٰ جاری کر چکے تھے۔

(ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد جلد ۳، شمارہ ۱۰، ۳۰/ رجب ۱۳۶۵ھ)

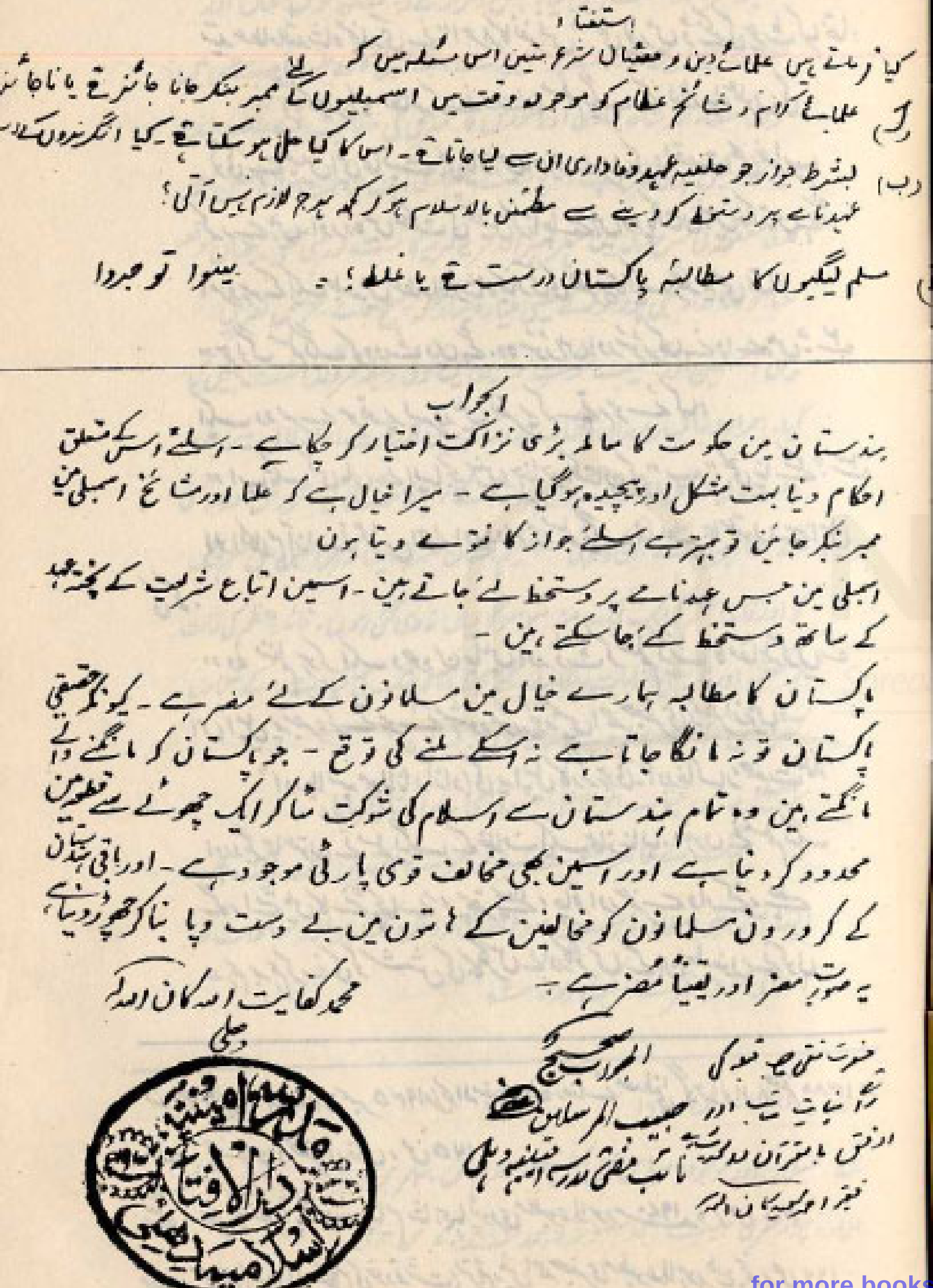

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(الف) علمائے کرام و مشائخ عظام کو موجودہ وقت میں اسمبلیوں کے لئے ممبر بنکر جانا جائز ہے یا ناجائز

(ب) بشرط جواز جو حلفیہ عہد وفاداری ان سے لیا جاتا ہے۔ اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ کیا انگریزوں کے عہدنامے پر دستخط کر دینے سے مطمئن بالاسلام ہو کر کچھ حرج لازم نہیں آتی؟

(ج) مسلم لیگیوں کا مطالبۂ پاکستان درست ہے یا غلط؟۔ بینوا توجروا

الجواب

ہندوستان میں حکومت کا معاملہ بڑی نزاکت اختیار کر چکا ہے۔ اسلئے اس کے متعلق احکام دینا بہت مشکل اور پیچیدہ ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ علما اور مشائخ اسمبلی میں ممبر بنکر جائیں تو بہتر ہے اسلئے جواز کا فتوے دیتا ہوں

اسمبلی میں جس عہدنامے پر دستخط لئے جاتے ہیں۔ اسمیں اتباع شریعت کے تحفظ کے ساتھ دستخط کئے جا سکتے ہیں۔

پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔ کیونکہ حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے نہ اسکے ملنے کی توقع۔ جو پاکستان کو مانگنے والے مانگتے ہیں وہ تمام ہندوستان سے اسلام کی شوکت مٹا کر ایک چھوٹے سے قطعہ میں محدود کر دینا ہے اور اسمیں بھی مخالف قومی پارٹی موجود ہے۔ اور باقی ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو مخالفین کے ہاتھوں میں بے دست و پا بنا کر چھوڑ دینا ہے یہ صورت مضر اور یقیناً مضر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ
دہلی

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی
نگاہ نہایت [illegible] ہے اور
[illegible]
فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

الجواب صحیح
حبیب المرسلین
نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

دارالافتاء
مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے "احرار کانفرنس" علی پور میں ڈنکے کی چوٹ کہا تھا:

> "(پاکستان کا مطالبہ کرنے والے) مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں۔ اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں خاکستان ہے"[1]

امروہہ کے ایک جلسہ میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کا ایک جملہ یہ بھی تھا:

"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں۔"[2]

ایک دوسرے موقعہ پر پسرور میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے"[3]

ابوالکلام آزاد نے مجلس احرار اور دوسری مسلم لیگ مخالف جماعتوں سے اپیل کی کہ۔

"وہ منظم ہو کر ایک وجود بن جائیں اور ڈٹ کر مسلم لیگ کا مقابلہ کریں"[4]

اس اپیل پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور مؤرخ رئیس احمد جعفری رقمطراز ہیں:۔

"اور بلاشبہ مولانا (آزاد) کی یہ اپیل کارگر ہوئی۔ اور خاکسار، جمعیت علماء اور دیگر جماعتوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک محاذ بنا لیا، انہوں نے مسلم لیگ کے راستے میں کانٹے بچھائے، پتھر پھینکے، چاقو اور خنجر سے وار کئے، جلسے درہم برہم کرنے کی کوشش کی کانگرس نے اور کانگرس کے ان حلیفوں نے کوئی

---

[1] اخبار ملاپ لاہور، ۲ دسمبر ۱۹۴۵ء/ بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۸ صفر ۱۳۸۸ھ

[2] چمنستان: ظفر علی خاں، ص ۱۶۵

[3] تاریخ نظریۂ پاکستان: پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۰ء، ص ۴۰۰

[4] آزادیٔ ہند (ابوالکلام کی خود نوشت) مترجم رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور طبع دوم، ص ۱۶۶

دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ مجلس احرار کے واعظانِ خوش مقال اور علمائے شیوا بیان دورے پر نکل پڑے۔ مجھے بمبئی کا وہ جلسہ یاد ہے جس میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور شورش کاشمیری کی خطابت نے رنگ باندھ دیا تھا لیکن بُری طرح پٹے۔ دیوبند کے طلبہ کی ایک جماعت مولانا حسین احمد مدنی مغفور کی سربراہی میں شہر شہر اور قریہ قریہ کا گشت کر رہی تھی۔ جہاں موقعہ ملتا مولانا آزاد بھی پرواز کر کے یعنی طیارہ پر اُڑ کر پہنچ جاتے۔ غرض تفریق بین المسلمین اور تضعیف شوکتِ مومنین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ احرار و خاکسار میدان انتخاب میں زورِ بیان اور قوت استدلال سے زیادہ دست و بازو کی طاقت کے بل پر اتر آئے، ہنگامہ آرائی کی، شورش اور بد امنی کے مظاہرے کئے۔ ان کا کوئی "عظیم الشان جلسہ" ایسا نہ ہوا جس میں مسلم لیگ کو اور قائداعظم کو ایک ایک منہ سو سو گالیاں نہ دی گئی ہوں۔ قائداعظم کی ذات پر گفتنی اور ناگفتنی الزامات نہ لگائے گئے ہوں، مسلم لیگ کی قیادت کے خلاف کفر و فسق کے فتوے نہ دیئے گئے ہوں۔"[1]

۱۹۳۹ء میں جناب ابوالاعلیٰ مودودی نے ارشاد فرمایا:

> "لیگ کے قائداعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو۔"[2]

---

[1] ایضاً، ص ۱۶۷

[2] مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۰/ بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء: چودھری حبیب احمد مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۶۶ء، ص ۲۰۸

صالح انقلاب کی داعی جماعت ——— جماعت اسلامی کے بانی جناب مودودی صاحب اس سے ایک قدم اور بڑھتے ہیں۔ مسلم لیگ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی فلاح وبہبود، اسلامی مملکت کے قیام اور دو قومی نظریہ کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل دوسری تمام ملی وسیاسی جماعتوں کو بھی بیک جنبش قلم بے عمل اور اسلامی تعلیمات سے ناواقف بتاتے ہیں، ملاحظہ ہو:

"اُس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام پر کام کر رہی ہیں۔ اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے۔ تو سب کی سب جنس کاسد (کھوٹ) نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین و مفتیان شرع متین۔ دونوں راہِ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔"[3]

۱۹۴۵-۴۶ء کے انتخابات جو مطالبۂ پاکستان کی بنیاد پر منعقد ہوئے تھے اور انہی کی بدولت مملکت خداداد پاکستان معرضِ وجود میں آئی تھی۔ اس نازک مرحلہ پر جماعت اسلامی نے مسلم لیگ کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا، جس کا صاف مطلب کانگریس کی خاموش حمایت تھا۔ اس سے حصول پاکستان کے کاز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔[4] "۱۹۴۵ء کا تاریخی الیکشن" کے عنوان سے جماعت اسلامی کا ترجمان "کوثر" رقمطراز ہے:

"بعض خوش فہم لیگی حضرات کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی اس الیکشن میں ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرے گی اور مسلم لیگ کا ساتھ

---

[3] ایضاً، ۷۸/ ایضاً
[4] روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲ر مئی ۱۹۷۸ء، ص ۴

دے گی۔ چنانچہ انہوں نے مخلصانہ طور پر جماعت اسلامی کو اس سلسلہ میں دعوت بھی دی، جو اُس نے ٹھکرا دی اور صاف اعلان کر دیا کہ:

"ووٹ اور الیکشن کے معاملہ میں ہماری پوزیشن صاف ذہن نشین کر لیجئے، پیش آمدہ انتخابات یا آئندہ آنے والے انتخاب کی اہمیت جو کچھ بھی ہو اور ان کا جیسا بھی اثر ہماری قوم یا ملک پر پڑتا ہو۔ بہرحال ایک بااُصول جماعت ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے یہ ناممکن ہے۔ کہ کسی وقتی مصلحت کی بنا پر ہم ان اُصولوں کی قربانی گوارا کر لیں۔ جن پر ایمان لائے ہیں۔"[5]

یہ بات تاریخ سے حذف نہیں کی جا سکتی کہ جس وقت مسلم لیگ قائداعظمؒ کی عظیم قیادت میں پاکستان کے قیام کے لئے غیر مسلم اقوام سے صف آرا تھی تو جماعت اسلامی نے ..... نہ اشتراک کیا نہ تعاون کیا بلکہ مخالفت میں پیش پیش رہی[6] ——— لیکن یہ ایک طرفہ تماشہ ہے کہ پچھلے دنوں میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی نے ایک بیان میں اس قسم کا تاثر دیا کہ پاکستان کے بانیوں میں جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی ہیں۔ لیکن بھلا ہو جناب مودودی صاحب کا، جنہوں نے دبے لفظوں میں میاں صاحب کے بیان کی تردید کرتے ہوئے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ پاکستان کی تحریک میں ہم نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

پاکستان کی مخالفت میں کام کرنے والی مختلف جماعتوں کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ضیاء الاسلام تحریر کرتے ہیں:

---

[5] کوثر ۲۸ر اکتوبر ۱۹۴۵ء / بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۴۰۹، ۴۱۰
[6] روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۰ر مئی ۱۹۷۸ء، ص ۲

"اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ جمعیت العلمائے ہند، مجلس احرار اور یونی نسٹ پارٹی کے گٹھ جوڑ نے ہمارے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جو ناپاک سازش مرتب کی تھی، وہ خضر حیات ٹوانہ اور کانگرس کی کولیشن حکومت کی صورت میں منظر عام پر آگئی اور ان دشمنانِ اسلام نے پنجاب کے مسلم اکثریتی صوبے میں پاکستان کے مخالفین کا تسلط قائم کر دیا اور ابوالکلام آزاد بہ نفسِ نفیس اس کام کی تکمیل کے لئے لاہور میں عرصہ دراز مقیم رہے۔ تاکہ پاکستان کے حصول کے مقصد کو ضرب کاری لگائی جا سکے۔" [1]

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں:-

"تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس قسم کے دوسرے لوگ مثلاً ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی صدر جمعیت علماء ہند اپنے دور میں فن خطابت کے امام تھے۔ ہندو کانگرس نے ان کے فن خطابت ہی کی وجہ سے ان کو بھاری قیمت کے عوض خرید رکھا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں جب کانگریس نے رابطۂ عوام کی ہمہ گیر مہم شروع کی۔ تو سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر بے وقوف بنانے کے لئے انہیں حضرات کے فن خطابت کا استعمال کیا ہے۔" [2]

۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے بعد مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد نے ایک نیا رخ اختیار کیا، مسلم لیگ کی تنظیم نو کی گئی اور سنہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں قائم ہونے والی کانگرسی وزارتوں کے

---

[1] ایضاً، ۲۷ر اگست سنہ ۱۹۷۱ء، ص ۴

[2] ایضاً

مظالم کی بناء پر سنہ ۱۹۴۰ء میں علیحدہ وطن کا مطالبہ —— مطالبہ پاکستان کیا گیا۔

قائد اعظم نے تمام مسلمان جماعتوں سے مسلم لیگ کی حمایت کرنے کی درخواست کی۔ مذاکرات ہوئے، مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کی وضاحت کی گئی۔ اسی دوران قائد اعظم نے اکابر دیوبند سے بھی مسلم لیگ کی تائید کی اپیل کی۔ مگر جمعیت علماء ہند کے اکابر مسلم لیگ کی بجائے کانگرس کے حامی بن گئے۔ ان حالات کا تذکرہ قائد اعظم کے ۷۰ سال میں اس طرح کیا گیا ہے۔

"ان اجلاسوں سے مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات لیگ کے لئے پیش کر دے گا۔ بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچ لیگ برداشت کرے اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم بھی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی۔ اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے اس لئے صرف قومی جذبہ کے پیش نظر کام کیا جائے۔ مرزا ابو الحسن اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے

---

[1] جناب مفتی محمد شفیع سابق مفتی دیوبند (م ۱۹۷۶ء) اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:-

"۱۹۳۵ء کے آخر میں یہ نوبت آگئی کہ سیاست کا علم کانگریس کے ہاتھ میں تھا اور مسلمان اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اب اس انداز کی سیاست دیوبند میں بھی در آئی تھی۔۔۔ دیوبند میں کانگریسی مزاج پختہ ہوتا چلا گیا۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور جولائی ۱۹۷۶ء، ص ۲۸)

پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پوری کر سکتی تھی۔"[1]

مندرجہ بالا ناقابلِ تردید شواہد و حقائق کی روشنی میں یہ تاریخی حقیقت بالکل بے غبار ہو گئی کہ نظریۂ پاکستان پیش کرنے والوں میں سُنّی علماء و مشائخ سرِفہرست ہیں — نظریہ کی وضاحت — اور اسے عوام تک پہنچانے کے لئے ہر قسم کی کوششیں کیں۔ لاہور میں منظور ہونے والی قراردادِ پاکستان کی سُنّی علماء و مشائخ نے کھل کر تائید کی۔ سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کو مسلم لیگ کے قریب لانے کے لئے ٹھوس مساعی کیں — تحریکِ پاکستان کی جنگ میں اہلِ سُنّت نے دامے، درمے، قدمے، سخنے — ہر طرح حصّہ لیا — راہنمایانِ طریقت — مشائخ عظام اور پاسبانِ شریعت — علمائے کرام نے پاکستان کی ضرورت پر شرعی فتاویٰ جاری کئے — انہی اکابر کی اپیل پر ان کے مریدین، تلامذہ، متوسلین اور متعلقین نے انتخابات (۱۹۳۷ء اور ۱۹۴۶ء) کے موقعہ پر مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دے کر کامیاب بنایا — مالی امداد کی — جانی قربانیاں پیش کیں — غرضیکہ — بے غرض ہو کر صرف "پاکستان" کے قیام کی خاطر وہ سب کچھ کیا، جو انسانی بس میں تھا — بالآخر ان کی مخلصانہ دعاؤں اور بے لوث جدوجہد سے تحریکِ پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی — کانگرسی عزائم خاک میں مل گئے۔ کانگرسی، احراری، اور جمعیت علمائے ہند کے اکابر کے علی الرغم — دنیا بھر میں مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت — پاکستان ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آ گئی۔

والحمد للہ رب العالمین

---

[1] قائدِ اعظم کے ۲۷ سال، خواجہ رضی حیدر، ص ۳۰۳ — ۳۰۴

نوٹ: تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں "قائدِ اعظم میری نظر میں" از ایم۔ اے۔ ایچ اصفہانی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

تحریکِ پاکستان کی تاریخ سے متعلق حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی مخالفت اور کانگرس کی ہمنوائی میں جمعیت العلمائے ہند، احرار، خاکسار اور نیشنلسٹ اکابر نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جماعت اسلامی نے اگرچہ کانگرس کی مخالفت بھی کی، مگر وہ مسلم لیگ کی حمایت سے — انتہائی ضرورت کے وقت بھی — دست کش رہی۔

قیامِ پاکستان کے صرف تیس سال بعد ہی جبکہ تحریکِ پاکستان کے کارکن اور عینی شاہد ابھی بفضلہ زندہ اور موجود ہیں یہ مضحکہ خیز دعوے کئے جانے لگے ہیں کہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کی کامیابی بھی "جمعیت العلماء ہند" کی جدوجہد کی مرہونِ منت ہے۔ حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب "قائدِ اعظم اور مسلم پریس" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حالیہ انتخاب ۱۹۳۷ء کے سلسلہ میں مسلم لیگ کو جن صوبوں میں کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ کے نام پر نہیں بلکہ جمعیت العلمائے ہند کے ان مجاہدین کی بدولت حاصل ہوئی ہے جو ملک کی خاطر اور استبدادی نظام کے خلاف مسلسل جہاد کرتے ہوئے قید و بند کی صعوبتیں جھیل چکے ہیں اور نازک سے نازک موقع پر انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اغیار کی نظروں میں ذلیل ہونے سے بچایا ہے۔"[1]

اس عجیب منطق اور استدلال کا کیا کہنا ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد

۴۶ء — ۱۹۴۵ء میں جبکہ مسلم لیگ کا مطالبۂ پاکستان مسلمانانِ ہند کے دلوں کی دھڑکن

---

[1] قائدِ اعظم اور مسلم پریس (جلد اوّل)، پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۲۱

بن چکا تھا اور قیامِ پاکستان یقینی نظر آنے لگا تھا، جمعیت العلمائے ہند سے منسلک بعض موقع شناس مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے ——— مسلم لیگ کے اکابر بھی اس بات کے حق میں تھے کہ انتخابات کے موقع پر علماء دیوبند میں سے ہی ایک گروہ ایسا تیار کیا جائے جو مسلم لیگ کے موقف کی حمایت کرے اور وہ جمعیت العلماء ہند کا توڑ ہو۔ اس مقصد کے لئے علامہ شبیر احمد عثمانی، مولوی طاہر عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور چند دیگر علماء کے ذریعے "جمعیت علماء اسلام" کی بنیاد رکھی گئی، جس کا پہلا اجلاس اکتوبر ۱۹۴۵ء میں علامہ راغب احسن بنگالی کی دعوت پر ہوا۔ اس اجلاس میں علامہ عثمانی کو شرکت کی دعوت دی گئی مگر آپ بیماری کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہو سکے۔ بلکہ اپنی طرف سے ایک پیغام ارسال کیا۔

جناب ظفر احمد انصاری جو قائدِ ملت کے پرسنل سیکرٹری رہے ہیں، نے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا ہے:

---

[1] ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو جب امرتسر میں جمعیت العلمائے ہند کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں دیگر علماء کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی بھی شریک ہوئے تھے۔ اس کے بعد جمعیت کے تقریباً ہر اجلاس میں آپ شریک ہوتے اور ملکی سیاسیات اور مجلس شوریٰ کی تجاویز میں حصہ لیتے رہے۔ یہ صورت حال ۱۹۴۵ء تک قائم رہی، پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں:۔

"...... اس طرح علامہ عثمانی ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلمائے ہند دہلی کے رکن رکین اور اس کی مجلس شوریٰ کے موثر ممبر رہے۔"

- آگے چل کر آپ یوں لکھتے ہیں:

"علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے اور قومی تحریکات میں ہمیشہ آگے رہنے کی کوشش کی۔ تحریک خلافت سے لے کر ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلماء اور کانگریس کو آپ کے تعاون کا فخر حاصل رہا، بہت سی کمیٹیوں میں صدارت کے فرائض انجام دیئے۔"

(خطباتِ عثمانی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۵۸ ـــ ۵۹)

"اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمعیت علماء اسلام قائم ہوئی، اس سلسلہ میں کلکتہ کے احباب نے پیش قدمی کی اور ہندوستان کے تمام علاقوں کے ان علماء کو باعانت مرکزی مسلم لیگ مجتمع کرنے کی کوشش کی گئی، جو لیگ کے حامی تھے۔ ۲۶ - ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں علماء کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ہندوستان کے مختلف صوبوں کے پانچ سو سے زیادہ علماء و مشائخ نے شرکت کی۔"[1]

جمعیت العلماء اسلام کے قیام ——— اس کی تشکیل اور نصب العین کے سلسلہ میں چوہدری خلیق الزمان لکھتے ہیں:۔

"جمعیت جنوری ۱۹۴۶ء میں کلکتہ میں بنی جس کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی ہوئے۔ اس کے قیام کا سہرا ظفر احمد انصاری کے سر ہے جو کمیٹی آف الیکشن کے سیکرٹری تھے، وہ برسوں سے کوشش کر رہے تھے کہ جمعیۃ العلماء ہند کا کوئی جواب پیدا کیا جائے۔ تاکہ دیوبند اور مسلمانوں پر اس کا اثر کسی طرح کم ہو، اس سلسلہ میں ظفر احمد انصاری نے مولانا طاہر عثمانی سے بارہا گفتگو کی، یہاں تک کہ بالآخر مولانا طاہر عثمانی کی امداد سے مولانا شبیر احمد عثمانی کو جمعیۃ العلماء اسلام کی صدارت کیلئے راضی کر لیا۔ اور نواب اسمٰعیل خان صاحب نے بھی اس اقدام کو بہت پسند کیا چنانچہ سیّد اعجاز سیکرٹری مسلم لیگ میرٹھ نے جمعیۃ العلماء اسلام کا ایک اور جلسہ میرٹھ میں منعقد کیا جس میں مَیں (چوہدری خلیق الزمان) بھی اس کانفرنس میں شرکت کیلئے بلایا گیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی سے میری پہلی ملاقات یہیں نواب اسمٰعیل خان صاحب کے گھر پر ہوئی۔"[2]

---

[1] چراغ راہ کراچی ——— نظریہ پاکستان نمبر، ص ۲۳۲ بعنوان "نظریہ پاکستان اور علماء"

[2] شاہراہِ پاکستان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۹۰

مسلم لیگ کے ایما پر قائم ہونے والی "جمعیت العلماء اسلام" کے صدر جناب علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس امر کا اعتراف خود کیا ہے کہ بہت تاخیر کے بعد میں نے مسلم لیگ کی حمایت کی ہے، چنانچہ مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء کے جلسہ میں آپ نے خطبۂ صدارت دیتے ہوئے فرمایا:

"راقم الحروف خود ایک مدت دراز تک اسی شش و پنج میں رہا اور یہی وجہ ہے کہ خاصی تاخیر سے میں نے لیگ کی حمایت میں قلم اٹھایا۔ میں نے اپنی قدرت کی حد تک مسئلہ کی نوعیت پر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں غور و فکر کیا، اللہ سے دعائیں کیں اور استخارے کئے بالآخر ایک چیز میرے اطمینان اور شرح صدر کا سبب بنی اور وہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ کی ایک تصریح ہے جو ان کی کتاب السیر الکبیر میں موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کا سارا مدار انہیں امام محمد کی تصنیفات پر ہے"۔[1]

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات تو درست ہے کہ جمعیت علماء اسلام کے قیام کی تدبیر مسلم لیگ اور مسلمانوں کے حق میں کسی حد تک مفید ثابت ہوئی، اس سے جمعیت العلماء ہند کی صفوں میں ایک شگاف پڑ گیا اور مسلم لیگ کا منصوبہ کامیاب رہا ــــــ لیکن یہ کوشش تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے کہ برصغیر میں علماء و مشائخ کی تمام مساعی، جو مسلم لیگ کے حق میں مفید ثابت ہوئیں، کو صرف علامہ عثمانی یا جمعیت علماء اسلام کے کھاتے میں ڈال دیا جائے جبکہ سواد اعظم اہل سنت کے علماء و مشائخ ابتدا ہی سے نظریہ پاکستان کی حمایت کرتے رہے۔

---

[1] خطبات عثمانی: پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۱۷۳ - ۱۷۴، خطبۂ صدارت مسلم لیگ کانفرنس۔ میرٹھ، طبع ہاشمی بک ڈپو، ص ۱۲

ملک کی نامور علمی شخصیت جناب ڈاکٹر وحید قریشی ایم اے، ڈی لٹ رقمطراز ہیں:

"حلقۂ علماء میں اگر کبھی تحریک پاکستان کے سلسلے میں ذکر آیا بھی ہے تو مولانا ظفر علی خاں، مولانا شبیر احمد عثمانی کے نام نامی کے سوا کچھ یوں تاثر دیا جاتا ہے گویا علمائے دین کا اس تحریک سے کچھ زیادہ واسطہ نہ تھا۔ نیشنلسٹ علماء کا طور کانگرس کی امداد و اعانت تھا اس سے یہ خیال عام ہوتا گیا کہ علماء نے من حیث الجماعت پاکستان کی کبھی تائید نہیں کی۔ حالانکہ تحریک پاکستان میں جہاں تعلیم یافتہ طبقے نے حصول پاکستان کے لئے قربانیاں دیں وہاں اس آواز کو مسلمانانِ برصغیر کے دل میں جاگزیں کرنے کا سہرا ان دینی رہنماؤں کے سر ہے جنہوں نے شہر شہر قریہ قریہ مسلم لیگ کے پیغام کو پہنچایا اور مسلمانوں کو یہ احساس دلایا کہ الگ مملکت کا مطالبہ دراصل ان کے دلوں کی آواز ہے۔ دیوبند کے مقابلے میں علماء کی یہ آوازیں زیادہ مؤثر اور دور رس نتائج کی حامل رہی ہیں۔"[1]

تحریک پاکستان کی کوششوں میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی عظیم اور فعال تنظیم ــــــ "آل انڈیا سنی کانفرنس" کا نام سرفہرست ہے ــــــ جو بدقسمتی سے مورخین کی بے اعتنائی کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی نسل کو اس عظیم جماعت سے روشناس کرایا جائے۔ ایک ایسی تاریخ ساز تنظیم جو ایک ربع صدی تک مسلمانانِ ہند کی رہنمائی و شیرازہ بندی کے فرائض انجام دیتی رہی ــــــ جو عملاً مسلم لیگ کی دست و بازو بنی رہی اور جس نے برملا اعلان کیا کہ ــــــ اگر مسلم لیگ بھی مطالبۂ پاکستان سے دستبردار ہو جائے تو وہ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد جاری رکھے گی۔ دانستہ یا نادانستہ اغماض کی نذر ہو گئی۔ آئندہ صفحات میں شاندار ماضی کی حامل اس عظیم جماعت کا اجمالی تعارف ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند: سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ، ص ۲۸ - ۲۹

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

پسِ منظر —— اور —— مقاصد

غیر منقسم ہندوستان میں ہماری غفلتوں سے اغیار نے فائدہ اٹھایا، ہمارے تفرق و تشتّت سے ایک طرف زرکشی و شہرت پسندی کی ہوس بڑھی تو دوسری جانب توہّب اور ادّعاءِ نبوت کی بدولت نیچریوں، چکڑالویوں اور منکرینِ حدیث وغیرہ نے سر اٹھایا۔ کفار و مشرکینِ ہند کی کوششیں تھیں کہ تمام اسلامیانِ ہند کو ہندو بنا لیا جائے یا انہیں ملک سے نکال باہر پھینکا جائے۔ انھوں نے ہر موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا چنانچہ ——

○ شدھی کی شکل میں فتنۂ ارتداد کی تحریک
○ سنگھٹن کی صورت میں فتنۂ ارتداد کی تنظیم اور توسیع
○ ہندو مسلم اختلاف کے بہانے ذبیحہ گاؤ پر پابندی
○ اذان کہنے پر فساد
○ مساجد کا انہدام
○ کتابِ مقدس کی بارہا توہین
○ خونِ مسلم کی ارزانی
○ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں

○ سوراج اور آزادی کے نام پر گاندھویت کا جادو
○ تحریک خلافت میں گاندھی کی قائدانہ حیثیت
○ ہندو کے اشارے سے ہجرت اور عدم تعاون —— کی تباہ کاریاں۔
○ عقائدِ اسلامیہ کو مسخ کرنے کے لئے واردھا سکیم اور ودیا مندر سکیم۔
○ تعلیمی اداروں کی ناگفتہ بہ حالت اور ان پر ہندوؤں کا تسلط
○ کانگرس کی ذیلی جماعتوں کی اسلام دشمنی
○ مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ ملا کر ان کا قومی و ملی تشخص ختم کرنا —— وغیرہ

ایسے بے شمار واقعات اور حادثات تھے جنہوں نے اسلامی قلوب کو تڑپا دیا۔

اگرچہ سُنّی علماء و مشائخ کے مدارس، آستانے اور خانقاہیں اپنے اپنے مقام پر مرکز کی حیثیت رکھتے تھے جن سے کفر و الحاد اور رسومِ بدعیہ کے انسداد اور عقائدِ حقہ کی حفاظت و صیانت اور اشاعت و تبلیغِ اسلام کا کام لیا جاتا رہا مگر کفر کی آندھیوں اور اتحاد کے نام پر الحاد کی منظم یورشوں کے پیشِ نظر ضروری ہو گیا تھا کہ تمام سُنّی علماء و مشائخ اپنی اپنی تدابیر کو یکجا کر کے منظم طریقے سے ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں۔ —— باہمی کشاکش کے مریضوں، نفسانیت کے اسیروں اور دشمنوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہونے والوں کو بیداری بخشیں —— اغیار کے ظلم و استبداد کے خلاف فریاد کر سکنے والوں کو فریاد رسی کے منصب تک پہنچا دیں —— حوادث و آفات کی گھنگھور اور بھیانک گھٹاؤں کی برقِ شرر بار کو معدوم کر دیں —— غلامانِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خوابِ غفلت کی حیلہ گری کو اپنے اللہ اور رسول (جلّ و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) کے فضل و کرم سے کافور کر دیں —— کانگرسیوں، احراریوں، خاکساروں اور ہندو مسلم اتحاد کے داعیوں کے منصوبے خاک میں ملا دیں —— اُن لوگوں کو جو گاندھی کے فسوں کا شکار ہو چکے تھے سوادِ اعظم

کے قافلے کے ساتھ دوبارہ ملا دیں — اسلامیانِ ہند کے قلبِ حزیں کو صبر و سکون، اتحاد و وداد، نظم و ارتباط اور دنیوی اعزاز عطا کریں — ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود، شریعت کے مطابق ان کی مشکلات حل کرنے، دین کی طرف سے بے پرواہی اور غفلت کو دور کرنے اور باہمی اتفاق و اتحاد کے لئے ایک "مرکز" ہو جو ہر معاملہ میں ان کی راہنمائی کرے۔ معاملات ملی ہوں یا سیاسی — معاشرتی ہوں یا اقتصادی — انفرادی ہوں یا اجتماعی — غرضیکہ ان اسباب کو اکٹھا کیا جائے جس سے مسلمانوں کی ترقی مقصود ہو۔

قبل ازیں اتحاد و اتفاق بین المسلمین کے مقدس مقصد کے لئے جتنی کوششیں ہو چکی تھیں، سب ناکام ہو گئیں، شاید ہر بار ایک ہی نوعیت کی غلطی کو دہرایا جا رہا تھا کہ اتحاد کے ہر محرک نے مسلمانوں کے تمام فرقوں کو ملا کر ان میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی مگر غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اگر ان میں اتحاد پیدا ہو سکتا تو یہ جدا ہی کیوں ہوتے۔ قوائے متخالفہ کو ایک جگہ جمع کرنے سے اتحاد کی بجائے فساد کا منظر سامنے آتا ہے — اور پھر یہ کہ ہر فرقہ کی ایک الگ فکری حیثیت ہے جس کی وجہ سے کسی دوسرے فرقہ کے کسی فرد کا اس میں شامل ہونا ناممکن ہوتا ہے، وہ اپنی اپنی کانفرنسیں الگ الگ منعقد کرتے ہیں۔ اس میں کسی دوسرے کی جھلک دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ شیعہ اپنی کانفرنسوں میں سنی کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے، اہلِ حدیث (غیر مقلد) تبلیغی اجلاس منعقد کرتے ہیں۔ اس کے ارباب انتظام و کارکن اور مقررین صرف اہل حدیث ہی ہوتے ہیں اور ان کی تنظیموں میں کسی دوسرے کی شمولیت ناممکن ہے۔

مذکورہ بالا واقعات و حادثات — ضروریات اور مشکلات کو مد نظر رکھتے

ہوئے سنی علماء و مشائخ نے سواد اعظم اہلِ سنت و جماعت کے اکابر اور عمائدین کو خالص اپنے اجتماع کے لئے دعوت دی۔ چنانچہ برصغیر میں اہل سنت و جماعت کا عدیم النظیر اجتماع — سنیوں کا واحد نمائندہ اجلاس اور خالص ایوان سنیت کا انعقاد

"الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ"

یعنی "آل انڈیا سنی کانفرنس"

کے نام سے موسوم ہوا۔ سنیوں کی اس ملک گیر تنظیم کا پہلا اجلاس مرادآباد میں

۲۰ شعبان تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ

بمطابق ۱۶ مارچ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

منعقد ہوا۔ سنیوں کی اس مرکزی — قومی جماعت کی تشکیل میں علماء و مشائخ کی دردمندانہ کوششیں بالعموم اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی مساعی جمیلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس، مرادآباد کے پہلے چار روزہ اجلاس میں تین سو علمائے کرام، مفتیان عظام اور مشائخ ذوی الاحترام نے شرکت فرمائی، ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

عارف ربانی مولانا سید احمد اشرفی کچھوچھوی (م ۱۳۴۳ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

مناظر اسلام مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری اشرفی (م ۱۳۵۰ھ)

مجاہد اسلام مولانا سید محمد سلیمان اشرف، بہاری (م ۱۳۵۲ھ) پروفیسر علی گڑھ و خلیفہ امام رضا بریلوی۔

شیخ المشائخ مولانا سید محمد علی حسین اشرفی (م ۱۳۵۵ھ) زیب آستانہ کچھوچھہ شریف

مجاہد ملت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی (م ۱۳۵۷ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری (م ۱۳۶۲ھ) ابن و خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

شیخ الفقہا مولانا عبد المجید آنولوی (م ۱۳۶۲ھ)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی۔

امیر ملت مولانا سید جماعت علی محدث علی پوری (م ۱۳۷۰ھ)

زبدۃ الفقہا مولانا عبد الحفیظ حقانی آنولوی (م ۱۳۷۷ھ)

رئیس المحدثین مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (م ۱۳۸۱ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

حضرت مولانا محمد یعقوب خاں بلاسپوری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

حضرت مولانا محمد حسین اجمیری

حضرت مولانا سید فاضل کچھوچھوی

حضرت مولانا موان حسین رامپوری

حضرت مولانا محمد یٰسین عباسی چڑیا کوٹی[1]

سوادِ اعظم کی عظیم مذہبی و قومی تنظیم، ان کی دینی و دنیوی بہبودی کا مرکز، فرائضِ تبلیغ کی ادائگی کا مقدس اجتماع اور سنیوں کی منتشر قوتوں کی جامع تحریک ——— "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے پہلے اجلاس کی کارروائی کا حال لکھتے ہوئے رئیس المحدثین سید محمد اشرفی کچھوچھوی رقمطراز ہیں:۔

"یہ کانفرنس کس طرح شروع ہو کر ختم ہوئی، اس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار جلسہ کی مثال نہیں مل سکتی وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا مشرق و مغرب ہے اور جنھوں نے ایسے ایسے جلسے

---

[1] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شوال ۱۳۴۳ھ / مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ — ۲۰

دیکھے ہیں جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا ہے اُن کا بیان ہے کہ اس قدر منظم و باقاعدہ و پر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گذرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔

"جمعیت اشرفیہ"، "انجمن اظہار الاسلام" اور "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے رضاکاروں اور مجلس استقبالیہ کے اراکین کا نظم و ضبط اور انتظام و انصرام کا سلیقہ نہایت قابلِ تعریف تھا۔ رضاکار، جن کی تعداد کئی سو تھی باقاعدہ وردی میں ملبوس تھے، جن میں فارغ التحصیل علماء و درجہ تکمیل کے طلبا اور رؤسا شہر کے نونہال فرزند شامل تھے ان کا رویہ نہایت صبر و سکون کا آئینہ دار تھا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا خیمہ عجیب شوکت رکھتا تھا۔ اس کا علم پھریرا مسلمانوں کو تبلیغ کی دعوت دے رہا تھا۔ بعض حضرات اس نظام کو دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھے تھے:

"اس ملکوتی نظام کو کیا کہا جا سکتا ہے۔"[1]

برصغیر کے تمام علاقوں ——— سندھ سے لے کر بنگال تک تمام مرکزی، علمی مقامات اور آستانہ ہائے عالیہ کے مقتدر علماء اور مشائخ اس کانفرنس میں تشریف لائے، بالخصوص بریلی، دہلی، رامپور، مراد آباد اور کچھوچھہ کے علماء کی شرکت نے کانفرنس کو مؤثر کر دیا تھا قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی خیموں سے ذکر و فکر، ذوق و سرور سے کیف آور صدائیں بلند ہو رہی تھیں، غرضیکہ یہ منظر بجائے خود دیدنی تھا اور کانفرنس کے اندر اہل سنت و جماعت کی شوکت کا پتہ دے رہا تھا۔

انجمن حزب الاحناف لاہور کی جانب سے شائع شدہ رسالہ ضیاء القنادیل •

---

[1] ایضاً، ص ۱۵ — ۱۶

مطبوعہ ۱۹۲۵ء کے آخری سورق پر آل انڈیا سُنّی کانفرنس مراد آباد کے انعقاد پذیر جلسہ کا جو اشتہار شائع ہوا اس کا عکس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں، جس سے کانفرنس کے مبارک اجتماع اور اس کے اغراض و مقاصد واضح طور پر معلوم کئے جا سکتے ہیں:

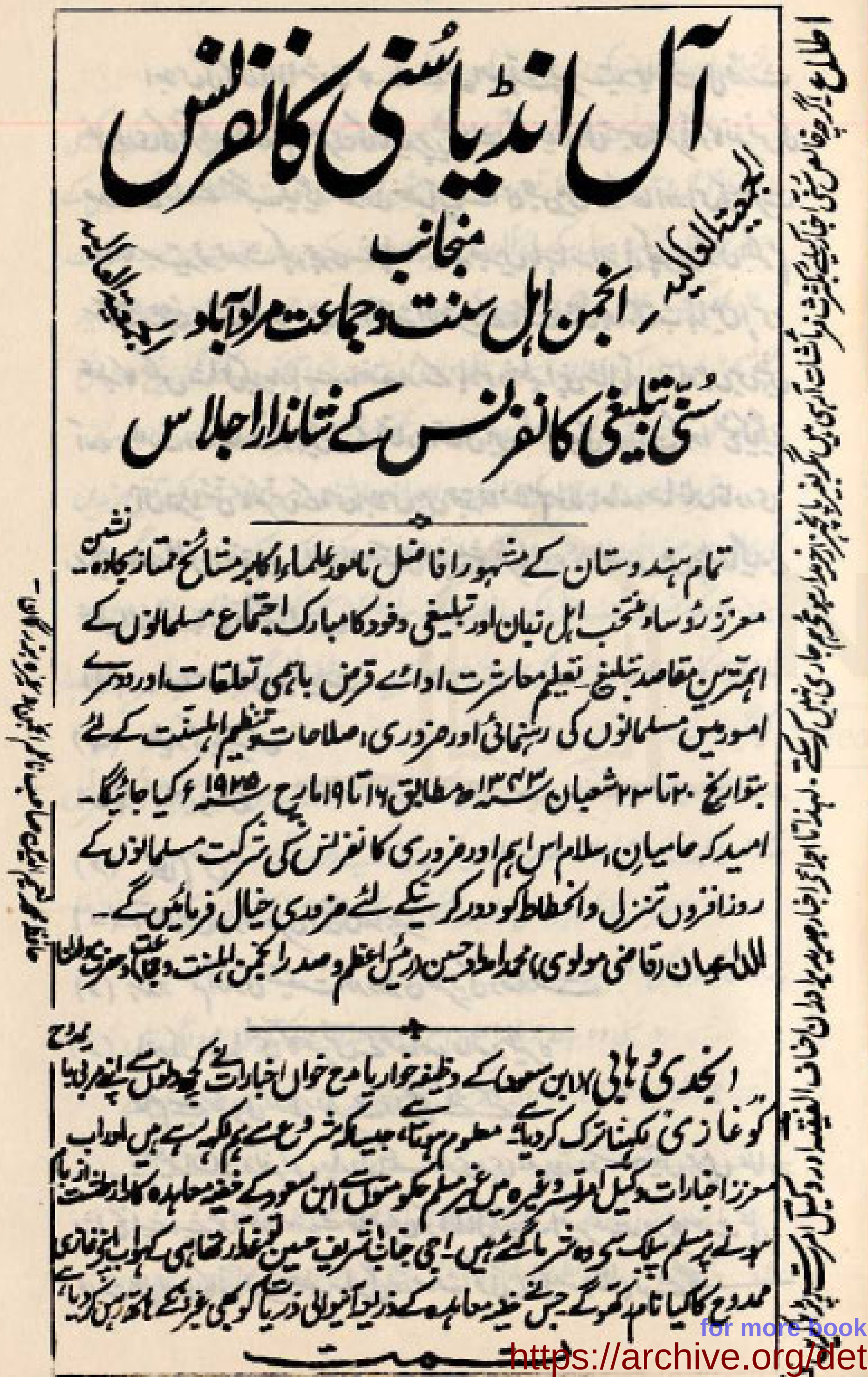

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ

منجانب

انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد

سُنّی تبلیغی کانفرنس کے شاندار اجلاس

تمام ہندوستان کے مشہور افاضل نامور علماء اکابر مشائخ ممتاز سجادہ نشین۔ معزز رؤساء منتخب اہل زبان اور تبلیغی وفود کا مبارک اجتماع مسلمانوں کے اہم ترین مقاصد تبلیغ، تعلیم معاشرت ادائے قرض باہمی تعلقات اور دوسرے امور میں مسلمانوں کی رہنمائی اور ضروری اصلاحات و تنظیم اہلسنت کے لئے بتاریخ ۲۰ تا ۲۳ شعبان سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۲۵ء کیا جائیگا۔ امید کہ حامیان اسلام اس اہم اور ضروری کانفرنس کی شرکت مسلمانوں کے روزافزوں تنزل و انحطاط کو دور کرنے کے لئے ضروری خیال فرمائیں گے۔

المعلن (قاضی مولوی) محمد طٰہٰ حسین رئیس اعظم و صدر انجمن اہلسنت و جماعت مراد آباد

نجدی وہابی (ابن سعود) کے وظیفہ خوار یا مدح خوان اخبارات نے کچھ دنوں سے اپنے ممدوح کو غازی لکھنا ترک کردیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ شروع سے ہم لکھ رہے ہیں لواب معزز اخبارات وکیل امرتسر وغیرہ میں غیر مسلم حکومت سے ابن سعود کے خفیہ معاہدہ کا راز فاش ہونے پر مسلم پبلک سے وہ شرما گئے ہیں۔ ابھی جناب شریف حسین غدار تھا ابھی کہو اپنے غازی ممدوح کا کیا نام رکھو گے جس نے خفیہ معاہدہ کے ذریعہ [illegible]

حافظ محمد نعیم الدین صاحب ناظم انجمن و غیرہ بزرگان۔

اطلاع: اگرچہ خالص سنی اخبار کیلئے بکثرت فرمائشات آرہی ہیں مگر بغیر پانچ سو خریدار مہیا ہوئے ہم جاری نہیں کرسکتے۔ لہذا تا اجرائے اخبار جدید [illegible] الفقیہ اور وکیل امرتسر پڑھا کریں

اجلاس کی کارروائی شروع ہونے سے قبل امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری کی تحریک اور تمام حاضرین کی تائید پر شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی کو کانفرنس کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ صدارتی خطبہ آپ نے اسی مجلس میں خود لکھا اور اس کو حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی نے پڑھا۔ یہ خطبہ بعد میں ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ مئی ۱۹۲۵ء میں "الخطبۃ الاشرفیہ" کے نام سے شائع ہوا۔ کتاب ہذا میں اسی خطبہ کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ اختصار کے باوجود خطبہ اپنی مثال آپ تھا، جس میں پیش آمدہ حالات و واقعات کو پیش کر کے اتحاد و اتفاق بین المسلمین کی ضرورت کو واضح کیا گیا۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اسی اجلاس میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا استقبالی خطبہ پیش فرمایا، جو دو مجلسوں میں پڑھا گیا۔ یہ خطبہ اس قدر جامع تھا کہ اس میں

(ا) ہندوستانی سیاسیات

(ب) اغیار کی پالیسیاں

(ج) تدابیر وقائع

(د) نظام عمل

(ہ) اقتصادی اور معاشرتی ترقی کی تدابیر

(و) ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت اور دو قومی نظریہ کی وضاحت

(ز) اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مقاصد عالیہ وغیرہ

تمام شعبے شرعی نقطۂ نظر سے واضح کئے گئے۔

یہ عظیم الشان کانفرنس چار دن تک جاری رہی، ہر روز دو نشستیں ہوتیں، علماء و مشائخ اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین کو مالا مال کرتے۔ امیر ملت پیر جماعت علی محدث علی پوری کا فی البدیہہ خطبہ سادگی اور صاف گوئی میں ہمیشہ مثال رہے گا ——

اتفاق اور اختلاف کی وجوہات بیان فرمائیں۔

اس کانفرنس میں مختلف تجاویز منظور ہوئیں جن کا تعلق عہدیداروں، مرکزی کمیٹی اور نظام عمل وغیرہ سے تھا۔ قراردادوں کے پیش کرنے کی سعادت مولانا احمد مختار میرٹھی کے حصہ میں آئی۔ آئندہ سال کے لئے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے صدر، حضرت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری مقرر ہوئے اور ناظم اعلیٰ حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور نائب ناظم مولانا محمد یٰسین عباسی منتخب کئے گئے۔ شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی اور مولانا سید محمد اشرف اشرفی سرپرست قرار پائے۔

قراردادوں میں رچ بل کی مخالفت، امیر امان اللہ خان امیر افغانستان کے قتل مرتدین کی حمایت، مرزائیوں اور مرتدین کے ساتھ افغانستان کے سلوک کے بارے میں لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو مداخلت نہ کرنے، ابن سعود نجدی کے غاصبانہ قبضۂ حجاز، ظالمانہ حرکات اور مرزائیوں کی حمایت میں کانگریس کے اشتعال انگیز کلمات پر نفرت کا اظہار کیا گیا۔ [1]

عہدیداروں کا انتخاب ایک سال کے لئے ہوا۔ ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی منتخب ہوئے۔ [2]

سُنی کانفرنس کا رکن ہر راسخ العقیدہ سُنّی بن سکتا تھا اور سُنّی کی تعریف رکنیت کے فارم پر درج کر دی گئی، تعریف یہ تھی:

"سُنّی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین خلفاء اسلام اور مسلّم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین سے

---

[1] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ مئی ۱۹۲۵ء / شوال المکرم ۱۳۴۳ھ

[2] ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ / جولائی ۱۹۲۷ء، ص ۱۲

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی حضرت ملک العلماء بحر العلوم صاحب فرنگی محل حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی۔ حضرت فضل رسول صاحب بدایونی حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین صاحب رامپوری اعلیٰحضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔[1]

الجمعیۃ العالیۃ الاسلامیہ ــــ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے ان مقاصد کا خلاصہ جو اس کانفرنس کے قیام کا مقصد بنے، یہ ہے:

۱۔ برصغیر کے سُنّی مسلمانوں کی کثیر تعداد کے انتشار کو دور کر کے ان کو منظم کرنا۔

۲۔ انفرادی طور پر مذہبی اور تبلیغی کام کرنے والوں میں ربط پیدا کر کے متحدہ قوت بنانا

۳۔ برصغیر کے تمام شہروں، قصبات اور دیہات میں اسلامی انجمنیں بنانا اور موجودہ انجمنوں کو جمعیت عالیہ کے ساتھ مربوط کرنا۔

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ر اگست ۱۹۴۶ء، ص ۹

نوٹ: سُنّی کی تعریف اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ــــ سُنّی کانفرنس مرادآباد منعقدہ ۱۹ــ۲۰ر شعبان المعظم، ۲۳-۲۴ر اکتوبر (۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء) کے اجلاس میں ان الفاظ میں قرار پائی۔

"سُنّی سے مراد وہ حقیقی مسلمان اور قدیم طریقے کا مسلمان ہے جس طریقے پر تمام فقہاء اور اکابر اولیاء حضور غوث اعظم و حضرت داتا علی ہجویری گنج بخش و حضور خواجہ غریب نواز و حضرت بہاؤالدین نقشبند و حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلاطین اسلام میں سے حضرت سلطان محمود غازی و سلطان اورنگ زیب غازی و امثالہما اور قریب زمانے فرنگی محل کے مشاہیر علماء میں سے حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت فضل رسول بدایونی و حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی و اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم قائم رہے۔"

(قلمی یادداشت: حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ العالی)

۴۔ تبلیغی کام کو منظم اور وسیع کرنا۔

۵۔ تبلیغی تربیت کے لئے خاص مدارس کا اجراء

۶۔ مذہبی تعلیم سے ہر مسلمان کو باخبر کرنا۔

۷۔ انگریزی خواں طلباء کے لئے مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام کرنا۔

۸۔ مزدوروں اور پیشہ ور افراد کے لئے شبینہ مدارس جاری کرنا۔

۹۔ مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا، ان کی معاشرت کی اصلاح کر کے مسلمانوں سے ہی اشیاء خریدنے کی رغبت دلانا۔

۱۰۔ مسلمانوں سے قرض کی عادت چھڑانا اور غیر اقوام سے قرض لینے سے بچاؤ کی تدابیر کرنا

۱۱۔ مقروض مسلمانوں کے لئے محدود مدت میں قرض اتارنے کے طریقے۔

۱۲۔ بیکار مسلمانوں کے لئے ذرائع معاش تجویز کرنا اور انہیں کام مہیا کرنا وغیرہ[1]

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے تقسیم ہند سے قبل ایک مضمون بعنوان "علمائے اہلسنت اور سیاست ہند کے تین دور" میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے علمائے اہل سُنّت کی سیاسی بصیرت اور ان کے عملی اقدام کو تاریخی طور پر ثابت کیا، اس مضمون کو مندرجہ ذیل تین ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا:۔

(ا) ۱۸۵۷ء

(ب) تحریک خلافت اور

(ج) مطالبۂ پاکستان

ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد، ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ / مئی ۱۹۲۷ء

"تحریک خلافت کے بعد جبکہ مسلمان نہ صرف منتشر و غیر منظم تھے بلکہ انتہائی غفلت و جمود کا عفریت ان پر مسلط ہو چکا تھا ادھر ملک کے سیاسی حالات میں تیزی کے ساتھ انقلاب آرہا تھا، بین الاقوامی آویزش و تجارتی مصالح کی بناء پر ہندو مہاجنوں اور انگریز ساہوکاروں میں حکومت کا سودا ہو رہا تھا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ مسلمان اس برِ کوچک کی بساط سیاست پر کہیں ہمیشہ کے لئے مات نہ کھا جائے جس پر ہزار سال تک نہایت جاہ و جلال عدل و انصاف کے ساتھ اس نے حکمرانی کی ہے۔ ہندو کانگریس اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کی حق تلفی کے درپے تھی، اور اپنی اکثریت و دولت کے بل پر اسلامی تہذیب بلکہ مسلمانوں کے ملی وجود کو یکسر نیست و نابود کر دینے کا تہیہ کر چکی تھی، ادھر علماء دیوبند جمعیۃ العلماء ہند دہلی برلا ڈالمیا کی تجوریوں کا شکار بن چکی تھی، اور اپنی دسیسہ کاریوں کی بدولت عین میدان جنگ میں مسلم افواج کے اندر انتشار و رخنہ اندازی کرنے میں پانچویں کالم کا کام کر رہی تھی۔ بیچاری مسلم لیگ علماء اہل سنت کے محبوب نصب العین پاکستان کو لے کر بے یار و مددگار تھی مسلمان راہ حق کی تلاش میں حیران و سرگرداں تھا اُسے صحیح راہ عمل نہیں ملتی تھی وہ ہر سراب کو چشمۂ آب حیواں اور ہر چمکدار کو گوہر تاباں سمجھ کر لپکتا تھا مگر ہر قدم پر مایوسی اسے اپنا منحوس چہرہ دکھاتی تھی۔ قریب تھا کہ جہد بقا کے عملی میدان میں فوج مسلم کے پاؤں اکھڑ جانے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کمر ہمت ٹوٹ جاتی کہ نصرت الٰہی نے فوج مسلم کی دست گیری کی اور عین وقت علماء اہل سنت جمہوریت اسلامیہ نے پاکستان کا مطالبہ فرما کر مسلمانان ہند کی ایسی صحیح بنامی و برمحل رہبری فرمائی کہ سیاسیات ہند کا نقشہ ہی بدل گیا اور ہندو کانگریس کی بے پناہ زرپاشیوں اور غداران ملک و ملت کی انتہائی غداریوں کے علی الرغم پاکستان کے

مطالبہ کو عالم سیاست کے میدان میں ایسی شاندار کامیابی نصیب ہوئی جو تاریخ سیاست میں بے مثال ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نہ صرف دنیائے ہندوستان بلکہ بیرون ملک بھی جو زبردست اثر و رسوخ اسلامی سیاست و مطالبۂ پاکستان کو حاصل ہے انہیں علماء و مشائخ اہل سنت کی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے جن کا دوسرا نام جمہوریت اسلامیہ سنی کانفرنس ہے!"[1]

غلام آباد ہندوستان میں سنی علماء کی یہ عظیم جماعت اس وقت بھی مؤثر کردار ادا کر رہی تھی جبکہ بساط سیاست پر مسلم لیگ ابھی تک اپنی نمائندہ حیثیت منوا نہ سکی تھی، یہ سنی کانفرنس کی ہی معاونت تھی کہ مسلم لیگ کو عوامی رائے کی قوت حاصل ہو گئی۔

* * *

آل انڈیا سنی کانفرنس کے یوم تاسیس ہی سے ملک کے کونے کونے میں اس کے اجلاس منعقد ہونے لگے، شہر شہر، قریہ قریہ تنظیمیں بنیں، مقامی، ضلعی، صوبائی اور مرکزی سطح پر اس کے اجلاس[2] منعقد ہوتے رہے۔

سنی کانفرنس کے اجلاس مختلف پلیٹ فارموں پر منعقد ہوتے رہے، جو اس کے وسیع اغراض و مقاصد پر شاہد ہے۔ جن پلیٹ فارموں سے آل انڈیا سنی کانفرنس کی آواز بلند ہوئی، ان میں سے چند یہ ہیں :

---

[1] اخبار دبدبۂ سکندری رامپور مطبوعہ ۲ جون ۱۹۴۶ء

[2] پریس پر کانگریس کا قبضہ ہونے کی وجہ سے ان اجلاسوں کی کارروائی اخبارات میں بہت کم شائع ہوئی۔ اس کمی کے باوجود اس وقت تک ایک سو پچیس سے زائد سنی کانفرنسوں کی کارروائی دستیاب ہو چکی ہے جو انشاء اللہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس میں درج ہوگی۔ (مرتب)

۱۔ سنی کانفرنس کی تشکیل نو کا اجلاس
۲۔ سنی کانفرنس کا سالانہ اجلاس
۳۔ سنی کانفرنس کا غیر معمولی خصوصی اجلاس
۴۔ اہل سنت وجماعت کے مدارس کے سالانہ اجلاس
۵۔ مدارس اہل سنت کے جلسہ ہائے تقسیم اسناد و دستار فضیلت
۶۔ محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۷۔ گیارہویں شریف کی محفلیں
۸۔ بزرگان دین کے اعراس مبارکہ
۹۔ مسلم لیگ کے اجلاس
۱۰۔ مختلف مذہبی اور اصلاحی انجمنوں کے اجلاس
۱۱۔ سنی کانفرنس کے اکابر کے تنظیمی و اصلاحی دورے وغیرہ۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے طریق کار سے راہنمایان سنی کانفرنس کے مسلک کی نشاندہی آسان ہے۔ اس کے باوجود "سنی" کی تعریف فارم رکنیت پر درج ہوتی۔ سنی کی تعریف مختلف موقعوں پر اکابر کی تائید سے مؤید ہوتی رہی۔

"سنی" کی تعریف اور اس کی بارہا وضاحت اس لئے ضروری سمجھی گئی کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے شاندار کارناموں کو دیکھ کر بعض علمائے دیوبند نے اہل سنت کے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے "سنی" کا لفظ استعمال کرتے ہوئے "سنی بورڈ" قائم کر دیا۔ جس کا مقصد سواد اعظم اہل سنت کے راسخ العقیدہ عوام کو مسلم لیگ کی حمایت سے باز رکھنا تھا۔ جناب محمد عبد الغفور صاحب، ناظم سنی کانفرنس بنارس مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج کل ہندوستان کے ہر ہر گوشہ میں سنی کانفرنس کا شہرہ ہو رہا ہے اور ملک کے ہر ہر قطعہ اور حصہ سے بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس

کی شرکت کے لیے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یوپی، سنی بورڈ کے نام سے لکھنؤ میں کوئی جماعت قائم ہوئی ہے۔ جو الیکشن کے معاملہ میں مسلم لیگ کی مخالفت کر رہی ہے اس خیال سے کہ لفظ سنی سے مسلمانوں کو دھوکہ و مغالطہ نہ ہو ہم یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اس سنی بورڈ سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور سنی کانفرنس سنی بورڈ اور اس کے اس طریقہ عمل کو نہایت مذموم اور مسلمانوں کے لئے مضرت رساں سمجھتی ہے حقیقت میں یہ وہابی جماعتیں ہیں جن میں سے کوئی کھل کر کانگریسی بنتا ہے جیسے کہ دیوبندی صاحبان اور کوئی جمعیۃ العلماء کے لباس میں نمودار ہوتا ہے اور کسی نے سنی بورڈ کا عنوان اختیار کیا ہے مسلمان ان سب سے ہوشیار رہیں اور ان کے پروپیگنڈے میں نہ آئیں"۔[1]

لفظ "سنی" کی جاذبیت کے پیش نظر اس کا استعمال تقریباً ہر دور میں ہوتا رہا۔ مخالفین نے اس لفظ کو اپنے مخصوص عزائم کے لئے استعمال کیا ہے اور بعض اوقات اپنے جلسے "سنی کانفرنس" کے نام سے کرتے ہیں۔

سنی علماء نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اور انفرادی و اجتماعی طور پر تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چونکہ آل انڈیا سنی کانفرنس قیام پاکستان کو اپنی منزل اور دینی فریضہ سمجھتی تھی اس لئے اس کے عہدے دار و کارکنان مسلم لیگ کے لئے ان تھک کام کرتے۔ چنانچہ ایسی مثالیں بہت ملتی ہیں کہ سنی کانفرنس کے اراکین کے پاس مسلم لیگ کے قابل ذکر عہدے بھی تھے۔

---

[1] دبدبۂ سکندری رامپور ۲۲ر اکتوبر ۱۹۴۵ء، الفقیہ امرتسر ۲۱/۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء

مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے درمیان تعاون و یک جہتی قیام پاکستان اور مسلمانانِ ہند کے بدخواہوں کے مقابل کوہ گراں ثابت ہوئی ـــــ ان دونوں جماعتوں کی حیثیت عملاً ایک جان و دو قالب کی سی ہوگئی تھی چنانچہ اکثر ان کے مشترکہ اجلاس منعقد ہوتے ، جس کا کچھ اندازہ اخبار دبدبۂ سکندری کے بعض عکس جو آئندہ صفحات پر دیئے جا رہے ہیں ، سے ہوتا ہے ۔

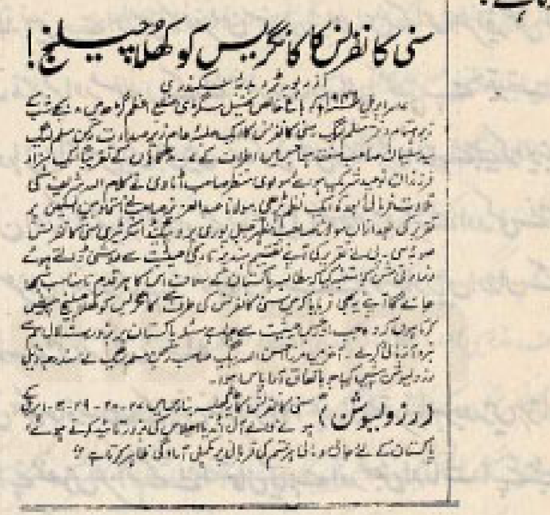

سنی کانفرنس کا کانگریس کو کھلا چیلنج!

(رزولیوشن)

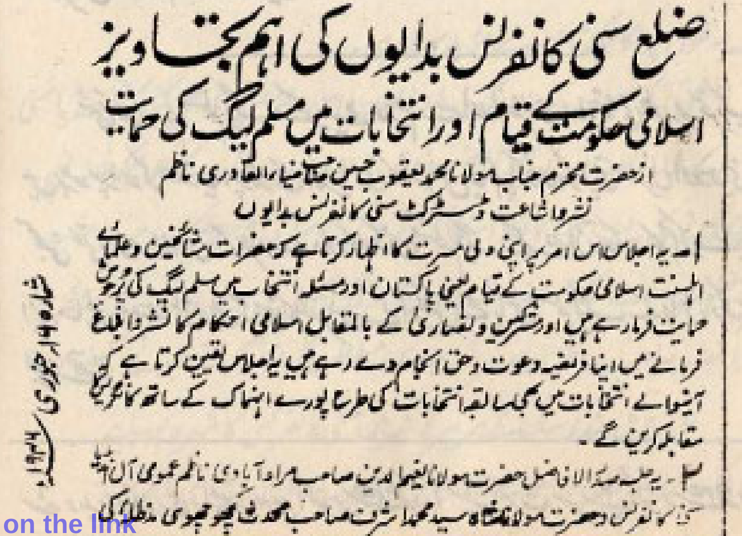

ضلع سنی کانفرنس بدایوں کی اہم تجاویز

اسلامی حکومت کے قیام اور انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت

از حضرت محترم جناب مولانا محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری ناظم
نشر و اشاعت ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں

۱۔ یہ اجلاس اس امر پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتا ہے کہ حضرات مشائخین و علمائے اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام یعنی پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں مسلم لیگ کی پرجوش حمایت فرما رہے ہیں اور مشرکین و نصاریٰ کے بالمقابل اسلامی احکام کا نشر و ابلاغ فرمانے میں اپنا فریضہ دعوت و حق انجام دے رہے ہیں یہ اجلاس یقین کرتا ہے کہ آئندہ انتخابات میں بھی سابقہ انتخابات کی طرح پورے انہماک کے ساتھ کانگریس کا مقابلہ کریں گے۔

۲۔ یہ جلسہ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی ناظم عمومی آل انڈیا سنی کانفرنس و حضرت مولانا شاہ سید محمد اشرف صاحب محدث کچھوچھوی مدظلہما کی

(۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء)

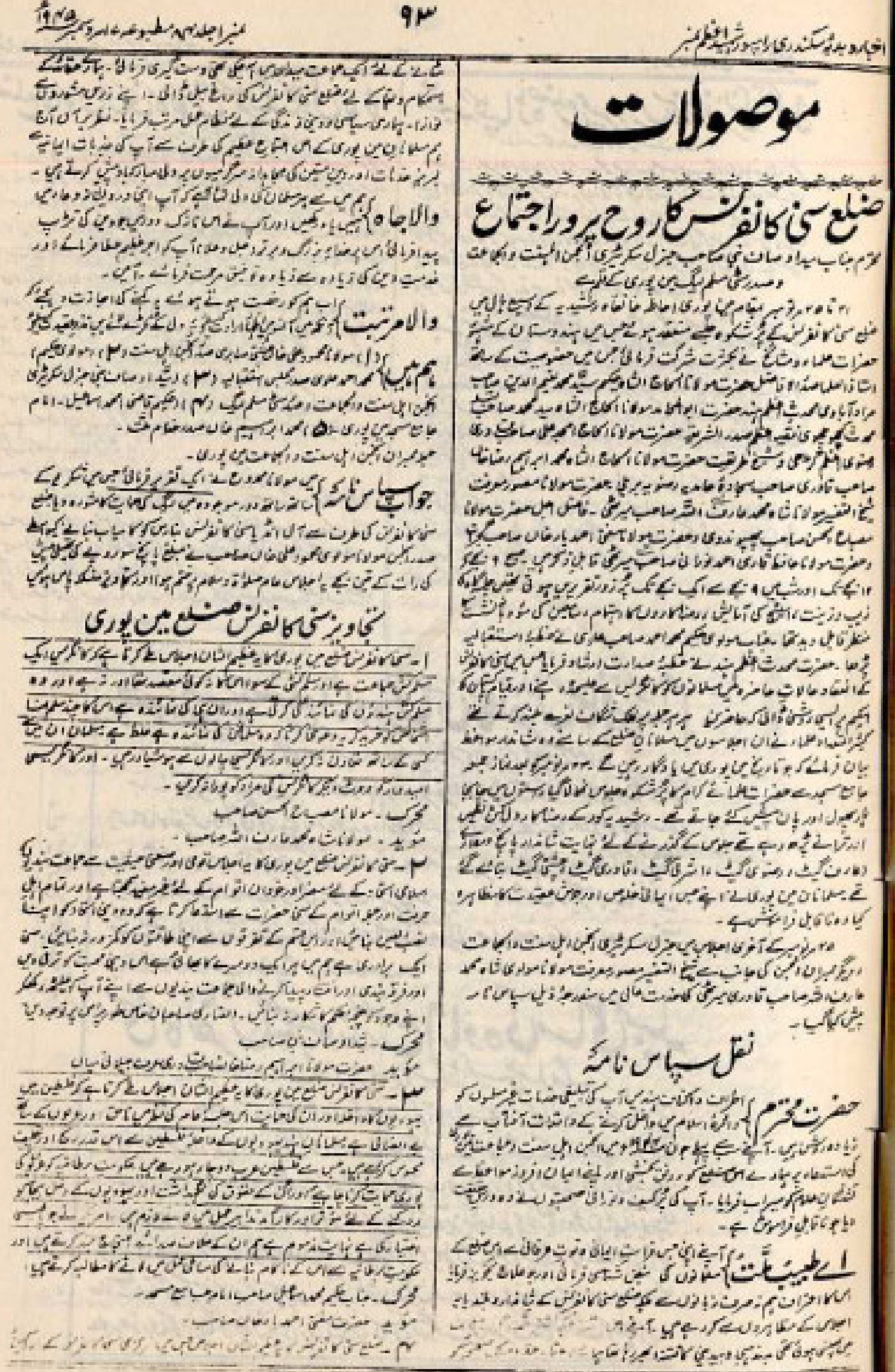

موصولات

ضلع سنی کانفرنس کا روح پرور اجتماع

تجاویز سنی کانفرنس ضلع مین پوری

نقل سپاس نامہ

حضرت محترم

اے طبیب ملت

والا جاہ

والا مرتبت

جواب سپاس نامہ

(چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان)
(صدر جمعیت علمائے پاکستان)

ضلع جالون میں سنی کانفرنس اور مسلم لیگ کا بول بالا

(از منشی رسول خاں صاحب ناظم سنی کانفرنس جالون)

[illegible]

قصبہ کچپاڑہ ضلع ہمیرپور میں سنی کانفرنس کی تشکیل

(از نامہ نگار صاحب دبدبۂ سکندری)

حضرت ناصر الاسلام مولوی سید محمد عبدالسلام صاحب قادری باندوی ناظم تبلیغ آل انڈیا سنی کانفرنس [illegible]

قصبہ نواڑی ضلع ہمیرپور میں سنی کانفرنس کا جلسہ

[illegible]

قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ میں سنی کانفرنس کا قیام

(از جناب حکیم عبدالعباد صاحب ناظم سنی کانفرنس پھپھوند ضلع اٹاوہ)

جناب اڈیٹر صاحب دبدبۂ سکندری رامپور۔ ۱۰ محرم المظفر ۱۳۶۵ھ کو قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ میں سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ اور عہدہ داران حسب ذیل تجویز کئے گئے۔ صدر مولوی سید اعجاز حسین صاحب نائب صدر منشی احمد خاں صاحب ممبر [illegible] ناظم حکیم عبدالعباد نائب ناظم سیٹھ عبداللطیف صاحب خزانچی مولوی امیر حسن صاحب۔ اراکین مجلس منتظمہ جناب مقبول الٰہی صاحب جناب ڈاکٹر اشفاق حسین صاحب قیصری۔ جناب بشیر خاں صاحب جناب لیاقت حسین صاحب۔ جناب محسن خاں صاحب۔

سنی کانفرنس پھپھوند ضلع اٹاوہ کی مساعی جمیلہ

(از جناب ظہیر [illegible] صاحب سکریٹری پروپیگنڈہ کمیٹی مسلم لیگ)

ہمارے ضلع اٹاوہ میں مسلمانوں کی بہت کم آبادی ہے اور زیادہ تر غریب ہیں نہ کوئی بڑا زمیندار ہے اور نہ رئیس اس لئے کانگریس نے مسلم لیگ کے مقابلہ میں [illegible] امیدوار کھڑا کیا ہے جس کے لئے دو مہینہ سے شب و روز دوڑ دھوپ ہو رہی ہے اور جوں جوں وقت قریب آتا جاتا ہے ویسے ہی پروپیگنڈہ تیز ہوتا جاتا ہے [illegible] لاریاں دوڑ رہی ہیں [illegible] مسلم لیگ کا پروپیگنڈہ برائے نام [illegible] حالات سے متاثر ہو کر سنی کانفرنس پھپھوند نے منشی [illegible] صاحب کے ہمراہ [illegible] جنوری سے دورہ پر روانہ کیا ۲۷ جنوری کو واپس آ کر انہوں نے اپنی رپورٹ پیش کیا جس کے بعد حسب ذیل حضرات ضلع کا گشت کر رہے ہیں

[illegible]

موصولات

(دبدبۂ سکندری کے نامہ نگاروں کے قلم سے)

کلکتہ سنی کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس

[illegible]

کچھوچھہ شریف کا شاندار جلوس و اجلاس

(از جناب [illegible] کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد)

۵ اپریل ۱۹۴۶ء [illegible]

شائع۔

اکابر اہل سنت نے اس امر کو شدت سے محسوس کیا کہ باوجودیکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی ـــــ نمائندہ سیاسی جماعت ہے اور اس کا نصب العین قیام پاکستان ہے، لیکن مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، سیاسی، معاشرتی، تجارتی اور تمدنی رہنمائی کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کو فعال بنایا جائے تاکہ مسلم لیگ کی حمایت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دیگر شعبہ ہائے زندگی میں فعال نمائندگی اور رہبری کی جائے، اور جہاں کوئی مسلمان احکام شرعیہ کے خلاف قدم اٹھائے اس کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ طے پایا کہ برصغیر میں شہر شہر اور قریہ قریہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی جائیں، ہر سطح پر اس کی تنظیم ہو، اس کے مقاصد عامۃ المسلمین تک پہنچائے جائیں، ملک بھر میں موجود مذہبی، تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کی تنظیموں میں رابطہ پیدا کیا جائے۔ اور جب

۱۔ سنی تعلیم ۲۔ سنی تنظیم
۳۔ سنی اعتقاد اور ۴۔ سنی اتحاد

کی کارروائی مکمل ہو جائے تو مرکزی سطح پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا جائے جس میں ملک کے ہر حصہ کی نمائندگی کے لئے ملک بھر میں پھیلی ہوئی سنی کانفرنسوں کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی جائے تاکہ حکومت اور عوام کو ـــــ سنی تنظیم کی شوکت اور ہمہ گیری معلوم ہو جائے۔ اور سوادِ اعظم اہل سنت کی جماعتی آواز مؤثر ثابت ہو سکے۔ مئی ۱۹۴۵ء میں طے پایا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس مرکزی سطح پر اگلے سال منعقد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مرکزی اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے ۱۹۴۵ء میں ہی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے علماء و مشائخ سے رابطہ کے لئے عمائد اہل سنت نے ملک گیر دورے شروع کر دیئے تاکہ سنی کانفرنس کی موجودہ تنظیموں کو فعال بنایا جائے اور ملک کے باقی حصوں میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی جائیں۔ ایک سال کے قلیل عرصہ میں صوبائی ضلعی

سنی تنظیم

مولانا سید محمود احمد رضوی (سابق نائب ناظم سنی کانفرنس، لاہور) ۱۹۴۶ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس کی اطلاع اس طرح دیتے ہیں:

> "سال آئندہ کے لئے اہل بنارس نے آل انڈیا سنی کانفرنس کو مدعو کیا ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ ہر ہر صوبہ میں آل انڈیا اجلاس سے قبل ضلع وار صوبائی کانفرنس منعقد کی جائے۔ تاکہ ہر ہر صوبہ سے معتمد نمائندے آل انڈیا کانفرنس میں شریک ہو سکیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے علماء و مشائخ کی بڑی تعداد آل انڈیا سنی کانفرنس میں بھیجنے کا اہتمام کیا جاوے۔ ایسے رؤسا و عمائد جو سنی کانفرنس کے مقصد کے ساتھ متفق ہوں۔ اور جذبہ و شوق رکھتے ہوں۔ ان کی شرکت بھی کانفرنس کی کامیابی کے لئے نعمت سمجھی جائے گی۔"[1]

زعماء اہل سنت کے تنظیمی دورے نہایت کامیاب ہوئے، ہر جگہ ان کے شاندار استقبال ہوئے ان کے مشن کو خوش آمدید کہا گیا، اور ان کی آواز اس قدر مؤثر ہوئی کہ تھوڑے ہی دنوں میں ملک کے گوشہ گوشہ میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ بے شمار لوگ اس کے رکن بن گئے، جن میں مسلم لیگ کے بعض عہدیدار بھی شامل تھے۔ برصغیر کی سنی آبادی نے برملا آل انڈیا سنی کانفرنس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے سنی کانفرنس سے اپنی وابستگی کا اعلان کر دیا ـــــ اور اس کے مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس کی مؤثر اشاعت کی۔ نتیجہ یہ ہوا۔

(ا) برصغیر کے کونے کونے میں سنی کانفرنس کی مؤثر تنظیم قائم ہو گئی۔
(ب) بائیس ہزار سے زائد مقتدر علماء و مشائخ ـــــ سنی کانفرنس کے سرپرست بن گئے۔[2]

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱/۲۸ مئی ۱۹۴۵ء، ص ۱۱

[2] اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۲۷ اگست ۱۹۴۶ء، ص ۳

(ج) سُنّی کانفرنس کے شرکاء کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہو گئی۔ اس میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ علماء بھی، مشائخ بھی، انگریزی خواں بھی، وکلاء بھی، تاجر بھی اور مزدور بھی ——! [1]

حقیقت میں
یہ سب پاکستان کے ووٹر تھے

۱۹۴۰ء سے قبل بالعموم اور اس کے بعد بالخصوص اہل سُنّت کے تمام اجلاس —— خواہ وہ مذہبی ہوں یا تعلیمی، سیاسی ہوں یا اصلاحی، عرس کی محفل ہو یا کسی دار العلوم کا جلسہ —— تمام میں یہی موضوع مرکزی حیثیت کا درجہ رکھتا تھا کہ سُنّی کانفرنس کو مضبوط بنایا جائے اور اسلامی سلطنت —— پاکستان —— کو حاصل کر کے، اس میں اسلامی قوانین رائج کئے جائیں۔ اس نوعیت کے اجلاس ہر جگہ منعقد ہوئے۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے سُنّی مدارس اور سُنّی خانقاہوں سے ”لے کے رہیں گے پاکستان“ کا نعرہ بلند ہوتا رہا۔ ”پاکستان“ —— ”ایک شرعی ضرورت“ کے طور پر علماء و مشائخ کی تقاریر کا موضوع رہتا۔ یہ مقام تفصیل کا متحمل نہیں۔ اختصار کے پیش نظر سنّیوں کی ایک عظیم مذہبی و روحانی درسگاہ اور خانقاہ —— آستانہ عالیہ —— بریلی شریف کے ایک اجتماع کی خبر ملاحظہ ہو۔ مولانا غلام معین الدین نعیمی سابق منصرم مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مراد آباد **”عُرس رِضوی اور مسئلۂ پاکستان!“** کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

۲۳ —— ۲۴ —— ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸ —— ۲۹ —— ۳۰ جنوری

---

[1] حیات صدر الافاضل: مولانا غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۸

۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ کا عرس شریف تھا، ملک کے اطراف و اکناف سے علماء مشائخ امراء رؤسا تشریف لائے تھے۔ پنجاب۔ سندھ۔ کاٹھیاواڑ۔ سرحد۔ گجرات۔ بمبئی۔ بہار۔ بنگال۔ سی۔ پی۔ وغیرہ کے بکثرت زائرین حاضر تھے ……… خانقاہ شریف کے باہر بازار لگے ہوئے تھے ان میں جہاں اور قسم کی دکانیں تھیں ان میں ہوٹل بھی تھے ایک ہوٹل کا نام

حامدی[1] پاکستان ہوٹل
اور ایک کا
رِضوی[2] پاکستان ہوٹل
تھا

۲۵ صفر عرس شریف کی اخیر تاریخ تھی اس روز بھی علمائے کرام کے بیان ہوتے رہے اور مسائل حاضرہ یعنی الیکشن اور پاکستان کے متعلق علمائے کرام تقریریں فرماتے رہے ………“[3]

اسی اجلاس میں صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) نے حالات حاضرہ کا تجزیہ کرتے ہوئے سُنّی علماء کا جماعتی موقف بیان فرمایا،

” …… کانگرس فتنۂ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے …… علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں

---

[1] منسوب بہ مولانا حامد رضا بریلوی (خلف الرشید امام احمد رضا بریلوی)

[2] منسوب بہ امام احمد رضا بریلوی [3] دبدبۂ سکندری ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء، ص ۹

اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں۔ کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کررہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن (نومبر ۱۹۴۵ء کے مرکزی الیکشن) میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی، سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت (فروری ۱۹۴۶ء میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لئے) ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت علماء دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کررہی ہے اس کے علاوہ احرار و خاکسار یونی نسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہواخواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔[1]

حضرت مولانا امجد علی اعظمی کی تائید کرتے ہوئے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے فرمایا:

...... الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کردیا جائے ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لئے انجام دیتے ہیں...... اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ "پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو......"[2]

---

[1] ایضاً [2] ایضاً

۴۶-۱۹۴۵ء کے مرکزی اور صوبائی عام انتخابات برصغیر کی تاریخ میں معرکۃ الآراء نوعیت کے حامل تھے، انہی انتخابات کی بنیاد پر پاکستان حاصل ہونا تھا۔ کانگریس کا دعویٰ تھا کہ وہی تمام ہندوستان کے باشندوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ جمعیت علماء ہند، احرار، خاکسار اور یونی نسٹ وغیرہ کانگریس کی تائید کررہی تھیں۔ ان کا پروپیگنڈا ——— دن رات ——— بھی وہی تھا۔ اس کے برعکس مسلم لیگ کا موقف تھا کہ اسلامیانِ ہند کی نمائندگی کا حق صرف مسلم لیگ کو ہے۔

انگریز کے چلے جانے کے بعد ملک کی حکومت کس کے پاس ہوگی ——— صرف ہندوؤں کے پاس ——— یا ہندوؤں اور مسلمانوں کا وطن الگ الگ ہوگا ——— ان تمام سیاسی امور کا فیصلہ انتخابات میں ہونا تھا۔ تاریخ اسلام کے اس نازک ترین موقع پر سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی نمائندہ مذہبی وسیاسی تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ——— مسلم لیگ کی حمایت کی جائے، مسلم لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دیئے جائیں اور مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ عمل کی حمایت کی جائے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو چنانچہ اکابر علمائے اہل سنت نے یہ تاریخی فتویٰ جاری کیا:

"آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کے اس طریقۂ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران اس کی تائید کرسکتے ہیں ووٹ دے سکتے ہیں دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق

---

[3] ایضاً ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء ص ۳

فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔[1]

اس فتویٰ کی ترتیب میں جو علماء بریلی جمع ہوئے اور جن کے دستخطوں سے یہ فتویٰ جاری ہوا۔ ان میں چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری (جانشین امام احمد رضا بریلوی)
مولانا ابو المحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
صدر الشریعت مولانا مفتی امجد علی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
مولانا شاہ عبد الحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس، ممبر ورکنگ کمیٹی یوپی مسلم لیگ
مولانا مفتی محمد ابراہیم القادری بدایونی، بمبئی، مولانا سید مصباح الحق سجادہ نشین پھپھوند
مولانا شاہ عارف اللہ قادری، میرٹھ، مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی
مولانا مفتی محمد ابراہیم سمستی پوری، مولانا تقدس علی خاں رضوی، بریلی
مولانا عبد المصطفیٰ الازہری مبارک پوری، مولانا محمد اسماعیل محمود آبادی
مولانا وقار الدین پیلی بھیتی، مولانا محمد ایوب قادری ٹانڈوی
مولانا ابو المعانی شمس الدین احمد جونپوری، مولانا محمد نذیر الاکرم مراد آبادی
مولانا غلام معین الدین نعیمی، مولانا ظہیر احمد مدرس عربیہ گجرات
مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مولانا قاضی احسان الحق نعیمی، جموں و کشمیر
مولانا سید عبد الحق قادری اعظمی، مولانا محمد مختار اشرفی نعیمی
مولانا عبد المصطفیٰ مدرس دار العلوم اشرفیہ، مولانا محمد ثناء اللہ مدرس بنارس

---

[1] ایضاً، ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء، ص ۳

نوٹ: مذکورہ فتویٰ کا مطبوعہ عکس صفحہ ۲۳۸ پر دیکھیں

مولانا اختصاص الدین نعیمی، مولانا محمد مصطفیٰ علی مدرس، میرٹھ
مولانا محمد سردار احمد، منظر اسلام بریلی، مولانا محمد اجمل سنبھلی
مولانا مختار احمد، امرتسر، مولانا فضل الصمد سجادہ نشین پیلی بھیت[1]

مطالبہ پاکستان، سنی علماء کے تعاون سے ہمہ گیر تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ علماء و مشائخ نے ملک اور بیرون ملک "پاکستان" کا مفہوم واضح کیا۔ مسلسل مساعی سے قیام پاکستان کے لئے راہ ہموار کی۔ ۱۹۴۶ء میں مولانا عبد الحامد بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس نے کنوینر حج وفد کی حیثیت سے حجاز مقدس میں حج کے موقع پر آئے ہوئے ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں کے سامنے مطالبہ پاکستان کو واضح کیا۔ اس وفد میں مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی بھی شامل تھے۔ وفد کی کوششوں سے ممالک اسلامیہ کے تمام مسلمان مطالبہ پاکستان کے ساتھ متفق ہو گئے۔ اس شاندار کامیابی پر ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء کو ایک ملاقات میں قائد اعظم محمد علی جناح نے مولانا عبد الحامد بدایونی کو ان کی کامیاب خدمات پر مبارک باد دی۔ اور ان کی خدمات جلیلہ کو سراہا۔[2]

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد ایسے مفید اور ہر دلعزیز تھے کہ عامۃ المسلمین نے اس کانفرنس کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ اور بڑھتے ہوئے طوفان کی طرح، اس کانفرنس نے سارے ہندوستان کو اپنے دامن میں لے لیا۔ ہندوستان کا کوئی ایسا شہر اور قصبہ نہ رہا، جس میں سنی کانفرنس کی تنظیم قائم نہ ہوئی۔ آسام سے لے کر خیبر کے درہ تک، دکن سے لے کر ہمالیہ کے دامن تک تمام علاقہ سنی کانفرنس کے زیر اثر ہو گیا۔ ہر جگہ سنی حضرات نے

---

[1] ایضاً

[2] ایضاً، ۲۱ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۸

سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور اس کی پالیسی کو اپنا مقصد سمجھا۔

قوم مسلم کی تقدیر کا فیصلہ انتخابات پر تھا۔ انتخابات میں کانگرس اور اس کی حامی جماعتوں کی کامیابی کا صاف مطلب یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان ہمیشہ کے لئے غلامی کی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں، مسلم تشخص ہندومت میں گم کر کے بے ضمیری کی زندگی گذارنے پر آمادہ ہو جائیں ——— یہ صورت حال کوئی بھی باغیرت مسلمان برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہر باشعور سنی تہری اس بات کے لئے بے چین تھا کہ مسلم لیگ اپنے مشن ”حصول پاکستان“ میں کامیاب ہو۔ پاکستان سنیوں کے دل کی دھڑکن بن چکا تھا ——— ایسے نازک مرحلہ پر اسلامیان ہند کو بالعموم ——— اور سنیوں کو بالخصوص ——— یہ روح پرور اعلان سنایا گیا کہ تمہارے درد کا علاج آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے عدیم النظیر اجلاس میں ہونے والا ہے جو بنارس میں بتاریخ ۲۶ تا ۲۹ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء (شنبہ، یک شنبہ، دو شنبہ، سہ شنبہ) کو انعقاد پذیر ہوگا۔ اس ہتم بالشان چار روزہ کانفرنس کو کامیاب بنانے ——— دنیا کو شوکت سنیت دکھانے ——— اور مسائل حاضرہ کا حل عامۃ المسلمین تک پہنچانے کے لئے ملک بھر کی سنی کانفرنس کی تنظیموں سے اپیل کی گئی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے نمائندے بھیجیں۔

ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی طرف سے جو دعوت نامہ جاری ہوا، اس میں ”بنارس کانفرنس“ میں غور و خوض اور منظوری کے لئے پیش ہونے والے مسائل کی پوری تفصیل درج تھی۔ زیر غور مسائل کا تعلق سنی کانفرنس کی توسیع و تنظیم، عہدیداروں کے لئے معیار، ضروری قوانین تعلیم و تبلیغ، اصلاح اعمال، جسمانی و معاشرتی امور، حکومت سے متعلق مسائل، (نکاح و عائلی قوانین) اوقاف، مطالبۂ پاکستان اور مسلم لیگ کی تائید سے تھا۔ سیاسی و اقتصادی مسائل، آئینی اور انتظامی امور، عبادات اور معاملات سے متعلق احکام ——— غرضیکہ تمام پیش آمدہ مسائل سے متعلق

امور اس کانفرنس کے ایجنڈے پر تھے ——— اس سلسلہ میں ایک اخبار کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

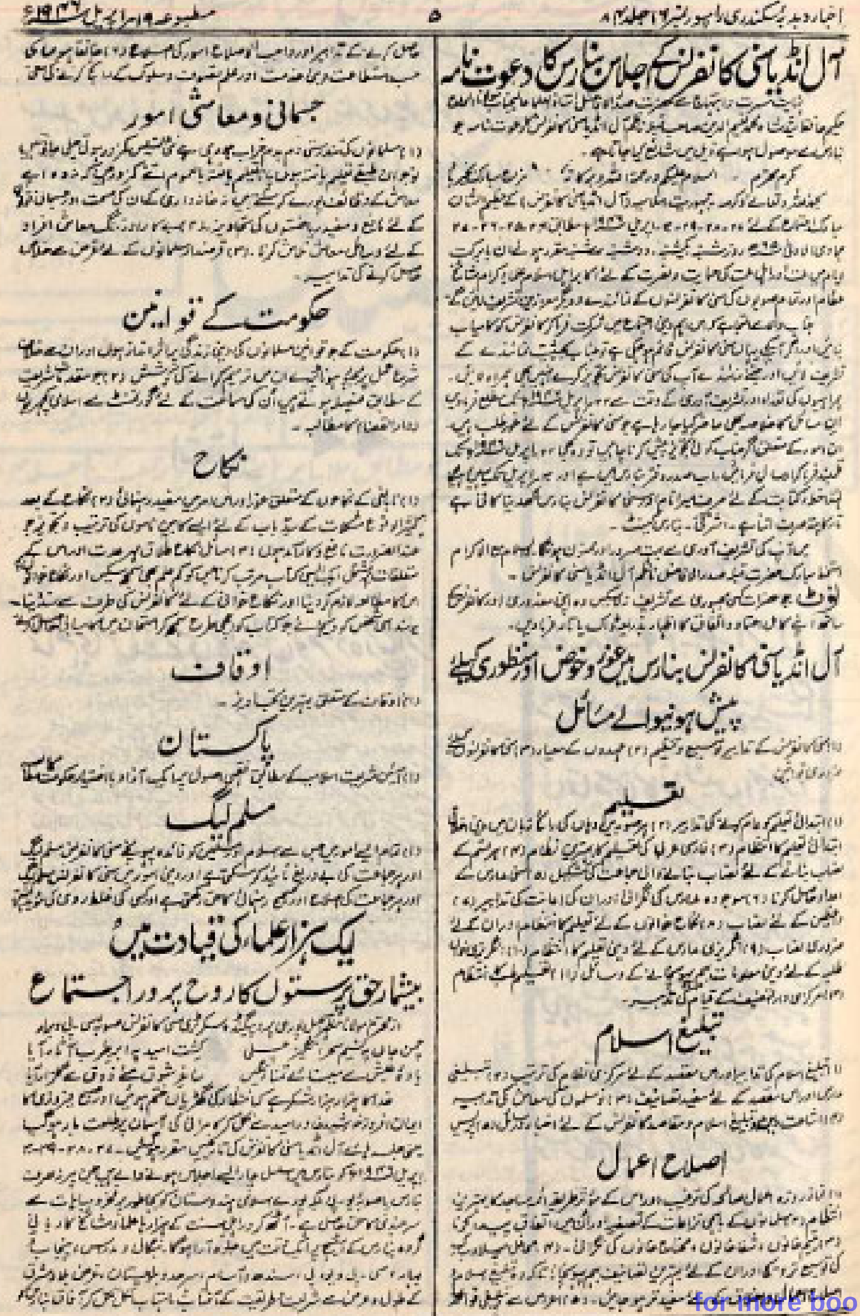

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۱۹ جلد ۸۲ ۔ ۵ ۔ مطبوعہ ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس بنارس کا دعوت نامہ

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں غور و خوض اور منظوری کیلئے پیش ہونیوالے مسائل

تعلیم

تبلیغ اسلام

اصلاح اعمال

جسمانی و معاشی امور

حکومت کے قوانین

نکاح

اوقاف

پاکستان

مسلم لیگ

ایک ہزار علماء کی قیادت میں

بیشمار حق پرستوں کا روح پرور اجتماع

اس عظیم الشان کانفرنس کی اطلاع جہازی سائز کے پوسٹرز اور اخبارات کے ذریعہ ہندوستان بھر میں پہنچائی گئی۔ عامۃ المسلمین کا جوش و ولولہ کانفرنس کے سلسلہ میں دیدنی تھا ہر چھوٹا بڑا "بنارس چلو" کی تحریک کا کارکن نظر آتا تھا۔ اسلامیان برصغیر کا جوش ایمانی ہی تھا، جو سنی کانفرنس کی کامیابی اور بعد ازاں قیام پاکستان کی ضمانت بن گیا۔

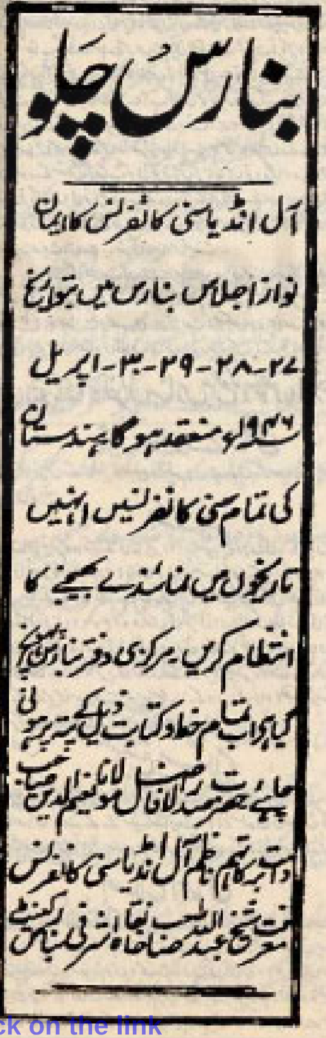

بنارس چلو

آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایمان نواز اجلاس بنارس میں بتواریخ ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۱ اپریل ۱۹۴۶ء منعقد ہوگا ہندوستان کی تمام سنی کانفرنسیں انہیں تاریخوں میں نمائندے بھیجنے کا انتظام کریں۔ مرکزی دفتر بنارس منتقل کیا ہوا ہے تمام خط و کتابت ذیل کے پتہ پر ہونی چاہیئے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس معرفت شیخ عبد اللطیف صاحب نیا محلہ اشرفی منزل کرن گھنٹہ

ایک اشتہار ◀◀

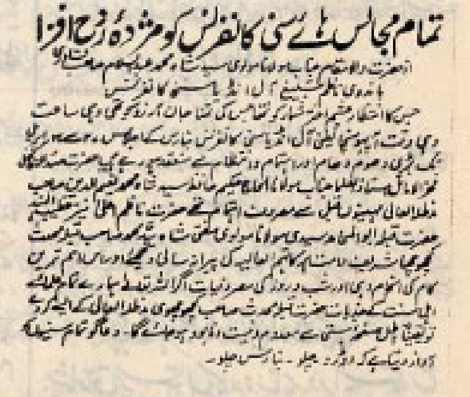

تمام مجالس بلکہ سنی کانفرنس کو مژدۂ روح افزا

▲
▲

ایک خبر

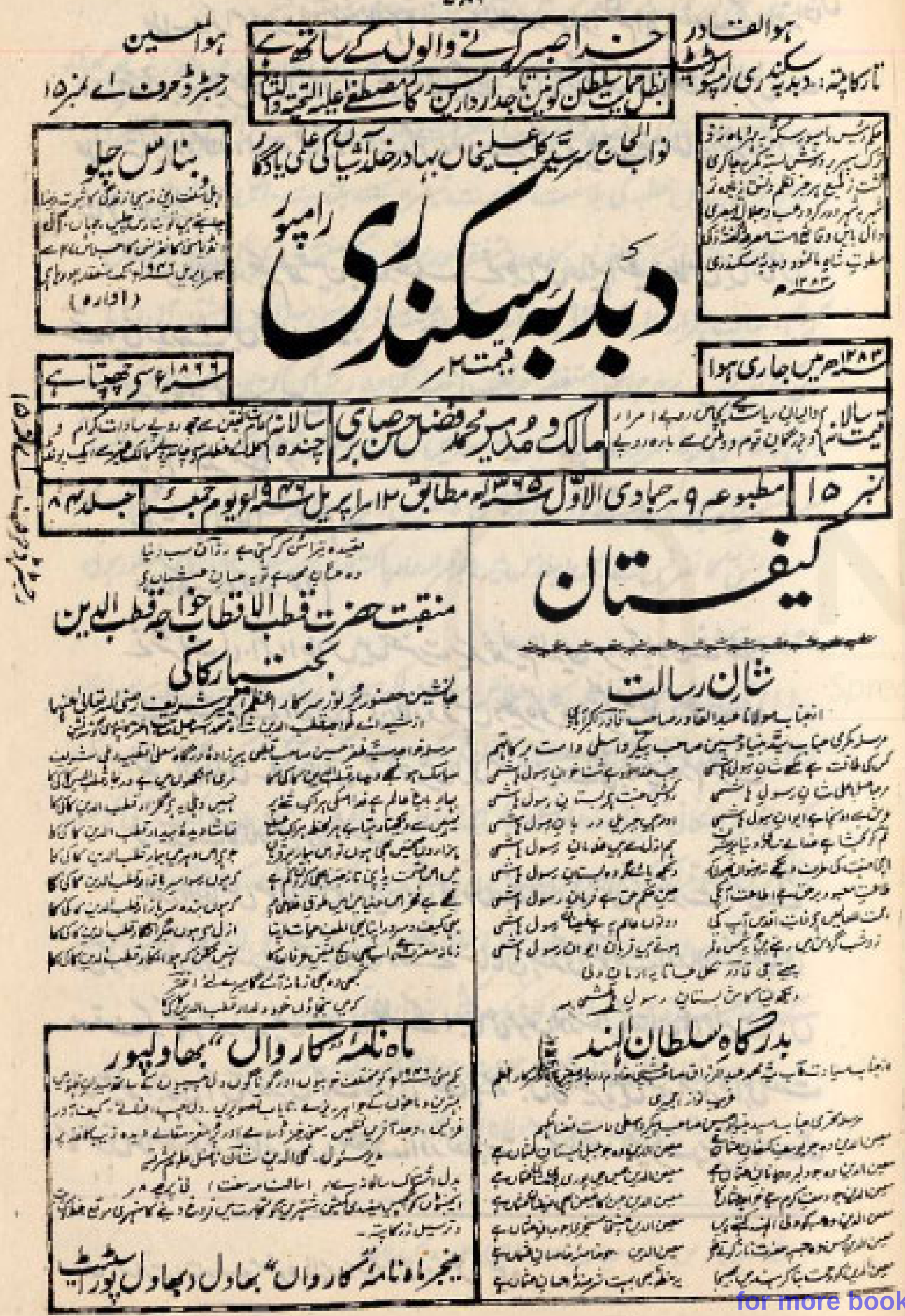

۷۸۶

هو القادر

سکندری اسٹیٹ

تار کا پتہ: دبدبۂ سکندری رامپور

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

بطفیل حمایت سلطان کونین تاجدار دارین محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

هو المبین

رجسٹرڈ حروف ایل نمبر ۱۵

نواب الحاج سر سید کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری

رامپور

قیمت ۲؍

بنارس چلو

(ادارہ)

۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

مالک و مدیر سید محمد فضل حسن صابری

نمبر ۱۵ | مطبوعہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء یوم جمعہ | جلد ۸۲

کیفستان

شانِ رسالت

منقبت حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

بدرگاہ سلطان الہند

ماہنامہ "کارواں" بہاولپور

مجلہ ماہنامہ "کارواں" بہاول (بہاولپور اسٹیٹ)

علمائے کرام اور مشائخ عظام کا جذبۂ رہنمائی اور سوادِ اعظم اہل سنت کے عامۃ الناس کا اپنے اکابر پر غیر متزلزل اعتماد ہی کشاں کشاں بنارس لے گیا۔ ملک کے طول و عرض سے علماء مشائخ، وکلاء، امراء، تجار، محنت کش، مزدور غرضیکہ ہر طبقہ کے مسلمان کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔

شمس الاطباء حکیم محمد حسین بدر (علیگ) نے جو اس عدیم النظیر اجلاس میں شامل تھے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے:

“اس کانفرنس میں
پانچ صد مشائخ
سات ہزار علمائے کرام اور
دو لاکھ سے زائد عوام
نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں حضرت سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے لندن سے آئے ہوئے وزارتی مشن لارڈ کرپس وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیت کی بناء پر عدم شرکت پر معذرت کا تار بھیج دیا۔”[1]

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے وزارتی مشن کو دعوت اس لئے دی کہ وہ بطور گورنمنٹ کے نمائندہ وفد کے مسلمانانِ ہند کی شوکت اور ان کے سیاسی موقف کو بچشم خود دیکھ لیں۔ سوادِ اعظم کے اجتماعی موقف اور مسئلۂ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم اجتماع اس دور میں ایک تاریخی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مشائخ اہل سنت کا شوق ملاحظہ ہو کہ پیرانہ سالی، ضعف اور نقاہت کے باوجود امیر ملت پیر سید جماعت علی

---

[1] سات ستارے مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۸۳

محدث علی پوری نے کانفرنس میں کرسیٔ صدارت کو زینت بخشی۔

اجلاس کے آغاز میں خطبۂ استقبالیہ رئیس المحدثین ابوالمحامد سید محمد، محدث کچھوچھوی صدر مجلس استقبالیہ نے ارشاد فرمایا۔ حضرات علماء اور شرکائے کرام میں اس خطبہ کی دھوم مچ گئی۔ اس خطبہ کی بلاغت و ندرت تبصرہ سے بلند ہے۔ اسی اجلاس میں آئندہ کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کا صدر متفقہ طور پر آپ کو منتخب کیا گیا۔ پانچ سو مشائخ کرام، سات ہزار علمائے عظام اور ایک کروڑ سے زائد سنی مسلمانوں پر مشتمل آل انڈیا سنی کانفرنس نے جو جماعتی متفقہ موقف اختیار کیا وہ یہ تھا کہ پاکستان ہماری زندگی ہے اس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں (خدانخواستہ) مسلم لیگ اگر مطالبۂ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائے تو آل انڈیا سنی کانفرنس اس مطالبہ سے دستبردار نہ ہوگی۔[1] سنی کانفرنس کے اس اجلاس میں جو قرارداد پاکستان سے متعلق بالاتفاق منظور ہوئی وہ یہ ہے:

(۱) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلِ سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں، جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲) نیز یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:

صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا نعیم الدین صاحب
صدر الشریعت حضرت مولانا امجد علی صاحب

---

[1] ایضاً۔ ص ۹۸، حیات صدر الافاضل، ص ۱۸۶

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب
مبلغ اعظم حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی
حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی
حضرت مولانا الحاج سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی
حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آلِ رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف
حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب، لاہور
حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف
حضرت پیر سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)
حضرت مولانا شاہ سید زین الحسنات[1] صاحب مانکی شریف
خان بہادر حضرت حاجی مصطفیٰ علی صاحب بخشی (مدراس)
حضرت مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب، لاہور

(۳) یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرے، یہ لازم ہو گا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لئے جائیں۔[2]

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس کی منظور کردہ تجاویز اور قراردادوں کو پڑھنے سے اس سوال کا جواب بخوبی مل سکتا ہے کہ مسلم لیگ جیسی "مسلم نمائندہ جماعت" کی موجودگی میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا قیام اور اس کی فعال کارکردگی وقت کی ایک "اہم ترین ضرورت" تھی۔ چونکہ مسلم لیگ کا نصب العین صرف ایک اسلامی ریاست

---

[1] آپ کا اسم گرامی امین الحسنات ہے، زین الحسنات لقب ہے۔

[2] خطبۂ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹، اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۳، حیات صدر الافاضل ص ۱۸۹ تا ۱۹۰

کا قیام تھا (جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہو گیا) مگر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا نصب العین اس سے کہیں ارفع تھا۔ سُنّی کانفرنس، سیاسی امور میں مسلم لیگ کی ہم نوا اور حامی تھی، لیکن وہ وسیع تر مقاصد جن کی ایک جھلک آپ گذشتہ صفحات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں، ان کے حصول کے لئے سنی کانفرنس کا علیحدہ وجود از بس ضروری تھا۔ سُنّی کانفرنس کے مرکزی دفتر سے جاری ہونے والے ایک مطبوعہ سوال نامہ (جو ہر علاقہ کے سُنّی اکابر کے نام جاری کیا گیا) اس کی مزید تصدیق کرتا ہے۔

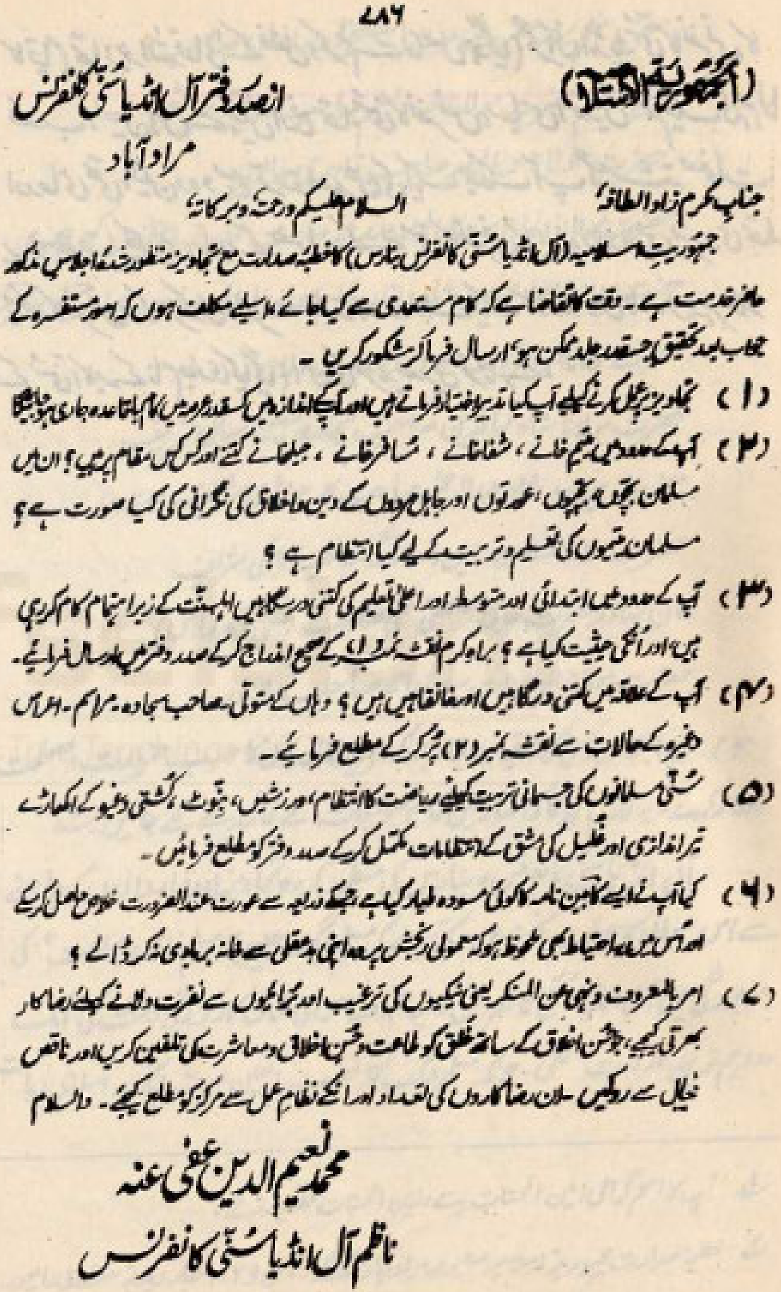

۷۸۶

(الجمہوریۃ الاسلامیۃ)

صدر دفتر آل انڈیا سنّی کانفرنس
مراد آباد

جناب مکرم زاد الطافہٗ
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنّی کانفرنس بنارس) کا خطبۂ صدارت مع تجاویز منظور شدۂ اجلاس منسلکہ حاضر خدمت ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ کام مستعدی سے کیا جائے اسلیے مکلف ہوں کہ امور مستفسرہ کے جواب بعد تحقیق جہانتک جلد ممکن ہو ارسال فرما کر مشکور کریں۔

(۱) تجاویز پر عمل کرنے کیلئے آپ کیا تدبیر اختیار فرماتے ہیں اور آپکے اندازہ میں کس قدر عرصہ میں کام باقاعدہ جاری ہو جائیگا

(۲) آپکے حدود میں یتیم خانے، شفاخانے، مسافرخانے، جیلخانے کتنے اور کس کس مقام پر ہیں؟ ان میں مسلمان بچوں، بچیوں، عورتوں اور جاہل مردوں کے دین و اخلاق کی نگرانی کی کیا صورت ہے؟
مسلمان قیدیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کیا انتظام ہے؟

(۳) آپ کے حدود میں ابتدائی اور متوسط اور اعلیٰ تعلیم کی کتنی درسگاہیں اہلسنّت کے زیر اہتمام کام کر رہی ہیں اور انکی حیثیت کیا ہے؟ براہ کرم نقشہ نمبر (۱) کے صحیح اندراج کر کے صدر دفتر میں ارسال فرمائیے۔

(۴) آپ کے علاقہ میں کتنی درگاہیں اور خانقاہیں ہیں؟ وہاں کے متولی، صاحب سجادہ، مراسم، اعراس وغیرہ کے حالات سے نقشہ نمبر (۲) پُر کر کے مطلع فرمائیے۔

(۵) سنّی مسلمانوں کی جسمانی تربیت کیلئے ریاضت کا انتظام اور ورزشیں، بنوٹ، کشتی وغیرہ کے اکھاڑے تیر اندازی اور غلیل کی مشق کے انتظامات مکمل کر کے صدر دفتر کو مطلع فرمائیں۔

(۶) کیا آپ نے ایسے کابین نامہ کا کوئی مسودہ طیار کیا ہے جسکے ذریعہ سے عورت عند الضرورت خلع حاصل کر سکے اور اس میں یہ احتیاط بھی ملحوظ ہو کہ معمولی رنجش پر عورت اپنی بد عقلی سے خانہ بربادی نہ کر ڈالے؟

(۷) امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکیوں کی ترغیب اور برائیوں سے نفرت دلانے کیلئے رضاکار بھرتی کیجیے، جو حسن اخلاق کے ساتھ خلق کو طاعت و حسن اخلاق و معاشرت کی تلقین کریں اور ناقص خیال سے روکیں۔ ان رضاکاروں کی تعداد اور انکے نظام عمل سے مرکز کو مطلع کیجیے۔ والسلام

محمد نعیم الدین عفی عنہ
ناظم آل انڈیا سنّی کانفرنس

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اسلامی ریاست —— پاکستان کے قیام کے باوجود مذکورہ بالا امور ابھی تک معرض التوا میں پڑے ہیں۔ پاکستان کے حصول میں مسلم لیگ کا کردار قائدانہ رہا اور عنانِ حکومت بھی اسی کے ہاتھ میں رہی، سُنّی کانفرنس کے اکابر مطمئن تھے کہ مسلم لیگ پاکستان میں اسلامی قوانین کا فوری نفاذ کرے گی —— لیکن بدقسمتی سے قائداعظم کو زیادہ مہلت نہ مل سکی وہ جلد ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کا کوئی جانشین ایسا نہ آیا جو اسلامی قوانین کا نفاذ کر کے مسلم لیگ کے سر سے اس قرضہ کو اتارتا۔ تاحال قوم اس مردِ مجاہد کی منتظر ہے۔

ع مردے از غیب آید و کارے کند

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مختلف اجلاسوں میں اجمیر شریف کا اجلاس خصوصی نوعیت کا حامل ہے، اس اجلاس کے انعقاد کی تشہیر کی گئی۔ ایک اخباری اشتہار کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

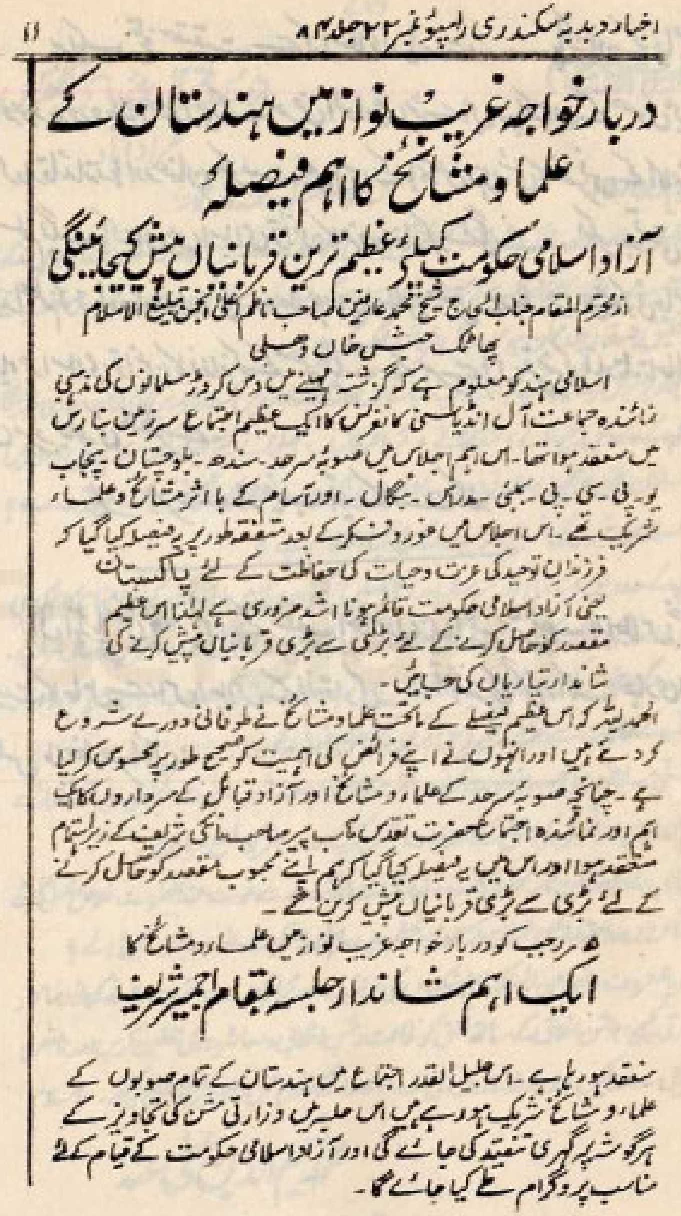

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۲۲ جلد ۸۴ ۱۱

دربار خواجہ غریب نواز میں ہندستان کے علما و مشائخ کا اہم فیصلہ

آزاد اسلامی حکومت کیلئے عظیم ترین قربانیاں پیش کیجائینگی

از محترم المقام جناب الحاج شیخ محمد عارفین صاحب ناظم اعلیٰ انجمن تبلیغ الاسلام
پھاٹک حبش خان دہلی

اسلامی ہند کو معلوم ہے کہ گزشتہ مہینے میں دس کروڑ مسلمانوں کی مذہبی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک عظیم اجتماع سرزمین بنارس میں منعقد ہوا تھا۔ اس اہم اجلاس میں صوبۂ سرحد۔ سندھ۔ بلوچستان۔ پنجاب یو۔ پی۔ سی۔ پی۔ بمبئی۔ مدراس۔ بنگال۔ اور آسام کے با اثر مشائخ و علماء شریک تھے۔ اس اجلاس میں غور و فکر کے بعد متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ

فرزندانِ توحید کی عزت و حیات کی حفاظت کے لئے پاکستان یعنی آزاد اسلامی حکومت قائم ہونا اشد ضروری ہے لہٰذا اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کرنے کی شاندار تیاریاں کی جائیں۔

الحمد للہ کہ اس عظیم فیصلے کے ماتحت علماء و مشائخ نے طوفانی دورے شروع کر دیے ہیں اور انہوں نے اپنے فرائض کی اہمیت کو صحیح طور پر محسوس کر لیا ہے۔ چنانچہ صوبۂ سرحد کے علماء و مشائخ اور آزاد قبائل کے سرداروں کا ایک اہم اور نمائندہ اجتماع حضرت تقدس مآب پیر صاحب مانکی شریف کے زیر اہتمام منعقد ہوا اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم اپنے محبوب مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کرینگے۔

۵ رجب کو دربار خواجہ غریب نواز میں علماء و مشائخ کا

ایک اہم شاندار جلسہ بمقام اجمیر شریف

منعقد ہو رہا ہے۔ اس جلیل القدر اجتماع میں ہندستان کے تمام صوبوں کے علماء و مشائخ شریک ہو رہے ہیں اس جلسہ میں وزارتی مشن کی تجاویز کے ہر گوشہ پر گہری تنقید کی جائے گی اور آزاد اسلامی حکومت کے قیام کے لئے مناسب پروگرام طے کیا جائے گا۔

خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس کے موقع پر دیوان سید شاہ آل رسول علی خاں سجادہ نشین دربار اجمیر کی دعوت اور صدارت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا خصوصی اجلاس ۵-۶ رجب ۱۳۶۵ھ / ۷-۸ جون ۱۹۴۶ء کو اجمیر میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ ایک لاکھ سے زائد کا اجتماع رہا۔ شرکاء حضرات میں چند کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی (صدر آل انڈیا سنی کانفرنس)
مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب (ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس)
مولانا شاہ محمد عبدالحامد قادری بدایونی (ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس)
مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی
حاجی محمد عارفین صاحب
مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں
مولانا مخدوم میاں صاحب
مولانا نذیر حسین دہلوی
مولانا عبدالمجید صاحب
مولانا محمد عابد القادری بدایونی[1]

علماء کی تقاریر کا موضوع بنارس سنی کانفرنس کی منظور کردہ تجاویز پر اعتماد، پاکستان کا حصول، مہاسبھائی تحریک کے مظالم کے خلاف احتجاج اور نفرت، اعراس مقدسہ کے لئے اصلاحی پروگرام وغیرہ امور تھے۔

---

[1] اخبار دبدبۂ سکندری رامپور مطبوعہ ۲۰ جون ۱۹۴۶ء ص ۳

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اکابر ہندوستان کے تمام علاقوں میں موجود تھے۔ تقسیم ملک کے بعد تبادلۂ آبادی میں بعض علماء و مشائخ پاکستان چلے آئے اور بعض اپنی اپنی خانقاہوں، مدارس اور مساجد میں ہی محدود ہو گئے۔ مسلم لیگ کے اسلامی قوانین کے نفاذ کے وعدہ پر اعتماد کرتے ہوئے سُنّی کانفرنس کے اکابر نے اپنی سرگرمیاں صرف محراب و منبر تک ہی محدود کر دیں۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والی مسلم آبادی کی رہنمائی بھی انہی حضرات کو کرنا تھی۔ ملک کی تقسیم کے بعد دونوں حصوں میں موجود اکابر نے اپنے دائرہ کار کو ہنگامۂ سیاست سے الگ رکھتے ہوئے روحانی و تعلیمی تربیت تک محدود کر لیا۔

قیام پاکستان کے بعد آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے پاکستان میں موجود اکابر اہلِ سنت نئی صورت حال پر غور کرنے اور آئندہ کے لئے لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لئے مارچ ۱۹۴۸ء میں ملتان کی عظیم درسگاہ "انوار العلوم" میں جمع ہوئے، بڑے غور و خوض کے بعد طے پایا کہ آل انڈیا[1] سُنّی کانفرنس کا اب نیا نام ـــــ جمعیت علمائے پاکستان ہو گا۔ اور اب صدارت کے فرائض علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب جامعہ وزیر خاں لاہور سرانجام دیں گے اور ناظمِ اعلیٰ غزالیٔ دوراں سید احمد سعید کاظمی مہتمم دار العلوم انوار العلوم، ملتان ہوں گے۔

اس طرح حضور اکرم، نورِ مجسم، شہِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ۲۳ سال تک (۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء) اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو کوششیں آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے انجام دیں وہ تاریخ کا ایک سنہری باب بن گئیں۔ لیکن بدقسمتی سے تاریخ نویس اس عظیم تنظیم کے عظیم کارناموں سے انصاف نہ کر سکے۔

---

[1] ہندوستان میں اس تحریک کو کلیۃً ختم کر دیا گیا۔ چونکہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا مقصدِ حقیقی صرف تعمیرِ پاکستان تھا۔ (فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، ص ۸۰)

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس دور کی تاریخ لکھنے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو قیام پاکستان کے مخالف تھے اور آج تک یہ نظریہ ان کے قلب و ذہن قبول کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے یہ توقع کہ وہ تحریک پاکستان کے مجاہدوں کا اچھے الفاظ میں ذکر کرتے۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں

اس سلسلہ میں ایک کوتاہی اہلِ سنت کی بھی ہے کہ ہم اپنے اکابر کے زریں کارناموں کو نہ خود سپردِ قلم کر سکے اور نہ غیر جانبدار مؤرخین کو اس طرف متوجہ کرا سکے جس کا شکوہ بجا طور پر بعض نامور مؤرخین کو ہے۔ بحمد اللہ اب غیروں کی اچھالی ہوئی گرد کی دبیز تہیں جھڑ رہی ہیں اور حقائق بے غبار ہو کر سامنے آ رہے ہیں۔ یہ مختصر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

کچھ خطبات کے بارے میں

اس کتاب میں سنی کانفرنس کے عظیم المرتبت قائدین کے چند مدلل خطبات ہیں جو انہوں نے مختلف اجتماعاتِ ملّی میں ارشاد فرمائے۔ جہاں تک ان خطبات کی مذہبی وسیاسی افادی حیثیت کا تعلق ہے، وہ ایک مسلّمہ امر ہے۔ ان میں سے کا ہر خطبہ اور اس کے ضمنی عنوانات بجائے خود ایک مکمل عنوانات ہیں، جو ہر قاری کو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں۔ لیکن ان خطبات کی ایک دوسری حیثیت سُنی کانفرنس کے اکابر کے ذہنی رجحانات اور فکری میلانات کی وہ سرگذشت ہے جو میدانِ عمل میں سُنی مشائخ وعلما کی قربانی وایثار اور استقامت واستقلال کی ایسی داستان ہے جو آئندہ نسلوں کے لئے عمل کی دعوت ہے۔

○ برصغیر میں سُنی اکابر جن بڑے بڑے مسائل سے نبرد آزما ہوئے ان میں

○ غیر ملکی سامراج کی گراں بار زنجیریں

○ ہندوؤں کا متعصبانہ رویہ اور ان کے مظالم ـــــ اور
چند مدعیانِ اسلام کی خودغرضانہ اغراض کے تحت غیر اسلامی حرکات وغیرہ
امور سب سے نمایاں اور معرکۃ الآرا رہے۔

ان خطبات میں اگرچہ وقتی مقتضیات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ تاہم وقت کی تمام صداؤں، حوادث کے پیہم وار ـــــ اور مرورِ زمانہ کے باوجود سُنی کانفرنس

کے بنیادی نصب العین میں کبھی بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ یہی اس کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے۔ ان خطبات کے پڑھنے سے جو جزئیات آسانی سے سامنے آتی ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(ا) آل انڈیا سُنی کانفرنس کیا ہے؟

(ب) آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین کیا ہے؟

(ج) آل انڈیا سنی کانفرنس اور دیگر جماعتوں میں کون کون سی باتیں ما بہ الامتیاز ہیں؟

(د) آل انڈیا سُنی کانفرنس برصغیر میں پیش آمدہ مسائل میں کس حد تک راہنمائی کرتی رہی؟

(ہ) آل انڈیا سنی کانفرنس کے اکابر کی سیاسی بصیرت اور جذبۂ دینی کی جھلک۔

(و) اسلامیانِ ہند پر وارد ہونے والے پے درپے مصائب میں آل انڈیا سُنی کانفرنس کے اکابر کا قائدانہ طرزِ عمل۔

(ز) دو قومی نظریہ کے احیاء اور تحریکِ پاکستان میں آل انڈیا سُنی کانفرنس کے زعماء کی بے مثال قربانیاں اور ان تھک جدوجہد وغیرہ۔

بعض طبائع جو ناقدانہ فرائض کو انتقامی جذبہ کے تحت ادا کرنے کی عادی ہیں، ممکن ہے وہ ان خطبات میں اپنی حسب پسند مین میخ نکالیں۔ اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ دورِ حاضر کے بعض دانشور یہ بھول جاتے ہیں کہ دین اور ریاست لازم وملزوم ہیں دین کی جدائی سے سیاست ـــــ چنگیزیت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ سیاست ـــــ دین کے تابع ـــــ ایک رحمت ہے۔ اور دین ـــــ بغیر سیاست کے رہبانیت ہے۔ دونوں کے حسین امتزاج میں ہی خلافت راشدہ کا صحیح پَرتو دیکھا جا سکتا ہے ـــــ مردِ مومن کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو تو دوسرے میں تلوار۔

یہ دونوں ایک دوسرے کے محافظ ہیں ؎

گفت اگر از رازِ من داری خبر
سوئے ایں شمشیر و ایں قرآں نگر!
ایں دو قوّت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند!

اکابر اہل سنت کے خطبات میں ایسے مقامات بھی آئیں گے جہاں بعض سیاستدانوں کی بے راہروی پر تنبیہہ کی گئی ہے اور ایسے کلمات بھی ملیں گے جہاں کسی مدعی اسلام کی اسلام سے بیگانگی یا اسلامی مزاج کے خلاف کسی حرکت پر سرزنش کی گئی ہے۔ یہ مردانِ حُر ایسے قافلے سے تعلق رکھتے ہیں، جو شرعی اور سیاسی تقاضوں کے مطابق قوم کی نہ صرف صحیح رہنمائی کرتے ہیں بلکہ بقدرِ ہمت اسلامی مزاج کے خلاف سرزد ہونے والی حرکات کا سدباب بھی کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا یہ دوسرا فرض بعض اوقات بظاہر ناخوشگوار محسوس ہوتا ہے۔ مگر یہ حضرات ایک طبیب کی طرح فاسد مواد کی نشاندہی اور ایک ماہر جراح کی مانند تیز نشتر سے اس کے اخراج میں کوتاہی نہیں کرتے۔ یہ ناخوشگوار فریضہ ہی صحت مندانہ نظریات کا محافظ ہے۔

اِن خطبات کا تعلق اگرچہ ماضی کے انقلابات و حادثات سے ہے۔ مگر عالم گیر صداقتوں کی طرح ان خطبات کی افادی حیثیت آج بھی مسلم ہے۔ اکابر اہل سنت نے اپنے ان خطبات میں قوم کو جو لائحہ عمل دیا ہے، وہ آج بھی قابل عمل بلکہ واجب العمل ہے۔ اقتدار کی شکست و ریخت کے باعث قومی و ملّی جذبات میں جو ہیجان و اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ ان جذبات کو شاہراہِ مقصود تک پہنچانے کے لئے یہ خطبات ایک راہنما سے

کسی طرح کم نہیں، بالخصوص وہ حضرات جن کے سپرد قومی رہنمائی کا فریضہ ہے یہ خطبات اُن کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ انہی کی روشنی میں وہ ملی پروگرام طے کر سکتے ہیں۔ ان سب امور کا کریڈٹ اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کو پہنچتا ہے، جن کی سیاسی بصیرت اور دور اندیشی پر حالات شاہد عادل ہیں۔

اکابر اہل سنت کے ان خطبات کا ایک اور افادی پہلو بھی ہے، اور وہ ہے اُردو زبان کی خدمت۔ سُنّی علماء و مشائخ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اُردو —— مسلمانوں کی قومی زبان کے طور پر استعمال ہو۔ حالانکہ ماضی میں —— غیر منقسم ہندوستان میں —— اور بد قسمتی سے مملکت خداداد پاکستان میں بھی —— اردو کے خلاف گہری سازشیں کی گئیں۔ اس کا درجہ کم کرنے کے تمام حیلے انہی حضرات کے تعاون سے ناکام رہے۔ ان خطبات کا اردو زبان پر ایک گونہ احسان ہے اور بذات خود یہ خطبات اردو ادب کے شہ پارے بھی ہیں، اور بعض عبارات تو اردو نثر نگاری کا بہترین نمونہ ہیں۔

اِن خُطبات کو مرتب کرتے وقت آل انڈیا سنی کانفرنس کی تدریجی رفتار کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ اس سے سُنّی کانفرنس کی فکر و عملی ترقی کا اندازہ ہو سکے گا۔ گذشتہ صفحات میں شامل عکسوں کے علاوہ کوشش یہ کی گئی ہے کہ مشائخ عظام کے خطبات بھی اصل حالت میں آپ تک پہنچیں۔ اس مقصد کے لئے اکثر مطبوعہ خطبات کے عکس شامل کئے گئے ہیں۔

خطبات کے آخر میں چند اہم تقاریر جو اخبارات میں شائع ہوئیں، وہ بھی درج ہیں یہ تقاریر اگرچہ مختصر ہیں، تاہم سنی علماء کی پاکستان سازی کے سلسلہ میں ان کی مساعی جمیلہ کا ایک دستاویزی ثبوت ہیں۔

الخطبۃ الاشرفیہ

خطبہ صدارت شیخ المشائخ حضرت سید محمد علی حسین اشرفی
سجادہ نشین کچھوچھہ شریف (قدس سرہ)
آل انڈیا سُنّی کانفرنس مراد آباد

۲۰ — ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ / ۱۶ —— ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے یوم تاسیس کے موقع پر دیئے گئے اس خطبہ میں نہایت سادگی اور بے ساختگی سے جو امور بیان ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اعلانِ حق کے ارکانِ خمسہ جرأت و ہمت، عقل و فراست، استقلال و شجاعت، صبر و قناعت اور تحمل و مروّت۔

(۲) حق کہنے میں موانع خمسہ —— مادی قوتوں سے مرعوبیت، ملامت و نفرت سے بچنے کا خیال، جوش کا جذبۂ جنون میں تبدیل ہو جانا، دین کی پاسداری نہ رہنا، اور شکم پروری، دنیا طلبی اور شہرت پسندی کی ہوس۔

(۳) نئے فرقوں کی پیدائش۔

(۴) برصغیر اور بلادِ عرب میں مصائب کا باعث۔

(۵) جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی اور انجمن خدام الصوفیہ کی پاک و ہند میں خدمات کا جائزہ۔

(۶) مدرسہ و خانقاہ کا ربط اور اتفاق بین المسلمین کی ضرورت۔

(۷) خالص سُنّی تنظیم —— آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا نصب العین اور نظام عمل

آئندہ صفحات پر "خطبہ اشرفیہ" کا وہ عکس دیا جا رہا ہے، جو ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف، شوال المکرم ۱۳۴۳ھ مئی ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

الخطبة الاشرفية

یعنے خطبہ صدارت شیخ المشائخ امام الاولیا سند الاصفیا حضرت مولنا مولوی
ابواحمد سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ اشرفی جیلانی صاحب سجادہ کچھوچھہ
مقدسہ ضلع فیض آباد جو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس مرادآباد مین پڑھا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللھم انی امنت بذاتک موجود وحبیبک محمود ومن اتبعہ مسعود وآمنت بانک مشہود ودون ذلک مفقود ومن خالف حبیبک فھو مردود ویاسبوح یاقدوس یابدوح یاودود وصل وسلم وبارک علی احمد محمود وافضل مولود سیدنا و مولٰنا محمد ظل الوجود وعلی الہ وصحبہ المنفذین للحقوق والحدود

اما بعد۔ معاصر بزرگو۔ اور اے علم شریعت کے علمبردارو۔ اے پیارے سنی بھائیو اور میرے اشرفی عزیزو مین اپنی تقریباً ہشتاد سالہ عمر کے جن مبارک ساعت مین آج پہنچا ہون اوسکو اگر مین اپنی نصف صدی مدت کی تمناؤن اور رات دن کی دعاؤن اور زاریون کا نتیجہ کہون تو بالکل بجا نہ ہوگا میرا اشارہ آپ کے اوس شاندار جلوس اور پر شوکت استقبال کی طرف نہین ہے جسکو آپ نے آج اس فقیر کی آمد پر جوش وخروش کے ساتھ کیا تھا اور جسکا نتیجہ آپ کی مہمان نوازی اور سفید بالون کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہ تھا اور جسنے میری شخصیت مین کسی دینی حیثیت کا اضافہ نہین کیا اگر میرے مقاصد مین جلوس و استقبال کا کچھ حصہ ہوتا تو آج مین کلکتہ مین ہوتا جہان لاکھون مسلمانون نے غیر معمولی اہتمام سے بے مثال جلوس کا حیرت افزا نظارہ کرایا تھا اور اوس مقام کو چھوڑ کر کئی سو کوس کے فاصلہ کو طے کرکے دوڑا ہوا مرادآباد نہ آتا مگر مین جلتا

Nafselslam
Spreading The True Teachings Of Quran & Sunnah

ہون کہ میرے لیے فخر اسی مین ہے کہ آج کی مقدس نشست مین شریک ہو کر اہل علم اور باخدا حضرات سے فیضیاب ہون اور یہی جذبہ ہے جو مجھکو یہان کھینچ کر لایا ہے اور مین اپنی کامیابی پر بیحد نازان ہون بہرحال مین آپ کے اخلاص و محبت کی عزت کرتا ہوا آپ کا سچا دُعاگو ہون کہ آپ کی پاک اور بے لوث نیت کا ثمرہ حق سبحانہ تعالےٰ آپ کو عطا فرمائے اور اور آج مین اپنے اوس درد کی کہانی آپکو سناتا ہون جو نصف صدی کی عمر رکھتا ہے یا یون کہئے کہ ایک ہشتاد سالہ ضعیف و ناتوان کا تجربہ ہے مین محسوس کرتا ہون کہ اپنی حیات کا دور قریب قریب ختم کرچکا ہون اسلئے آپ سے امید ہے کہ اسوقت کی باتون کو میری وصیت سمجھکر آپ سنین گے اور بلا خوف لومۃ لائم حق گوئی اور حق پسندی کا آپ حلف اوٹھائینگے مین نہایت سادہ الفاظ مین اپنے واقعات کے تذکرہ کو آج سے شروع کرتا ہون اور آپ سے پوچھتا ہون کہ اس مجلس مین حاضرین جلسہ کون لوگ ہین- اس سوال کا جواب صرف اسقدر ہے کہ سادات و شیوخ و خوانین وغیرہ جو مذہبی طور پر پورے سنی ہین اونکا یہ مجمع ہے اور شرکا مین زیادہ حصہ اون لوگون کا ہے جنکے آباواجداد بیرون ہند کے رہنے والے تھے مین خود اون دور افتادہ لوگون مین سے ہون جنکا کرۂ زمین پر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ مین اہلبیت کے گھر مین مسکن ہونا چاہئے تھا یا کم از کم جیلان و بغداد مین رہنا چاہئے تھا مگر آج اپنے اجداد کی قبرون سے دور اس تاریک ملک مین پڑا ہون- اب آپ ذرا دل و دماغ پر زور دیجئے اور اسپر غور کیجئے کہ ایسا پیارا وطن محبوب گھر اپنا مقدس میراث آبائی نورانی گہوارہ ہمسے کیون چھوٹا اور ایسے اجنبی ملک مین ہم خوشی کے ساتھ کیون چلے آئے اس سوال کو آپ جسقدر سوچین گے اوسی قدر آپ اپنے اعیان ثابتہ سے قریب ہوتے جائینگے اور دمبدم سلوک کی ایک ایک منزل طے کرتے رہینگے یہانتک کہ تحقیقی جواب تک پہونچ کر آپ اون تجلیون کا نظارہ کرینگے جنکے کشف و شہود کا نام خدارسی و ولایت ہے- یعنے وہ سوال جو آج اس مجمع مین اوٹھا ہے اوسکا جواب وہ واقعات ہین جنکی ابتدا آج سے تیرہ سو برس پہلے ہوئی تھی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عرب کی تاریکیان شب دیجور کو شرمندہ کرتی تھیں اور اس خطۂ پاک کی جہالتین ضرب المثل ہوگئی تھیں یہ ٹھیک ہے کہ یورپ کی وحشت وایشیا کی بت پرستی افریقہ کا غرور بھی حد سے متجاوز تھا مگر عرب کی اندھیر نگری کا وہ عالم تھا کہ کرۂ زمین مین اوسپر لعنت و نفرت کی بوچھار پڑتی تھی اور کسی قلب مین اونکی انسانیت

تسلیم کرنے کی گنجائش نہ تھی یہانتک کہ وجود مطلق کی تجلیون کے تنوعات و تعینات کی نیرنگیان ظاہر ہوئین شان جمال کی گھنگھور گھٹائین تمام عالم پر اوٹھین اور رحمت کا بھرن برسا گئین سیاہی دور ہوئی تاریکی چھنٹ گئی صبح ہوئی اور دیکھنے والون نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ عرب کے افق اور فاران کے مطلع سے ایک بینظیر آفتاب قرب و خورشید محبوبیت چمکا جسکی نورانی کرنون اور شعاعون نے تمام عالم کو روز روشن کردیا اور جسکی گرمی کا نظارہ آج بھی کرو کہ کرۂ زمین کے چپہ چپہ پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دھوم ہے ایک سایۂ الٰہی ہے جو عالم کے سرون پر جلوہ فرما ہے اور جس سایہ کی وسعت بڑھتے بڑھتے آج بھی ماکان و مایکون کو محیط ہے یہی ظل ہے جسکی درازی پر شان ربوبیت مباہات فرماتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے الم تر الی ربک کیف مد الظل یعنے قادر و قیوم نے اپنے بندون پر رحم فرمایا اور اپنے بنانے کی لاج رکھی کہ اپنے پیارے سید المرسلین خاتم النبیین اس انجمن دنیا کے صدر نشین حضور پرنور نبیِّ عالم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو زمین پر بھیجا اور حضور کی افضلیت مطلقہ و محبوبیت خاصہ کے حضور عرش سے فرش تک نے بکمال نیاز مندی سر جھکا دیا پھر کیا تھا ظلمت کافور ہوگئی تاریکی کی جگہ نور حزن و ملال کے بدلے امید و سرور نے جگہ پائی سعادتمند روحین حلقہ بگوشی کا عہد کرنے لگین جاہل عالم ہوگیا بزدل بہادر کردیا گیا اور جزیرۃ العرب کی خوفناک حالت اوسکے امن و تقدس سے بدل گئی جو لوگ چوری ڈکیتی، بیحیائی، خونریزی، بت پرستی، شراب نوشی بے امنی کے عادی ہو رہے تھے وہی لوگ بے حرصی، عدل پسندی، حیاداری، توحید پرستی، خدائے قدوس کی رضامندی و باامنی کے مثال بنگئے جس قوم کے افراد کا مضحکہ اوڑایا جاتا تھا اوس قوم مین صدیق اکبر فاروق اعظم، ذوالنورین، حیدر کرار ہو ہو کر نکلے جنکا نام ادب سے لینا حق پرستی کا جزو لاینفک ہوگیا رضی اللہ تعالےٰ عنہم و رضوا عنہ وارضاہم عنا-

ان توحید کے متوالون شمع رسالت کے پروانون حق پرستی کے دلدادون- خدائے قدوس کے سوا کسی سے نہ ڈرنے والون کی حیات کا مطمح نظر اور زندگی کا مقصد غیر حق سے ہٹکر صرف اعلان حق ہوگیا اور اوسمین وہ اپنے کو زیادہ کامیاب باور کرتا تھا جو اعلان حق مین زیادہ حصہ حاصل کرتا تھا چنانچہ یہی جذبہ تھا جو توحید کا نعرہ مکہ معظمہ کے

گیون اور مدینہ طیبہ کے کوچوں ہی میں چکر کھا کر نہیں رہ گیا بلکہ جزیرۃ العرب سے نکلا تمام ایشیا وافریقہ ویورپ غرض ربع ارض مسکونہ میں پھیل گیا اور اسلامی بحیری آوازبازگشت یورپ کے ایوانوں اور افریقہ کے صحراؤں اور ایشیا کے پہاڑوں سے آنے لگی ہر طرف ہوا برکات توحید ساتھ لاتی اور ہر شرقی ہوا اوسکا شاندار استقبال کرتی نغمہائے ترو کے قلم کتابوں کی سطروں میں علوم کی روشنیاں جودت کی خوشخبریاں بلکہ سمندر کی موجین پہاڑوں کی چوٹیاں ریگستان کے ذرے سواحل کے دندل بلکہ نیزہ کی نوک تلوار کی بجلی گھوڑوں کی ٹاپیں اور توپوں کی گرج کا واحد فرض یہ تھا کہ اعلان حق کی رفاقت کرین اور اسلامی صداقت کے اعتراف سے رطب اللسان رہین یہی اعلان حق کا جذبہ تھا جسکے نشّہ نے توحید ورسالت کے متوالوں سے گھر بار عزیز ویار سب کچھ چھڑوایا اور دنیا نے دیکھا کہ حق پرستوں کا گروہ عرب سے نکل کر دنیا میں پھیل گیا کیا تم اوسکو نہیں پہچانتے جو عرب سے چشت آیا اور بڑھتے بڑھتے جس نے سرزمین ہند میں اگر اعلان حق کا فرض ادا کیا اور اپنی قوت صداقت سے بڑے بڑے نبرد آزماؤں کے زور بازو اور شجاعت کے عزوں کو خاک میں ملا دیا جسپر دارالخیر اجمیر شریف کا قدس قیامت تک گواہ رہیگا۔ درحقیقت اعلان حق کا نشہ وہ کیف نہیں ہے جسکو دنیا کی کوئی قوت اوتار سکے۔ یہی سرور تھا جسنے حضور غوث العالم محبوب یزدانی تارک السلطنۃ مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کو سمنان کے آزاد تخت وتاج سے علیحدہ کر کے ہندوستان کے ایک بیابان کچھوچھہ شریف میں بٹھا دیا اور آج اوس بارگاہ بیکس پناہ کی عظمت محتاج بیان نہیں ہے اعلان حق کرنے والے تنہا آئے مگر اپنے صداقت کی بدولت [illegible]ان یہ دیکھا کہ توحید ورسالت کے دلدادوں کی جماعت اونی تھا اور ہو رہی ہے ایسی جماعت جسکا ہر فرد بجائے خود تبلیغ کا سرچشمہ بنا ہوا تھا مجھے اب اسکے کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمان اعلان حق کرنے والوں کا نام تھا اور اسی جذبہ نے قوم مسلم کو عزت دی تھی بیان اتنا اور بتادوں کہ اعلان حق کی استعداد اوس قلب میں پیدا ہوتی ہے جس میں جرأت وہمت۔ عقل وفراست۔ دین ودیانت۔ استقلال وشجاعت صبر وقناعت۔ تحمل ومروت موجود ہو اور اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہے تو اعلان حق صحیح معنوں میں ایک امر محال ہوا اگر آپ

خدائے قدوس ہی سے ڈرتے ہیں اور اپنی عقل وفراست سے خطرات ومہالک سے اپنے کو بچا سکتے ہیں دین حق ودیانت صادقہ سے ایک انچ ہٹنا آپ کو گوارا نہیں ہو ظاہری ناکامیابیاں آپ کی پامردی کو متزلزل نہیں کر سکتی ہیں اور مصائب کی تاب آپ میں موجود ہے اور انتقام پسندی کے بجائے آپ چشم مروت رکھتے ہیں تو آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ آپ باایمان ہیں اور آپ کی کامیابی وبرتری کا ازلی وعدہ ہو چکا ہے انتم الاعلون ان کنتم مومنین بر خلاف اسکے اگر آپ کا دل مادی قوتوں سے مرعوب ہو چکا ہے یا اندھیر نگری کی حالت میں جاہلوں کی ملامت اور کمینوں کی نفرت سے بچنے کا خیال جاتا ہے یا جوش کا درجہ جنون تک پہونچ چکا ہے یا دین کا پاس اور دیانت کا لحاظ معاذ اللہ باقی نہیں رہا یا ناکامیابیوں کو یاد کر کے سکتہ طاری ہو جاتا ہے یا شکم پروری اور دنیا طلبی مدنظر ہے یا شہرت پسندی واظہار جاہ وجلالت مطلوب ہے تو آسمان کے تارے اور زمین کے ذرے گواہ ہیں کہ اسکا نتیجہ دارین کی روسیاہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے جبتک قوم مسلم میں صفات خمسہ مذکورہ کا وجود تھا اوسوقت تک "اعلان حق کا عروج کسی پر پوشیدہ نہ تھا یورپ کے سلاطین ہماری رضاجوئی کے درپے تھے اور ایشیا کی قوم ہماری اطاعت کی خواہشمند تھی اور افریقہ کا صحرائی ہماری غلامی پر نازاں تھا یا تک کہ بساط عالم کا رخ باد مخالف سے پلٹ گیا اور جذبات صداقت پر حملہ آور وہ قوم پیدا ہوئی جسکا کبھی خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کلمہ طیبہ پڑھ پڑھ کر اسلامی تنظیم واجتماع کے خلاف خروج وبغاوت کا مادہ پیدا ہوا اور اسقدر پھیلا کہ جسکی داستان غم برسوں میں ختم ہوگی۔

ابھی کم وبیش سو برس کی بات ہے کہ نجد کے مشہور جنون خیز ملک میں ابن عبدالوہاب نے وہابیت کی بنیاد رکھی اور دیکھتے دیکھتے اوسکا اثر ہندوستان میں پھیل گیا۔ دہلی میں اوسکا تخم لگایا گیا اور اوسکی پرورش اس شان سے کیگئی کہ اوسکے ثمرات کی تجارت اب علانیہ دیوبند میں ہو رہی ہے انکی شرک فروشی وبدعت نوشی کا یہ حال ہو گیا کہ ماتھے پر قشقہ لگانے۔ گائے کی پرستش کرنے منبر رسول پر مشرک کو بٹھانے قرآن ورامائن کو برابر رکھکر گشت کرانے گنیش کے پنڈال سجانے وغیرہ پر انکی زبانیں گونگی اور قوت ناطقہ

معدوم ہوجاتی ہے مگر میلاد شریف فاتحہ عرس کے خلاف زہر اوگلنے کے لیے ہروقت کمربستہ رہتے ہین زمانہ رسالت سے لیکر آجتک سب مشرک ہوجائین انکی بلا سے مگر انکی فرقہ بندی کا شکم بھرا رہے شغل ہے۔ مصرعہ بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا چنانچہ دربار رسالت مین کڑی کڑی گالیان اور دربار الوہیت مین شرمناک منھ زوریان دکھا کر کفرستان ہند کے شیخ و امام بایون کہو کہ کفر و جہنم کے صدر نشین بنگئے اور ہزارون ذلتون اور رسوائیون کے باوجود نہ توفیق توبہ میسر ہوئی نہ اسی قاعدہ کو بدلا کہ جو انکو مانے وہ مسلمان ورنہ مشرک بدعتی ہے اون جنت و دوزخ کے ادھارے ٹھیکیدارونکو دیکھکر قادیان مین ایک شخص کو بلند پروازی سوجھی اور وہابیون نے مسئلہ امکان نظیر مین جو کمائی دکھائی تھی اوسکو وہ لے اوڑا اور نبوت کا دعوے کربیٹھا دوسریطرف چکڑالویون نے سر اوٹھایا اور اتباع النبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے انکار کردیا کچھ لوگ وہابیت کے ساتھ ساتھ تقلید پر بد لگا بیان دکھانے لگے غرض ایک اندھیر مچ گیا اور شور و غل اسقدر بڑھ گیا کہ اعلان حق کی آواز کا امتیاز دشوار ہوگیا اسلام کے اس نازک وقت مین علماء کرام و علم برداران شریعت کے لیے جایز نہ تھا کہ وہ اسکے دفاع سے غفلت برتین اور اس ہلکہ کو نذر تغافل کردین بلکہ واقعات کی نشو و نما اس انداز پر تھی کہ ائمہ شریعت و حاملان دین کی ذمہ داری اسطرف بڑھ گئی تھی اور "اعلان حق" کا فرض ان مرتدین کی بیخکنی مین محدود ہوگیا تھا وقت کی نزاکت اسوجہ سے زیادہ بڑھگئی تھی کہ مسلمانون کے پانچون صفات حمیدہ مین کمزوری آگئی تھی اور بعض صفات حمیدہ کا تو بالکل فقدان ہوگیا تھا اسی "اعلان حق" کی جرأت ہونا درکنار اوسکی طرف سے غفلت بلکہ معاذ اللہ نفرت سی آگئی تھی اور دردمندان اسلام کو کلمۃ الحق کہنا دشوار ہوگیا تھا کہ پھر اوسی خدا کے قدوس نے ہماری حالتون پر رحم فرمایا جس نے اسلام کو انمٹ قانون قرار دیا ہے چنانچہ ہندوستانیون نے دیکھا کہ بدایون مین حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالے علیہ اور رامپور مین حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالے علیہ لکھنؤ مین حضرت مولانا عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ تعالے علیہ وغیرہ وغیرہ اور سرزمین بریلی پر ایک حق گو حق پرست اور حق شناس ہستی تھی جس نے بلا خوف

لومۃ لائم اعلان حق کے لیے میدان جہاد مین قدم رکھدیا اور قوم کے تفرقون سے بے پرواہ ہوکر اپنی اوس شان امامت و تجدید کو عرب و عجم پر روشن کردیا جسکی عظمت کے سامنے اعدائے دین کے کلیجے تھراتے رہتے ہین یعنی اشارہ اعلیحضرت امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی طرف ہے جنکے فراق نے میرے بازو کو کمزور کردیا اور مسلمانون کو جنکی وفات نے بیکس و ناتوان کردیا۔

(آپ لوگ عقیدت کے پھول اسوقت پیش کرین اور سورہ فاتحہ پڑھکر اوسکا ثواب مولانا کی خدمت مین ہدیہ کرین)

اس امام وقت کی وفات اسلامی ہند مین کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ اس عظیم انقلاب کا پہلا واقعہ تھا جسکی گردش مین آج ہم آپ پریشان ہین مسلمانون کا افسوسناک جمود یورپ کی حریصانہ نظر اعدائے اسلام کی بلند پروازی کا ارتقاء اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اگر بیرون ہند اسلامی حکومت کے حصے بخرے تقسیم کرنے پر وہ دشمن قومین تلی ہوئی ہین جنکو ہماری کفش برداری نے تاجدار کردیا تھا اور آج حرم پاک کے بیگناہون کے خون سے اوس سفاک و ظالم ابن سعود کا ہاتھ رنگین ہو رہا ہے جسپر دار الاسلام کا داخلہ حرام تھا۔

تو اندرون ہند وہ پیڑ پتھر جیسے مٹی سے ڈرنے والی قوم مسلمانون کے ایمان پر حملہ آور ہے اور سنگھٹن شدھی وغیرہ کا حربہ لیکر اون بہادرونکو مادہ پرستون نے ڈرانے کی دھمکی دی ہے جو ہمالیہ کی چوٹیون کو ہزار برس سے پامال کر رہے ہین وہ ہمالیہ جسکے کنکر پتھر کو یہ لوگ معبود بنائے ہوئے ہین یا کم از کم روح و مادہ کی بھول بھلیان اور تناسخ کے چکر مین سرگردان ہین اور جنکی فطرت مین غلامی و بت پرستی ہمیشہ سے تھی اسیطرح شقی ابن سعود کی سفاکیون اور بیحیائیون کو دیکھکر ہندی وہابیون نے مسلمانون پر فقرے کسنے شروع کردئے ہین اور اب علانیہ اوس توہب و نجدیت پسندی کو کہا جاتا ہے جسکو امام اہلسنت کے زمانہ مین کہتے ہوے شرم آتی تھی کیا غضب ہے کہ اعلیحضرت غازی اسلام امیر امان اللہ خان فرمانروا افغانستان خلد اللہ تعالے ملکہ و سلطنتہ ایک مرتد قادیانی کو بحکم شریعت قتل کرکے سنت صدیقیہ کی مثال قائم کرتے ہین اور عالم اسلامی اس واقعہ پر مبارکباد

کو رہا ہے مگر ہندوستان ہی وہ مقام ہے جہان دنیا بھر کے ٹھیکے دار بستے ہین چنانچہ وہ گنتی کے لوگ جنھون نے اسلامی سلطنت پر بیجا انداز سے ناجائز حملہ کیا تھا وہ ہندوستان ہی کے تھے ابن سعود ایک فرضی و خود ساختہ جعلی "موتمر اسلامی" کی دعوت موجودہ زمانہ کی مشہور مکاریون کے لیے دیتا ہے اور دنیائے اسلام اوسکی صدا کو شور خوک و خر کے برابر بھی نہین سمجھتی مگر ہندوستان ہی وہ جگہ ہے جسکے ساحل بمبئی مین صرف ایک شخص نے بطور خود مدعو بنکر اپنے ساختہ پرداختہ تین ہستیون کو شرکت جلسہ کے لیے روانہ کیا اگرچہ اونکے لیے داخلہ حرم ازل سے مقدر نہ تھا اعلیحضرت محی الاسلام فرمانروائے حیدرآباد کے زیرنگین ایک اتفاقی سبب سے ایک بتخانہ منہدم ہو جاتا ہے اوسکا معاوضہ سلطنت زیادہ سے زیادہ دے رہی ہے مگر وہ ہندوستان ہی کا ملک ہے جس مین ابتک مخالفت کی آواز بلند کی جا رہی ہے بلکہ الحاق برار کے جیسے ضروری مسئلہ سے اسلیے لوگونکو ہٹایا جاتا ہے کہ بتخانہ کے عوض کوئی مسجد کیون نہ منہدم کرا دی گئی یعنے ترکون کے نظام عمل پر نکتہ چین - ہاشمیہ کے عروج کا مخالف - افغانیون کے امور داخلیہ پر معترض احترام حرم پاک کا دشمن غرض دنیا بھر کا ٹھیکیدار ہر معاملہ مین ہندوستانی ملتا ہے آخر یہ کیا ہے ؟ اسکا جواب صرف اتنا ہے کہ مسلمانون نے اپنا فرض فراموش کر دیا ہمکو یاد نہین رہا کہ ہم ہندوستان کیون آئے تھے ہمنے زمینداری تجارت - ملازمت وغیرہ ہی کو مقصود اصلی قرار دیدیا اور اسکا خیال نہ رہا کہ اس قسم کے حرص نما مین ہرگز یہ قوت نہ تھی کہ ہمکو ہمارے بابرکت گھر سے علیحدہ کر دیتی اگر راحت دنیا کوئی چیز قابل قدر ہوتی تو گروہ انبیا سلاطین وقت ہوتا اور کربلا کی انجمن جلتے تپتے ریگستان پر قائم نہوتی اور ہم تو یہی کہتے ہین کہ بغداد کا راج اور سستان کا تخت و تاج چھوڑ کر آج ہندوستان کی مشکلات کو اختیار نہ کیا جاتا مگر ہمارے بزرگون نے اپنے نظام حیات سے اس حقیقت کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا کہ مسلمانون کے سفر و قیام کا صرف ایک مدعا ہے اور وہ اعلان حق ہے مگر ہماری فراموشی اور غفلتون کی انتہا ہے کہ صفات محمودہ آہستہ آہستہ ہم سے رخصت ہوتے جاتے ہین اور ہمارے تفرقہ و تشتت کا افسوسناک منظر ہمارے اعدا کو شہ دے دے کر ابھار رہا ہے - ہمین معلوم ہے کہ اب بھی ہندوستان مین مشائخ کرام و

وعلمائے عظام کی مبارک ہستیان موجود ہین جنکی برکت سے اس تاریک ملک کا زمین پر آسمان قائم ہے مگر سب کا شیرازہ اسطرح بکھرا ہوا ہے کہ ہر ہستی کے مقامی اثر کا پھیلاؤ ایک درجہ پر جاکر محدود ہو گیا ہے اور وہ اپنے تمام نمایان کامون کا تنہا ذمہ دار ہو کر رہ گیا ہے اور اب بھی مسلمانون کا بڑا گروہ اونکے برکات سے محروم ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آریون اور مشرکون نے نڈر ہو کر ملکانہ کے علاقہ پر حملہ کیا اور مسلمانون کو اقرار کرنا پڑا کہ اونکے سایۂ عاطفت سے یہ ملک برسون سے علیحدہ پڑا تھا اس موقع پر میرا فرض ہے کہ اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی اور ممبران انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ کو دلی مبارکباد دون جنھون نے قوم کی طرف سے ملامت کی بوچھار ہونے پر بھی ایک منٹ کی تاخیر نہ کی اور وقت پر پہونچکر مشرکین کے پر غرور سر کو کچل کر رکھدیا جب اشرفی جھنڈا اس علاقہ مین پہونچا تو مینے خود جاکر اس منظر کو دیکھا کہ کام کرنے والون کی دشواریان اسدرجہ بڑھی ہوئی ہین جنکا تصور بھی گھر بیٹھنے والے دماغ پر بار ہے -

ماہ مبارک ہے گرمی کی شدت ہے پانچ پانچ دس دس کوس کا پیادہ سفر ہے افطار کے لیے چنا بھی کبھی میسر نہین ہے مگر عزم و ثبات کا یہ عالم ہے کہ ہر خار راہ ان مجاہدین کی نگاہ مین گل بوٹا نظر آ رہا ہے ایک ایک فرد کی دولت ایمان کو بچانے کے لیے اون اون مصیبتون کو برداشت کیا گیا ہے جسکی داستان بہت طویل ہے لیکن کیا ہماری بدقسمتی اور قیامت خیز بدقسمتی اس سے بڑھکر ہو سکتی ہے کہ وہ متدین اور کارکن جماعت آج اپنی ذمہ داریون سے اسلیے علیحدہ ہو رہی ہے کہ مالی ناداری نے اوسکو کھوکھلا کر دیا ہے اور اب اونکو ایک قطرہ پانی کا پلانے والا ہندوستان مین نہین ملتا انجمنون کے بننے بگڑنے کا تماشہ تو ہندوستان کا روزمرہ ہو رہا ہے اور دنیا طلبی کے کامون مین بھی مذہبی رنگ پیدا کرنا ایشیائی مذاق کا ایک کھیل ہے کل کی بات ہے کہ ترکون کے نام پر کمیٹیون کی اسقدر بھرمار ہو رہی تھی کہ نام کا ملنا دشوار ہو گیا تھا کھینچ تان کے آڑ سے اپنے مہراج بننے کو بھی ترکون کی خدمت قرار دیا تھا اور بڑا لطیفہ تو یہ ہے کہ ترکون کے سینہ پر ہندوستان آنے کے وقت بھالے رکھدینے پر آمادگی دکھائی اور اسکو ترکون کی خدمت بتایا مگر آخر دنیا فانی دنیا کے اغراض فانی ایک ایک

کرکے خود بخود ساری کمیٹیاں معدوم ہوگئیں اور اب دس وسیع خزانہ کے سوا کچھ نہ رہ گیا جو غریب مسلمانوں کا پیٹ کاٹکر جمع کیا گیا تھا ان انجمنوں کے اغراض و مقاصد سے علیحدہ ہو کر اگر اونکی فنا کے اسباب پر نظر کرو تو صرف یہی پاؤگے کہ اون صفات خمسہ کا فقدان تھا جنکے بغیر میں کہہ چکا ہوں کہ اعلان حق ایک محال امر ہے اول تو کسی میں جرأت وہمت نہ تھی اور تھی تو عقل و فراست سے وہ خالی تھے اگر تدبر بھی تھا تو دنیا و دیانت سے واسطہ نہ تھا اگر کسی کو دین کی بھی لاج تھی تو مزاج میں استقلال نہ تھا اور صبر و قناعت کا کیا حال لکھوں کہ ممبری کے بعد بالخصوص جلسانہ کا وضعدار بننے پر اونکے باورچیخانہ کا جائزہ لینا حرام اور اونکے موٹر کا خرچ دریافت کرنا جرم ہو گیا تھا۔ تحمل و مروت کے فقدان پر یہی کافی دلیل ہے کہ اپنے ناصح مہربان پر اوسنے غرانا اونکا کام تھا لہذا ایسے کاموں کا اوبھر کر دب جانا مقام حیرت نہیں ہے۔ ہاں تعجب اسکا ہے کہ ایک جری و باہمت عقیل و دیندار و متدین و مستقل المزاج و شجاع صابر و قانع متحمل و بامروت جماعت خالص دینی مذہبی تبلیغی کام کرتی ہے اور صرف مالی ناداری اونکے بلند حوصلوں کے راہ میں رکاوٹ بنجاتی ہے۔ پیارے عزیزو اگر ہم اسی حالت میں ہوں اور پھر قیامت برپا کر دیجائے اور سب سے پہلا سوال یہ ہو کہ اعدائے اسلام مملکت اسلامیہ کی دھجیاں اوڑاتے تھے ابن سعود نجدی حرم پاک کی بیحرمتیاں اور عتبات عالیہ کو منہدم کرتا تھا عراق و حجاز یعنے مقدس جزیرۃ العرب کا احترام خطرہ میں تھا۔ تمہارے پڑوس میں وہابیوں کا زور شور اور اونکے فتنوں کا بازار گرم تھا قادیانیوں کی بدزبانیاں بڑھی ہوئی تھیں آریوں کا حملہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا تو تم نے اے اسلام کے مدعیو اے حسین مظلوم کے سوگوارو اے غوث پاک محی الملۃ والدین کے نیازمندو اے خواجہ ہند معین الملۃ والدین کے حلقہ بگوشو اے خواجہ نقشبند ناصر الاسلام والمسلمین کے غلامو تم یوروپ کی دراز دستیاں ابن سعود کی سفاکیاں وہابیوں کی شورزوریاں قادیانیوں کی بے لگامیاں آریوں کی چیرہ دستیاں دیکھتے تھے بولو کہ تمنے ہمارے بتائے ہوئے طریقہ پر کیا کیا تھا تمہارے اعمال نے تمکو سنی قادری چشتی نقشبندی ثابت کر دکھایا یا یہ کہ تمہارے کرتوت نے تمہارے دعوے کو غلط قرار دیا

پیارے عزیزو! سچ بتاؤ کہ اس سوال کا جواب ہمارے پاس کیا ہوگا

جماعت رضائے مصطفےٰ اگر اپنی کارہائے نمایاں دکھاکر بری ہوگئی تو اس سے ہمارا کیا بھلا ہو گا لہذا مرنے سے پہلے توبہ کرلو اور قیامت آنے سے پیشتر توشہ جمع کرلو جماعت کی موت کو اپنی تباہی کا مقدمہ سمجھو اور اوسکو دائمی حیات سے مطمئن کر دو میں نے آپ کا وقت بہت زیادہ ضائع کیا اور اب میں مختصر لفظوں میں صرف اتنا عرض کرونگا کہ ہماری تاریخ کی ابتدا اور انتہا میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے وہ آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ نے سمجھ لیا کہ اس مصیبت کا خاتمہ اسی پر موقوف ہے کہ منتشر قوتیں یکجا کر دیجائیں اور خانقاہ و مدرسے بلکہ غریب مسلمانوں کے جھونپڑے تک کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دیا جائے اور اپنی تمام ملکی قومی مذہبی امور کی باگ اسطرح حضرات علماء کرام کے مقدس ہاتھوں میں دیدیجائے جس سے سرتابی کی مجال کسی میں باقی نہ رہے ہم نہایت آزادی کے ساتھ توپ کے دہانے کے سامنے کفر پسندوں کی نفرت سے بے پرواہ ہو کر "اعلان حق" کریں کیونکہ اعلان حق تیرہ سو برس سے صرف ہم مسلمانوں اور خالص سنیوں کا کام رہا ہے اس میں کسی وہابی قادیانی گاندھوی وغیرہ کا کوئی حصہ نہیں ہے اسی درد نے ہمارے فرزند روحی و برادر ایمانی استاذ العلما مولینا حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب اشرفی جلالی کو بیچین کر دیا اور یہ اونکے جذبات صادقہ کی ادنی کشش ہے کہ پنجاب سے بنگال تک کے ہر صوبہ کا مسلمان آپ کے سامنے موجود ہے جو آل انڈیا سنی کانفرنس کے دست ہمت و کار پردازی پر بیعت کرنے کو تیار ہے۔

پیارے سنیو! یہ کانفرنس آپ کی تنظیم و اجتماع کی بہترین صورت ہے اور عالم اسلامی میں ہماری واحد نمائندہ جماعت ہے اور اسکے اعلےٰ مقاصد میں ہماری اون مصیبتوں کا دفعیہ بھی داخل ہے جو منحوس قرض کے نام سے ہماری مالیات کو کمزور کر رہی ہے جیسے ہماری بہبودی دارین کی یہ اپنے شان کی ایک ہی کانفرنس ہے اور تمام سنی انجمنیں اسمیں منضم ہو گئی ہیں اسکے ماتحت صوبہ کانفرنس ضلع کانفرنس تحصیل کانفرنس کا جلد سے جلد قیام سنیوں کے بازوے عمل پر فرض ہے۔

جبسے آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام کلکتہ میں سنا تھا اور اسکے مقاصد حسنہ کو معلوم کرکے ان تاریخوں کا بیچینی کے ساتھ انتظار کر رہا تھا مجھے جو غم کھائے جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس مبارک بنیاد کے وقت میری عمر کا بڑا حصہ گذر چکا ہے اور ضعیفی و ناتوانی نے

اسطرح مجھکو گھیر لیا ہے کہ میں آپ کا ایک عضو معطل ہوکر رہ گیا ہوں اور سخت شرمندہ ہوں کہ اس مقدس تحریک کی کوئی نذر پیش کرکے میں حق سے سبکدوش نہیں ہوسکتا ہوں۔

ہاں میری اسّی برس کی کمائی میں صرف دو چیزیں ہیں جنکی قیمت کا اندازہ اگر آپ میری نگاہ سے کرینگے تو ہفت اقلیم کی تاجداری ہیچ نظر آئے گی یہ میری بڑی قیمتی کمائی ہے جسپر مجھکو دنیا میں ناز ہے اور آخرت میں فخر ہوگا جسکو میں کبھی اپنے سے جدا نہیں کرسکتا تھا لیکن آج اعلان حق کے لیے میں اپنی ساری کمائی نذر کررہا ہوں میرا اشارہ پہلے اپنے لخت جگر و نور العین مولینا الحاج ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی جیلانی پھر اپنے نواسہ و جگر پارہ مولانا الحاج ابو الحامد سید محمد محدث اشرفی جیلانی کی طرف ہے جن دونوں کی ذات میری ضعیفی کا سرمایہ ہے میں آج ان جگر کے ٹکڑوں کو نذر پیش کرتا ہوں کہ "اعلان حق" میں حیات کی آخری ساعت تک سنت و اہل سنت کی خدمت جو سپرد کی جائے اوس میں میری تربیت و حقوق کا حق ادا کریں۔

امید ہے کہ آپ ایک متوکل درویش کی ناچیز نذر کو قبول فرماکر مجھے رب کی سرکار میں سرخرو فرمائیں گے اور آپ یقین رکھیں کہ میری رات دن کی دعائیں آپ سے جدا نہ ہونگی اور آپکا درد میرے دل سے کبھی نہ جائیگا۔

اے میرے پیارے سنیو؟ خدا کرے کہ تم غفلت کو ہٹاؤ ہوشیار ہو اغیار کو پہچانو اپنی تنظیم کی قدر کرو محبت اور اتفاق کا تخم جماؤ۔ بڑھو پھولو پھلو اور تمہارے اقتدار کا پرچم زمین پر لہراتا ہو۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

وما ذالك على الله بعزيز وانه على كل شئ قدير والصلوٰة والسلام على حبيبه البشير النذير واله وصحبه اجمعين والحمد لله رب العالمين

فقیر ابو احمد المدعو سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

خطبۂ صدارت

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان بریلوی قدس سرہ

آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد

۲۰ ـــ ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ ـــ ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے حضرت مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ کا یہ خطبہ سُنی کانفرنس کے پس منظر اور اغراض و مقاصد کی مکمل جامعیت سے وضاحت کرتا ہے۔ بعد کے تمام علماء اور خطباء نے حضرت مولانا موصوف کی دینی معلومات کی وسعت اور ملی و سیاسی امور کی بصیرت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ اس خطبہ میں جو امور بیان ہوئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) تنگ دل ہندوؤں کے مظالم ـــ شدھی تحریک، سنگھٹن، ذبیحہ گاؤ پر فساد بلکہ قتل عام، ہندوؤں کا مزاج ـــ جانوروں سے محبت اور انسانوں پر ظلم، سوراج کے بہروپ میں مسلمانوں کو دائمی غلامی کے جال میں پھنسانا۔

(۲) بعض مدعیانِ اسلام کی غیر اسلامی حرکات۔ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت کے مضر اثرات تحریک خلافت، عدم تعاون، ہجرت میں مسلمانوں کے بے پناہ نقصانات ان تحریکوں میں بعض لیڈروں کی بے اعتدالیاں۔

(۳) تعلیم، تبلیغ، تعلیم بالغاں، قدیم اور جدید علوم کی ضرورت،

(۴) اتحاد بین المسلمین، تنظیم مساجد،

(۵) معاشرتی زندگی کے رہنما اصول، امن پسندی، تحمل، رسومات بد سے احتراز۔

(۶) مسلمانوں کی اقتصادی ترقی کا انحصار —— تجارت، مسلمانوں سے خرید و فروخت، مقدمہ بازی کی لعنت سے بچاؤ کی تدابیر، قانونی چارہ جوئی کے لئے مسلمان وکلاء کی تنظیم ملازمت کی بجائے ہنر حاصل کرنا، صنعت و حرفت کی ضرورت، گداگری کی لعنت سے نجات کا طریقہ، زمین و مکان کی خرید، اسراف سے پرہیز اور میانہ روی کی تلقین، کسب معاش کی اہمیت، قرضہ لینے سے حتی الامکان احتراز، سودی قرضہ سے بچنے کے لئے بیت المال کی طرز پر مسلمان قرضہ حسنہ کے ذخیرہ کا اہتمام کریں۔

(۷) مسلمانوں کا تمدن، تہذیب، روایات، مذہب وغیرہ دوسرے مذاہب خصوصاً ہندوؤں سے بالکل الگ ہے —— دو قومی نظریہ کی تشریح۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد مندرجہ بالا اصول ہیں۔ مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی کے یہ دائمی اصول ہیں، جن کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وقت گزرنے کے باوجود یہ اصول آج بھی مسلمانوں کی ترقی کے ضامن ہیں۔

اس خطبہ کو مولانا محمد ابراہیم رضا خاں نے ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں مطبع اہل سنت بریلی سے طبع کروا کر شائع کیا تھا۔ کتاب ہذا میں اسی مطبوعہ خطبہ کے سرورق کا عکس پیش کیا جارہا ہے، یہ خطبہ ہمیں دیمک خوردہ (شاید ناقص الآخر) فوٹو سٹیٹ کی صورت میں جناب پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) سے دستیاب ہوا ہے۔ آپ تک اصل خطبہ پہنچانے کی غرض سے دیمک خوردہ مقامات خالی[1] چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

اس خطبہ کی فراہمی کے سلسلے میں ہم پروفیسر صاحب موصوف کے شکر گزار ہیں۔

---

[1] قارئین کرام کو ان مقامات پر زحمت پیش آئے گی جس کیلئے ہم معذرت خواہ ہیں، ہمیں فی الحال سعی بلیغ کے باوجود مکمل نسخہ دستیاب نہ ہوا۔ انشاءاللہ العزیز آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مدیر

نوٹ: چونکہ فوٹو سٹیٹ سے وہ عکس تیار نہیں ہو سکا اس لئے مذکورہ خطبہ کی کتابت کرائی گئی۔

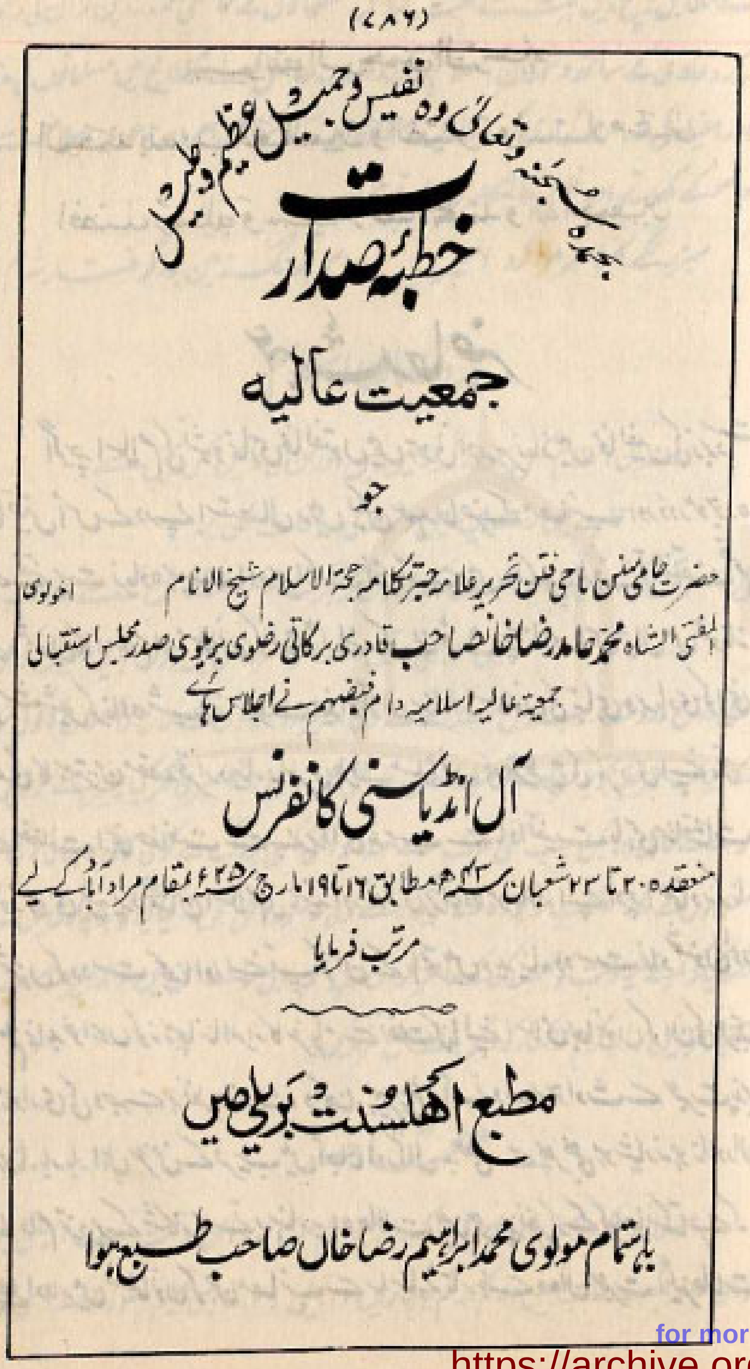

(۷۸۶)

بحمدہٖ سبحٰنہٗ وتعالیٰ وہ نفیس وجمیل عظیم وجلیل

خطبۂ صدارت

جمعیت عالیہ

جو

حضرت حامی سنن ماحی فتن تحریر علامہ حبر بکامہ حجۃ الاسلام شیخ الانام المولوی
المفتی الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضوی بریلوی صدر مجلس استقبالی
جمعیۃ عالیہ اسلامیہ دام فیضہم نے اجلاس ہائے

آل انڈیا سنی کانفرنس

منعقدہ ۲۰ تا ۲۲ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء بمقام مرادآباد کے لیے
مرتب فرمایا

مطبع اہلسنت بریلی میں

باہتمام مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ

افضل رُسلہٖ وسیّد الانبیاء محمّد وّ آلہٖ اجمعین

عہد حاضر

اگرچہ اسلام کی نشو و نما ہی مخالفتوں میں ہوئی اور ہر زمانہ میں مخالفین کی زبردست طاقتیں اُس کے درپے استیصال رہیں لیکن عہد حاضر کے مصائب اور دورِ موجودہ کے فتنے بہت زیادہ مہیب اور بھیانک نظر آرہے ہیں۔ ایک طرف تو مختلف قسم کے دشمنوں کا اسلام اور مسلمانوں کو مٹا ڈالنے کے لئے ٹوٹ پڑنا اور اس خیال میں مجنونانہ کوششیں کرنا اور شب و روز مصروف ایذا و آزار رہنا اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اپنی زندگی کا بہترین مقصد قرار دینا۔ دوسری طرف مسلمانوں کی ہر طرح کی کمزوری اپنے مال سے غفلت اپنی حفاظت سے بے پرواہی مذہب سے ناواقفیت باہمی مناقشات تھوڑی سی طمع پر دشمنانِ اسلام کی تائید اور غداری پر آمادہ ہو جانا۔ اپنے اوپر اعتماد نہ کرنا دشمنوں کو دوست سمجھنا اور اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دیدینا۔ دوست نما دشمنوں اور مسلم نما بدخواہوں کو نہ پہچاننا امراء کا غرباء سے نفرت کرنا اپنے اسلامی بھائیوں کو ان کی غریبی یا ناداری کی وجہ سے بہ نظر حقارت دیکھنا۔ پیہم پیش آنے والے حوادث سے عبرت پذیر نہ ہونا۔ بار بار اہلِ غرض کے فریب میں آجانا اور کمال بد عقلی سے پھر بھی ہوشیار نہ ہونا اور ان کے دامِ تزویر کے شکار ہوتے رہنا۔ یہ وہ حالات ہیں جن پر نظر کر کے کہا جا سکتا ہے کہ پچھلے ادوار میں مسلمانوں کو جن مصائب سے سامنا پڑتا رہا ہے وہ ان عبرت انگیز حالات

کے مقابل، ہیچ ہیں۔ بہت سے ملت فروش مسلمانوں کے نمائشی ہمدرد بن کر ان کی رہنمائی کے دعاوی کے ساتھ دشمنانِ اسلام سے دولت حاصل کرنے کے لالچ میں مسلمانوں کی بربادی اور اغیار کی خدمت گزاری کر رہے ہیں۔ مسلمان ان کے اسلامی نام اور دعویٰ اسلام سے دھوکے کھاتے اور غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سبز رنگے بخطِ سبز مرا کرد اسیر　　دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

دردمندانِ اسلام

دردمندانِ اسلام کس سوز و گداز میں ہیں اور ان کی راتیں کس بے چینی سے تاب میں رہتے ہیں، لیل و نہار کی ساعات اُن پر ہیں حسرتوں کی تصویریں اور امیدوں کے بن بن کر بگڑنے والے نقشے اُن کے لئے عذاب ہیں خود بھی مدتوں سے اس سرگردانی میں ہوں بایں خیال کہ کوئی عالی دماغ دردمند جب اس مقصد کے لئے کوئی تدبیر اور مسلمانوں کے فلاح و اصلاح کا کوئی مؤثر و کامیاب طریقہ تجویز فرمائے تو ضرور وہ اُن کے حق میں نافع ہوگا میری فکر کیا چیز ہے جو پیش کرنے کے قابل ہو لیکن جب کسی طرف سے صدا نہ اُٹھی کسی بزرگ نے کوئی کافی رہنمائی نہ کی اور مسلمانوں کے لئے حالاتِ موجودہ کے اعتبار سے کوئی دستور العمل تجویز نہ کیا گیا تو بناچاری میں نے قصد کیا کہ اپنے خیالات کو قلمبند کر کے حاضر کروں اہلِ علم و اہلِ رائے اس میں جو تدبیر مناسب اختیار فرمائیں براہِ کرم خاکسار کو اُس سے مطلع فرمائیں۔

مقاصد

مسلمانوں کی درستی اور کامیابی کے لئے جو اہم مقاصد اس وقت نصب العین اور فوری جد و جہد کے طالب ہیں وہ کم از کم یہ چار ہیں (۱) تبلیغ (۲) مذہبی تعلیم (۳) حفظ امن

(۴) اصلاحِ معاشرت۔

پہلا مقصد

ہمارا پہلا مقصد تبلیغ ہے جس دن سے اسلام دنیا میں چمکا اُسی روز سے اُس کی شعاعوں نے دشت وجبل بروبحر کو اپنا فیض پہنچانا شروع کیا داعیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پہلی صدا دینِ حق کی تبلیغ تھی اور تمام عمر شریف کا لمحہ لمحہ تبلیغ میں صرف ہوا حضور سے پہلے جو ربانی ہادی (انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام) تشریف لاتے رہے وہ بھی ہمیشہ تبلیغ فرماتے رہے اور اُسی وجہ سے اُنہیں بے شمار جانکاہ اور خطرناک مصیبتیں اور ایذائیں برداشت کرنا پڑیں جنکو رضائے الہٰی کے لئے وہ بخوشی برداشت فرماتے رہے حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم) اور تابعین کا ہر فرد اسلام کا مبلغ تھا اور ایسا مبلغ کہ اُس کی زندگی کا مقصد تنہا اسلام کی تبلیغ تھی اور بس۔ اس تبلیغ کے لئے اُنہوں نے کیسی محنتیں اٹھائیں مشقتیں برداشت فرمائیں جانیں نذر کیں

کارناموں پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہے اُن کے بعد کے مسلمان بھی اس طرح

کہ اُن کے کا مطالعہ انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے اقالیم فائز

چیز ملکوں پر قابض ہوکر دولت ومال اور حکومت وسلطنت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ دین کا اعلا اور اسلام کی تبلیغ وہ چیز تھی جو اُن کا نصب العین رہتی تھی جب تو اُن کے غلاموں نے سلطنتیں کیں اور ایسی سلطنتیں کہ تاجداری کا عہد درویشی اور دینداری کی زندگی کا اعلیٰ نمونہ ہے وہ تختِ سلطنت پر متمکن ہوکر ایک نادار فقیر کی طرح بسر اوقات کرتے تھے سلطنت کے معمور خزانوں کے باوجود اُن کی معاش ان کے اپنے ہاتھ کے کسب پر موقوف تھی اُن کا طرزِ عمل دینداری و پاکبازی کا بہترین معلم تھا۔ غرض مسلمانوں کے جس طبقہ پر نظر ڈالئے وہ اسلام کا مبلغ نظر آتا ہے۔ بادشاہ ہے تو مبلغ وزیر ہے تو مبلغ امیر ہے تو مبلغ فقیر ہے

تو مبلغ حضر وسفر میں تبلیغ بروبحر میں تبلیغ دنیا میں دھوم مچادی غلغلے ڈال دیئے زمانہ معمور کر دیا جہاں رنگ ڈالا عالم کو اسلام کا متوالہ بنادیا سرزمین کفر میں توحید کی صدائیں بلند کیں گنگا اور جمنا کے کنارے برج اور کاشی کے میدان پرستارانِ توحید اور علمبردارانِ اسلام سے بھر گئے جو قومیں صدیوں سے تاریکی میں تھیں جن کی پشتہا پشت سے بت پرستی آبائی ترکہ چلی آتی تھی اُن کے دل منور کئے اللہ واحد لاشریک لہ کے حضور اُن کی گردنیں جھکائیں جہاں ناقوس بجتے تھے وہاں سے قرآن پاک کی آوازیں آنے لگیں غرض ہر قرن میں مسلمان معروف تبلیغ رہے۔ اور یہی اُنہیں حکم تھا۔

قال الله تعالى يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وقال تعالى
ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر۔

موجودہ زمانہ

موجودہ زمانہ میں ہمسایہ قوم نے مسلم آزاری کی جو پیہم کوششیں جاری کر رکھی ہیں اُن میں شدھی کا فتنہ سب سے اہم ہے شدھی مسلمانوں کو مرتد کرنے اور معاذ اللہ مشرک بنانے کا نام ہے جس کے لئے ہندو دو برس سے سالہا سال کی منظم کوششوں اور تیاریوں کے بعد پوری قوت کے ساتھ ٹوٹ پڑے ہیں ہر طبقہ کے ہندو اس سعی میں سرگرم ہیں ہندو والیانِ ریاست اور راجگان ان کی سبھاؤں میں شرکت کرتے ہیں، مدتوں کی پُر اطمینان کوششوں سے وہ ہندوستان بھر میں

ہر گاؤں میں سبھائیں قائم ہیں۔ کثیر التعداد مناظر

جابجا مسلمانوں کو چھیڑنا پریشان کرنا جاہلوں دیہاتیوں کو بہکانا بزرگان دین کی شان میں گالیاں دینا گستاخیاں کرنا اسلام کی توہین کے ٹریکٹ چھاپنا اور اُن میں حضرت پروردگارِ عالم تک کو گالیاں دینا یہ ان کا شیوہ ہے۔ طمع اور دباؤ سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہی اُن کے دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے بہت سے نادار اور جاہل اُن کے ایسے دامِ فریب میں پھنس کر ایمان کھو بیٹھے۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے تبلیغ دعوت

اسلام کا مسئلہ اور بھی اہم ہو جاتا ہے۔ اب تک تو اشدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھی لیکن اب انہوں نے اپنا میدانِ عمل وسیع کر دیا ہے اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں قومیں کی قومیں ان کی دستبرد سے تباہ ہو رہی ہیں مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں جو ہیں اُن میں کوئی رابطہ نہیں جس سرزمین کو خالی دیکھا وہاں آریہ دوڑ پڑے جب تک علمائے اسلام کو کسی حصۂ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکتے ہیں۔ راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر زور طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلا کی دعوت حق کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں اور حقانیت کی جذب قوی کی تاثیر کو اس قسم کے جادو کم نہیں کر سکتے جو جاہل ناداروں کے سامنے ہزارہا روپیہ پیش کیا جاتا تھا اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مژدے سنائے جاتے تھے نوجوانوں کے جذبات مشتعل کرنے والے مناظر سے تسخیر کرنے کی کوششیں ہوتی تھیں اور وہ ان دلفریبیوں پر وارفتہ ہو جاتے تھے۔ جوانی کا جنون انہیں اندھا کر دیتا تھا اور اُن کی عقل سرشار مخمور کی طرح نکمی ہو جاتی تھی۔ وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ نہ تھا جو ایسے مریض پر کارگر ہوتا ہے مگر یہ نسخہ ایسا بحیطا اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آ کر دل لبھانیوالی صورت کی چاہت اور مال و منال کے لالچ دونوں کو نفس ٹھوکر مار کر طاعت الٰہی کے لئے کمر بستہ ہو جاتا تھا غریب محتاج لوگوں کا جوانوں کا خوبصورتی کے بتوں کو لات مار دینا اور فقر عبادت کو شوق کے ساتھ اختیار کرنا موسم گرما میں روزے رکھنا نمازیں پڑھنا اور پچھلی رات سے اُٹھ کر یاد خدا کرنا اور اس سے لطف اُٹھانا۔ اسلام کی حقانیت کی وہ زبردست تاثیر تھی جس نے دشمنوں کی تمام تدبیریں اور جملہ سامان بیکار کر دیئے۔ اب ان کے پاس روپیہ ہے لیکن وہ اس روپیہ کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتا ہے ان کے ساتھ خوش لباس خوبرو ہیں مگر وہ ان کی طرف نظر کرنے سے نفرت کرتا ہے۔ صیادوں کے حوصلے پست

ہو گئے قریب کے زمانہ کا ایک تذکرہ ہے۔ ایک بوڑھا حلقۂ تبلیغ میں آیا کہنے لگا آریہ ہم سے شدھی ہونے کو کہتے ہیں اور روپیہ بھی دیتے ہیں اور ہمارے مقدمات میں پیروی کرنے کا بھی وعدہ کرتے ہیں اگر تم اُن سے زیادہ ہمدردی کرو تو ہم آریوں کو نکال دیں نہیں تو شدھی ہو جائیں۔ دفتر نے اُس کو محبت سے بٹھایا اور کہا کہ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ کوئی قوم کسی شخص کے افلاس و مصیبت کو دور نہیں کر سکتی دینے سے خدا رسول کے بھلا ہوتا ہے ہم اُن کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہیں چاہتے۔ مسلمان اللہ کے بندے ہیں اللہ نے انہیں عزت دی ہے اُن کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ چاہے بھوک سے دم نکل جائے چاہے کنبہ مرجائے مگر وہ منگتا نہیں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے نہ پھریں۔ بادشاہ کا غلام چاہے بھوکا مرے مانگنا گوارا نہیں کرتا۔ تو اللہ کا بندہ کیا اللہ کے دشمن کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارا کرے گا۔ اس قسم کی باتیں سن کر یک لخت اُس بوڑھے کے خیالات بدل گئے اور جوش میں کھڑا ہو کر کہنے لگا مولوی صاحب اب ہم کسی کے پاس نہ جائیں گے اور اپنے خدا ہی سے فریاد کریں گے تم نے ہمیں ٹھیک راستہ بتا دیا اور اُس نے اپنی زبان سے بہت شکر گذاری کی اور الحمدُ للہ کہ اسلامی عقیدے پر مستقل ہو گیا۔ غرض تعلیم اسلام قلوب میں زبردست تاثیر کرتی ہے لیکن ملک میں کہاں کہاں یہ تعلیم اور اس کے دلائل ہیں علاقے کے علاقے وہ ہیں جہاں کے مسلمان اسلام کی تعلیم دینے والے کی صورت سے ناآشنا ہیں مدتیں جہل و نادانی میں گزر چکی ہیں ایسی حالت میں آریوں کی زبردست اور منظم

میں چند افراد کو بھیج کر نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام ملک

نہ کیا جائے کہ ایک ایک گاؤں کے مسلمانوں کی مذہبی تربیت کا سہل انتظام ہو سکے اس لئے ضرورت ہے کہ ہر ملک کے درد مند اہل اسلام اور ہر ہر صوبے کے علمائے کرام اور حامیانِ ملت کو حرکت دیں اور ایک مشترک نظام سے تمام ملک میں دینیات کی تعلیم کا سلسلہ قائم کریں۔

مدرسۃ التبلیغ

یہ عرض کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ علاقہ راجپوتانہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں معقول تعداد کام کرنے والوں کی دو ڈھائی سال سے مصروف عمل ہے ان میں بہت افراد ناکارہ بلکہ بعض مضر اور سخت مضر ثابت ہوئے اُن سے بجائے فائدہ کے ایسے نقصان پہنچے جن کی تلافی دشوار تھی اس کا باعث اکثر و اغلب اُن کی ناتجربہ کاری اور کام کی ناواقفیت تھی اس تجربہ کے بعد یہ طرز عمل اختیار کیا گیا کہ نئے آدمیوں کو کارکردہ لوگوں کے ساتھ رکھ کر کچھ دنوں کام سکھا لیا جاتا تب اُنہیں تنہا کسی مقام پر بھیجا جاتا تھا لیکن ایسا کہاں تک ممکن ہے اور اس طرح کتنے آدمی کام کے قابل ہو سکتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ کم از کم ایک مدرسۃ التبلیغ کھولا جائے جس میں مدرس مبلغ مناظر تعلیم امتحان ہوں اسی مدرسہ کے سند یافتہ سلسلہ تبلیغ میں رکھے جائیں اس ضرورت پر نظر کرکے انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد نے مدرسۃ التبلیغ کی تجویز کی جس کے قواعد و ضوابط اور نصاب اور مدت تعلیم آپ کے ملاحظہ کے لئے آخر میں درج کی جائے گی اس مدرسہ کے لئے اور ملک کے عام تبلیغی مدارس کے لئے اور مسلمانوں کی اعانت و حفاظت کے لئے بہت سی جدید تصانیف کی بھی ضرورت ہے جس کو قابل اور واقف کار لوگوں کی ایک جماعت اپنے ذمہ لے پھر اُس کی طبع و اشاعت یہ خود ایک مستقل کام ہے جو تبلیغ کے ماتحت انجام دینا ضروری ہے اُس کے لئے جو ضروری امور ہیں اُن کو میں اس وقت بحث میں نہیں لاتا میں اس طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام کام کوئی شخص یا کوئی جماعت ہندوستان کے کسی ایک مقام پر بیٹھ کر انجام نہیں دے سکتی نہ کوئی وفد تمام ملک کا دورہ کرکے اس مقصد میں کامیابی کا ذمہ لے سکتا ہے میدان عمل کی وسعت عقل کو حیران کرتی ہے دشمن کی سبھائیں اور تعلیم گاہیں ملک کے گوشہ گوشہ میں کام کر رہی ہیں ایسی حالت میں بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ملک کے اطراف و جوانب اور صوبہ صوبہ سے با اثر علماء اور حامیان ملت کو حرکت دی جائے اور اُنہیں ان ضروریات سے باخبر کرکے تمام ملک کی ایک متحد مشترک جماعت اس کام کی

سرپرست بنائی جائے اس جماعت کے وفود ملک میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پھیل پڑیں اور جس صوبہ میں وفد جائے وہاں کے مقامی علماء اُس کے ساتھ کام کریں اس طرح جابجا اضلاع و قصبات میں تبلیغی جماعتیں اور دینیات کے مدارس اور دیہات میں اسلامی مکاتب جاری کر دیئے جائیں یہ تمام مدارس و مکاتب ایک سلسلہ میں مربوط ہوں اور ایک نظم محکم کے ماتحت کام کرتے رہیں

خیال میں یہ ہے کہ اضلاع و قصبہ جات میں تبلیغی
جماعتیں قائم کی جائیں ہوش مند شائستہ
ان کے ممبر بنائے جائیں ہفتہ وار
ان مجلسوں کا جلسہ ہوتا رہے جس میں ہفتہ بھر کے کام کی فہرست
جماعتوں میں دو قسم کے ممبر ہوں ایک وہ جو مالی اعانت کریں
اراکین

وہ جو عملی خدمات کے لئے اپنا وقت پیش کریں ان کا نام عاملین ہر پرگنہ کے متعلقہ دیہات حلقوں میں تقسیم کر دیئے جائیں پانچ پانچ چار چار دیہات کا جیسا جہاں مناسب ہو حلقہ مقرر کر دیا جائے پرگنہ کے تبلیغی انجمن کے عاملین میں سے ان کی تعداد کے لحاظ سے دو دو یا تین تین ممبروں کو ایک ایک حلقہ دیا جائے یہ ممبر اپنے حلقہ کے دورے کرتے رہیں اور اس حلقہ کے مسلمانوں کی تعداد میں وہ تمام مسائی صرف کریں جن کی اُنہیں انجمن سے ہدایت ملے انجمن کے دفتر میں ان حلقوں کی ایسی فہرستیں مکمل رہنا چاہئیں جن کا نقشہ ذیل میں درج ہے۔

نقشہ کیفیت مواضعات برائے معلومات محکمۂ تبلیغ انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد

موضع تحصیل تھانہ ڈاک خانہ ضلع تاریخ اندراج

[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	تعداد آبادی		قومیت		[illegible]	مساجد		[illegible]	[illegible]	تعداد طلباء		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
									مسلم	ہنود	مسلم	ہنود	[illegible]	پختہ	خام			مسلم	ہنود						

یہی ممبران دیہات میں مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کریں جہاں قریب قریب چھوٹے چھوٹے کئی گاؤں ہوں وہاں دو یا چار گاؤں کے لئے کسی ایک ایسے گاؤں میں مدرسہ قائم کر دیا جا

جس میں قریب کے دیہات کے لڑکے بآسانی پہنچ سکیں اور بڑے گاؤں میں جداگانہ مدرسہ کھولا جائے ان مدارس میں بچوں کی تعلیم کے لئے وقت معین ہو اور ایک وقت جوانوں اور بوڑھوں کو دینیات کی تعلیم دینے کے لئے رکھا جائے اور یہ تعلیم تقریر کے ذریعے ہو تاکہ ناخواندہ لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں مدرسہ قائم کرتے وقت سب سے پہلے گاؤں کا ایسا شخص تلاش کرنا چاہئے جو تعلیم دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر وہ لوجہ اللہ اس خدمت کو قبول کرے بہت بہتر ورنہ کوئی قلیل معاوضہ اس کے لئے مقرر کردیا جائے اور جہاں دیہات میں پڑھے ہوئے لوگ نہ ملیں وہاں لامحالہ باہر سے انتظام کرنا پڑے گا۔

بچوں کی تعلیم

ابتدا میں بچوں کو اسلامی قاعدہ (مصنفہ مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی) یا اور کوئی قاعدہ جو انجمن اہل سنت یا مدرسۃ التبلیغ نے منظور کیا ہو شروع کرایا جائے۔ قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہے اس کے ساتھ ساتھ دینیات کے لئے بہار شریعت پڑھائی جائے جب اردو کی کچھ استعداد ہو جائے تو تاریخ حبیب الہ پڑھائی جائے اس کے ساتھ ہی قدر ضرورت حساب بھی سکھایا جائے لکھنے پر خاص توجہ مبذول رہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور متعلق خانہ داری کی تعلیم تا حد امکان لازمی ہے۔ پردہ کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ بوڑھے جوان کاشتکار
مزدور محنتی   جو پڑھنے کا وقت نہ پائے انہیں روزانہ ایک وقت مقرر کرکے بہار
شریعت کے مسئلے سمجھا کر سنائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اس پر عمل بھی کریں۔

اس طرح قصبات میں محلہ وار مدرسہ کھولے جائیں اور نصاب
جائے ایک مدرسہ ان چھوٹے مدرسوں سے زیادہ نصاب کا بھی کھول دیا جائے جن میں چھوٹے
مدرسوں کے طلبہ اپنی تعلیم پوری کرنے کے بعد   حاصل کرنے کیلئے داخل ہوں۔

علاوہ بریں انگریزی مدارس کے طلبہ کے لئے مدرسۃ اللیل کھولا جائے جس میں ایک گھنٹہ انہیں دینیات کی تعلیم دی جائے۔

قصبات کے مدرسوں میں ممکن ہو سکے تو فارسی و عربی کا محدود
۔اور اگر دیہات کا کوئی طالب علم
مدرسہ سے سند حاصل کرنے کے بعد قصبہ کے مدرسہ میں   تعلیم حاصل
کرنے کے لئے داخلہ کی اجازت دی جائے۔

ضلع کا مدرسہ اس اور زیادہ بڑا ہونا چاہئے اور وہاں ایک عالم کم از کم رہنا ضروری ہے۔ اگر بالفعل ممکن نہ ہو سکے تو معمولی مدرسہ کھول کر بتدریج ترقی کی جائے۔ اگر کسی ضلع میں مسلمانوں کی تعداد کم ہو اور وہاں کے تمام مصارف برداشت نہ کر سکیں تو صدر و فر صوبہ سے استدعا کی جائے کہ وہاں کی تعلیم کی اعانت کرے۔ ملک میں دو یا چار ایسے کامل النصاب مدرسہ ہونے ضروری ہیں جو جملہ علوم و فنون کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ ہوں بلکہ ہر صوبہ میں کم از کم ایک ایسا مدرسہ ہونا ضروری ہے۔ ان مدارس کو مدرسۂ عالیہ کہنا چاہئے۔ باقی تمام مدرسے ان کے ماتحت ہوں اور مدارس عالیہ مدارس ماتحت کے نگرانی کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں اور حسب ضرورت ان مدارس کو ان سے مدد بھی ملے یہ جملہ مدارس ایک جمعیۃ عالیہ کے ماتحت ہوں اور اس کو ان پر عام اختیارات حاصل ہوں نصاب جمعیۃ عالیہ کا منظور کیا ہوا پڑھایا جائے۔ جمعیت عالیہ کے ماتحت ایک محکمہ تصنیف ہونا چاہئے جس میں ملک کے منتخب افاضل شامل ہوں اور وقتی ضروریات کے علاوہ جو دفعتہً پیش آئیں۔ باقی ہر تصنیف جمعیۃ عالیہ کی پسندیدگی اور منظوری کے بعد قابل رواج سمجھی جائے یہ بہت فتنوں اور اختلافوں کا سد باب ہے۔

ہر کامل النصاب مدرسہ میں ایک دار الافتاء بھی ہو مگر اہم فتاوے جمعیۃ عالیہ کے ملاحظہ کیلئے
بھی بھیجے جائیں اور تابمقدور ہر طبع ہونے والی چیز جمعیۃ عالیہ
کی جائے۔ واعظ مدرس۔ مناظر، مفتی۔ سب کیلئے   کے
تکمیل کے بعد انہیں جمعیۃ عالیہ یا اس کا   کسی کامل النصاب مجاز مدرسہ سے
سند دی جائے۔ موجودہ اصحاب جو ان عہدوں پر کام کر رہے ہیں سند سے مستثنیٰ کئے

جائیں گر فتویٰ اور تصنیف بہرحال محکمہ تصنیف کی تصدیق و منظوری کے بعد قابل قبول سمجھا جائے۔

تبلیغ کا کام

ہر مدرسہ کا مقصد تبلیغ ہے اور اس کو اس میں سعی بلیغ لازم ، تمام مدارس بالخصوص قصبوں اور ضلعوں کے طلبہ کو تبلیغ کے اصول سکھائے جائیں اور ہر مدرسہ میں منتخب طلبہ ہفتہ میں دوروز تبلیغ کا کام کریں، مدرسوں کے مدرس بھی دورے کریں۔ تبلیغی کارروائیوں کی اطلاع صدر دفتر میں اور اہم امور کی اس کے علاوہ دفتر جمعیتہ عالیہ میں ضرور دی جائے۔ ان دوروں میں دیہات کے مدرسین کو اُن کے حلقہ میں ساتھ رکھیں ہر ضلع میں کم از کم ایک مدرس مدرستہ التبلیغ کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔ جو مناظر کی سند رکھتا ہو۔

علاوہ بریں واعظین کی ایک معقول تعداد ہر صوبہ میں رہنا چاہئے جو برابر دورے کرکے اشاعت اور تبلیغ کی خدمت انجام دے اور مسلمانوں کی علمی اصلاح کرے۔ ہر صوبہ کی جماعت واعظین وہاں کے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس کی زیرنگرانی کام کرے، اور اپنی مفصل کارگزاری کا ہفتہ وار نقشہ مدرسہ عالیہ کے محکمہ تبلیغ میں بھیجا کرے۔ ہر مدرسہ عالیہ کا صدر مدرس محکمہ تبلیغ کا صدر ہوگا۔ محکمہ تبلیغ کے صدر کا فرض ہے کہ صوبہ کے واعظین کے کام کی نگرانی اور جانچ میں ہر امکانی سعی کام میں لائے۔

مناظرہ

مناظرہ وہی لوگ کریں جنہیں جمعیت عالیہ نے
مناظرہ کے لئے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس
حالت میں اس کا موقع نہ مل سکے تو مجبوری کی کافی وجہ کے ساتھ فوراً صدر محکمہ تبلیغ کو اطلاع

دی جائے۔

پھر مناظرہ سے قبل اس کا کافی اطمینان کر لینا ضروری ہے۔
مناظرہ میں گفتگو نتیجہ خیز اور مفید کرنے کی کوشش کی جائے۔

تمدُّن

اگرچہ تمدّن کا مسئلہ عرصہ دراز سے مسلمانوں کے زیر بحث ہے مگر ابھی تک بہت زیادہ غور طلب ہے۔ یہ امر عقلا کا تسلیم شدہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور اُس کے کام باہمی اعانت کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔ دنیا کی قوموں پر مسلمانوں کو قیاس کرنا اور ان کے لئے اُن کی تقلید لازم کر دینا بالکل غیر صحیح ہے یہی وہ غلطی ہے جس کا عرصہ دراز سے ارتکاب کیا جاتا ہے دنیا کی قومیں مذہبی حیثیت میں مسلمانوں سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں اور مسلمان مذہب کی رو سے بالکل اُن سے مبائن ہیں پھر انہیں اُن پر قیاس کرنا اور ان کے لئے وہ راہ تجویز کرنا جس پر کفار عامل ہیں اندھی تقلید اور بالکل غیر مفید ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو کسی لیڈر کی رائے یا کسی دوسری قوم کی تقلید کا محتاج نہیں چھوڑا۔ مسلمانوں کے تمام ضروریات کا خود سر انجام فرما دیا۔ دنیا کی دوسری قومیں کمیٹیاں کرنے اور انجمنیں بنانے پر مجبور ہیں تاکہ وہ باہمی مشورہ سے اپنے لئے کوئی مفید راہ پیدا کر سکیں۔ لبسا اوقات ان کی تجاویز کے تمام دفاتر نکمے اور مضر ثابت ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں اپنی تمام دماغ سوزیاں رد کرکے اُس کے خلاف تدبیر سوچنا پڑتی ہے۔ کہ اُن کے تمام کاموں
کا دارومدار اپنے دماغوں پر ہے جو انسانی

مسلمان اگر اسلام کی دستگیری سے فائدہ اُٹھائیں تو وہ ان تمام زحمتوں سے بری ہیں اُن کا ہر قانون مکمل اور خطا سے پاک ہے ان کی ہر دینی و دنیوی ضرورت کو اُن کے دین نے پورا کر دیا ہے تمدّن کے مسئلہ کا حل شریعت محمدیہ نے ایسا فرمایا جس پر عامل ہو کر ہمارے اسلام نے عالم

کی رہنمائی کی اور جہان کو حیرت میں ڈال دیا۔ مگر ہمارے ملک کے بعض وہ اصحاب جنہیں دینی علوم سے بہرہ نہ تھا اور دل میں مسلمانوں کی رہنمائی کا شوق رکھتے تھے۔ نصاریٰ سے اُن کے تعلقات گہرے تھے۔ جب اُنہوں نے مسلمانوں کے تمدّن کی طرف نظر کی تو اپنے پاس وہ اسلامی تعلیم کا کوئی سروسامان نہ رکھتے تھے نہ علماء سے صحبت و استفادہ کا موقع انہیں حاصل ہوا تھا۔ نصرانیوں کی صحبت میں زندگی گزاری تھی اُن کی خو بو طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی مسلمانوں کو اُسی سانچے میں ڈھالنے اور نصاریٰ کی تمدّن کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہوگئے حتیٰ کہ جو نوجوان اُن کے ہاتھ آئے اُن کی زندگی کا طرز اُنہوں نے نصاریٰ کے مطابق کر دیا۔ مسلمانوں کو نصرانی تمدن کیا فائدہ دیتا تباہی و بربادی کی رفتار روز افزوں ترقی کرنے لگی اور ان نئے پیشواؤں نے اس کو محسوس بھی کر لیا مگر دین سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس طریق زندگی میں تبدیل کرنے سے تو وہ مجبور تھے بناچاری اپنے سکھائے ہوئے تمدّن کو مفید بنانے کے لئے اُنہوں نے اسلام سے مخالفت شروع کر دی اور مسلمانوں سے اسلامی عادات چھڑانے اور نصاریٰ کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہو گئے اور ایک حد تک مسلمانوں پر یہ زہریلا اثر ہوا بھی۔ ہمیں اُس غلطی کی تقلید کر کے اپنی ہستی مٹانا منظور نہیں اس لئے ہم اُسی نہج اور اُنہیں اصول پر کاربند ہوں گے جن پر ہمارے اسلاف عامل تھے۔ اُنہوں نے دنیا سے اپنی حیرت انگیز قوت و سطوت وہ اصول وہی ہیں جو ہمیں شریعت طاہرہ نے تعلیم فرمائی۔ تو ہمارا تمدن وہی ہونا چاہئے جو ہمیں شریعت نے تعلیم فرمایا۔ ہم کسی لیڈر کی رائے پر اپنی زندگی فدا کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارا دستورِ عمل ہمارے شریعت کا قانون ہے۔ اب میں سب سے پہلے باہمی تعلقات کے مسئلہ پر تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہوں جو اہم ترین مسائل میں سے ہے۔

باہمی تعلقات

اول باہمی تعلقات کا مسئلہ زیادہ غور طلب ہے۔ اس مسئلہ پر مدت ہائے دراز سے اربابِ خرد اور رہنمایانِ قوم نے دماغ سوزیاں کی ہیں مگر اب تک کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکلا اور ایسی راہ ہاتھ نہیں آئی جس پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے۔ اتفاق و اتحاد کی صدائیں ہمیشہ ہی بلند کی جاتی ہیں ممبروں اور اسٹیجوں پر علما اور لیڈر سب اتحاد کی ترانہ سنجیاں کیا کرتے ہیں مگر وہ ایک دل خوش کن تقریر ہوتی ہے اس پر تھوڑی دیر کے لئے مجمع واہ واہ تو کہہ دیتا ہے مگر اس کا نتیجہ اگر نکلتا ہے تو جنگ جوئی اور مناقشت یعنی اتحاد کی تحریکوں کا تخم اختلاف بلکہ عناد کا پھل لایا کرتا ہے۔ اگر آپ مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالئے اور پچھلے زمانہ کو سامنے لائیے تو یہ حقیقت بے حجاب روشن ہو جائے گی نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے جب سے لیکچرار بلند آہنگیوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے لیکچر دے رہے ہیں مگر جس اسٹیج پر اتفاق کی مدح سرائی کی جاتی ہے اُسی پلیٹ فارم پہ دل دوز اور جگر شگاف الفاظ کے تیر و سناں سے ملک و قوم کے مقتدر اور با اثر پیشواؤں کو ہدف و نشانہ بنایا جاتا ہے۔ طبقہ نے بہت سے اتحاد کے وعظ کہے مگر ان کے ساتھ ساتھ کے اور صدقہ خوار نکمے بنا کر اُن کو اور ان کی جماعتوں کو زبان سے بہت ستایا اُن کے وقار کم کرنے کی پوری کوششیں کیں۔ اتفاق کا وعظ کہہ کر جلسے سے باہر آئے تو عام مسلمانوں کے سلام کا جواب دینا اُن کو اپنی کسرِ شان معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ اتفاق کا وعظ کیا اثر کرتا۔ اس کا ثمرہ یہی ہوا کہ علماء کے عقیدت مندان کی بدگوئی اور بیجا حملوں سے آزردہ خاطر ہو کر ان سے متنفر ہوگئے۔ اور قوم میں اس اتفاق کی صدا نے بجائے اتحاد کے ایک نئے تفرقہ کا اور اضافہ کیا۔

خلافت کمیٹی کے عروج و اقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لئے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لئے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے۔ سورت کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر گئو رکھشا کی تھی۔ نام آور لیڈروں نے قشقے لگائے۔ گلال اوڑائے۔ ہولیاں کھیلیں۔ جے پکاری۔ ارتھی اٹھائی ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں ممبروں پر بٹھایا۔ گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں رسالے تصنیف کئے۔ ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا موپلوں پر اظہار نفرت کیا گیا۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی کلمہ اسلام پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا۔ نو مسلموں کو ان کی مرضی کے خلاف دوبارہ کافر ہو جانے پر زور دیا۔ یہ اور اس سے زیادہ بہت کچھ ہوا ہندوؤں کی یہاں تک خاطر کی گئی۔ لیکن مسلمانوں کے پیشواؤں اور اسلام کے مقتدر اور با اثر علماء و افاضل کو بالخصوص ایسی ہستیوں کو جن کی درجہ کے زہد و ریاضت میں بسر ہوئی لمحہ لمحہ خدمت دین میں گورنمنٹ کا آدمی اور ترکوں کا بدخواہ کہا گیا۔ تقریروں میں تحریروں میں ان پر پھبتیاں چھینکی گئیں آوازے کسے گئے۔ پبلک کو ان کی مخالفت پر ابھارا گیا ان کی عافیت تنگ کر دی گئی ان کی زندگی تلخ کر ڈالی گئی ان پر طرح طرح کے بہتان باندھ کر ان کی آبروریزی کی کوششیں کی گئیں مسلمانوں کی جماعتیں جو ان کے ساتھ تھیں ان کو انگشت نما بنایا گیا۔ ان کی اہانتیں کی گئیں۔ اخباروں میں ان کے خلاف ہتک آمیز مضامین لکھے گئے غرضیکہ ان کے لئے پناہ کی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ ہر عالم اور شیخ جو اپنے دین پر مستقل تھا یہ سمجھتا تھا کہ اس کو دین پر قائم رہ کر آبرو بچا لینا اور اپنی جان و مال کی حفاظت کرنا سخت دشوار ہے ان علماء کے ساتھ جو جماعتیں تھیں ان کے قلوب کو کتنے صدمے پہنچے کیسی تکلیفیں ہوئیں پھر بتائیے کہ جہاں ہندوؤں کو ملانے کے لئے مذہبی شعار و امتیازات کو قربان کر دیا جائے اور مسلمانوں اور

ان کے پیشواؤں کے ساتھ یہ معاندانہ طرز عمل ہو وہاں اتفاق کا پودا کبھی نشوونما پا سکتا ہے۔ ایک فریق سے جنگ ٹھان لینا اور اس پر تبرا و لعنت اپنا مذہب قرار دے لینا جس قوم کے اصول میں داخل ہو وہ اتفاق میں کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے۔ انگریزوں کے مقابلہ کا تو نام مگر مخالفت علماء سے تھی۔ مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تھی۔ خان بہادروں پر لعنتیں تھیں۔ آنریری مجسٹریٹوں پر تبرے تھے تو کیا یہی طرز عمل ان لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف مائل کر سکتے تھے۔ اس پر نظر کرنا تو ان صاحبوں کے مقاصد ہی میں نہ تھا۔ کہ کون سا ہے اور کونسا ناجائز مگر دوش بدوش کام کرنے والی بھی وہ اس نتیجہ تک نہ پہنچ سکے کہ آپس کا اتفاق ضروری چیز ہے اور وہی ممکن بھی ہے اور اسی پر کوئی ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی فرقے ہیں ان میں کو آپریٹر بھی ہیں حکام رس گورنمنٹ کے خطاب یافتہ اور کونسل کے ممبر بھی ہیں ہندوؤں نے ان سے جنگ نہ کی نہ ان کو سب و شتم کیا نہ ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کیا جو ہمارے لیڈروں اور کمیٹی کے مولویوں اور جمعیۃ العلماء کے اراکین نے شیعوں کے یہاں خاص مجلس میں بند مکان میں تبرا کہا جاتا ہے لیکن ان صاحبوں کی مجالس اعلان کے ساتھ عام جلسوں میں پبلک تقریروں میں اخباری تحریروں میں علماء اسلام اور پیشوایان دین اور امراء و رؤسا پر تبرے کئے جاتے ہیں۔ اب اس قدر اور غور کر لینا ہے کہ مسلمانوں کے اس طبقہ کو چھوڑ کر جس پر جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹی نے لعن طعن کرنا اپنا شیوا بنا لیا تھا باقی وہ طبقے جن کو ان جماعتوں نے اپنے ساتھ شریک عمل کیا تھا ان میں بھی باہم اتفاق و اتحاد ہو سکا یا نہیں۔ جو لوگ ان جماعتوں کے حالات سے باخبر ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ ان جماعتوں میں بھی بہت سی فرقہ بندیاں ہیں اور ایک گروہ دوسرے کے شکست دینے کی فکر میں رہتا ہے ہر ایک کو اپنا تفوق اور اپنا ہی اثر مقصود ہے اور درحقیقت بہت سے فرقوں کا اس میں رسوخ پانا ہی اس فساد کا موجب

ہوا۔ ہر ایک فرقے نے اپنے مخالف کو نقصان پہنچانے کے لئے بہت اچھا موقع سمجھا اور وقت کو غنیمت جان کر خوب دل کے بخار نکالے الحاصل اتفاق کے علم کے نیچے بہت سے نئے اختلاف پیدا ہوئے۔ خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء کا اعتبار جاتا رہا اب ہمیں یہ غور کرنا ہے وہ کونسی غلطی ہے جس نے گذشتہ زمانہ میں مدعیان اتحاد کو منزل مقصود تک نہ پہنچنے دیا تاکہ ہم اُس سے اجتناب کریں اور حقیقی اتحاد سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

اتفاق کا اصل الاصول

سب سے بڑی اصل جس کو پیش نظر رکھنا تمام مسائل پر مقدم ہے وہ یہ غور کر لینا ہے اتفاق ممکن ہے اور اُن کے جمع ہونے سے حسب مراد نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے اگر ہم نے یہی غور نہ کیا اور اتفاق کی صدا اٹھاتے رہے تو وہ بے سود ہوگی اور ہماری تمام کوششیں رائیگان جائیں گی۔ جن دو فردوں میں منافات یا مضادت تامہ ہو اُن کے جمع کرنے کی ہوس نقش اغلاط اور ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔ بیشک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوڑ کر زیادہ وزن کھینچا جا سکتا ہے لیکن بکری اور بھیڑیئے کو ایک جگہ جمع کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ چاول اور دال ملا کر ایک تیسری چیز بنائی جا سکتی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر دو چیزیں مل کر تیسری چیز کے وجود کی مفید ہوتی ہیں اور اُن دونوں کی ہستی تنہا جو فائدہ پہنچا سکتی تھی یہ مرکب اس سے زیادہ منافع ہو سکتا ہے بیشک جہاں معنادة و منافاتہ نہ ہوں وہاں یہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور جہاں یہ ہو وہاں ایک ایک چیز تنہا جیسا کام دے سکتی ہے جمع کرنے سے وہ بھی باطل ہو جاتا ہے ایک خرمن کو آگ کے ساتھ جمع کیجئے تو ان دونوں کے ملنے سے کوئی کارآمد ہستی نہیں پیدا ہوگی بلکہ غلہ کی کارآمد ہستی بگڑ جائے گی اور وہ خاکستر ہو جائے

گا اس لئے ہمیں سب سے پہلے یہ تحقیق کر لینا ہے کہ جن دو فردوں کو ہم ملا رہے ہیں اُن کا ملنا کوئی اچھا نتیجہ رکھتا ہے یا یہ ملاپ ان دونوں کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی ہستی کو فنا کر ڈالنے والا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد میں بلند آہنگیاں کی گئیں اور جمعیۃ العلماء کے جری فاضلوں نے ہندوؤں سے وداد و اتحاد کے جواز پر آیات پڑھنا شروع کر دیں۔ اور آیات قرآنیہ کو اپنے مدعا کیلئے بے محل پیش کیا باوجودیکہ قرآن پاک میں صراحت تھی کہ یہ اتحاد ممکن نہیں اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں تباہ کن ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ اے ایمان والو اپنے غیروں کو رازدار نہ بناؤ (کیا پاکیزہ اور کارآمد نصیحت تھی کاش ہم عمل کرتے) لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وہ تمہاری نقصان رسانی میں درگزر نہ کریں گے (ملاحظہ فرمائیے ایسا ہی ہوا) وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ تمہاری ایذا رسانی اُن کی آرزو ہے۔ (اب تو تجربہ ہوا) قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ اُن کی دشمنی اُن کی باتوں سے ظاہر ہو چکی (یاد کرو گاندھی کا قول کہ ہندو بزدل نہیں اور یہ قول کہ ہندوؤں کا غصہ انگریزوں کی تلوار کے نیچے دبا ہوا ہے ورنہ گائے بزور شمشیر چھڑائی جا سکتی ہے) وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ” اور جو اُن کے سینے چھپا رہے ہیں وہ اور بڑا ہے (اب دیکھئے جو اس وقت سینوں میں چھپی ہوئی تھی وہ کیسی بڑی نکلی اب ہزارہا مسلمانوں کا خون کرا کر بھی سمجھ جاؤ تو غنیمت) قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ ہم نے تمہارے لئے نشانیاں واضح کر دیں اگر تم عقل رکھو مگر اُس وقت آپ کچھ نہ سمجھے ہندوؤں کی محبت ہی کے گیت گاتے رہے کہئے آپ عاقلوں میں تھے یا نادانوں میں اب تو عاقل ہو) هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ یہ تو تم ہو کہ اُن سے محبت کرتے ہو اور اُن کی محبت میں اپنے حقیقی بھائی مسلمانوں کو چھوڑتے ہو اور دین اسلام کے شعائر ترک کرتے ہو اور اپنے کو لالہ اور پنڈت تک کہلواتے ہو) وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ ○ اور وہ تم سے محبت

نہیں کرتے (اب دیکھ لیا کہ قرآن پاک کا ارشاد کہ وہ خون کے پیاسے اور جان کے دشمن نکلے) وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ حالانکہ تم پوری کتاب پر ایمان رکھتے ہو وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ جب تم سے ملیں کہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب تنہائیوں میں جائیں تو تم پر غصہ سے پورے چبا دیں۔ (یہ چال اور باقی رہ گئی ہے کہ اپنے آپ کو مومن بتا کر پھر تمہیں دھوکا دیں اور سنتے ہیں کہ بعض کفار نے اسی زمانہ میں ایسا کیا بھی) قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ کہہ دیجئے کہ تم اپنے غصہ میں مرو اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے (کاش مسلمان اس تعلیم الٰہی پر یقین کرتے تو بے شک ہندوؤں کی مراد پوری نہ ہوتی اور آج انہیں اپنے غصہ میں جل مرنا ہی نصیب ہوا) اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ اگر تمہیں بہتری چھو بھی جائے تو انہیں ناگوار ہو (دیکھو غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی کامیابی پر کسی ہندو نے دو کوڑی کا چراغ نہ جلایا اور ظاہری ملمع کاری کے طور پر بھی اظہار سرور گوارا نہ کیا) وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے اس سے خوش ہوں (آج دیکھئے آپ کے پٹنے مارے جانے سزا پانے پر کس قدر خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ فرمایا گیا تھا ہو بہو ہو کر رہا ایک آیت میں یہ ارشاد فرمایا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا تمنا ہے کہ ان کی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ۔ (دیکھئے شدھی کی سرگرمیاں کہیں بھی کسی خبر کو واقعات سے کچھ بھی تفاوت ہوا اور کیوں کر ہو سکتا ہے اللہ علیم وخبیر ہے مگر افسوس مشرکین کو لوگ پیشوا بناتے رہے اور ان کی ہر بات کے سامنے سر نیاز جھکایا اور قرآن پاک کی آواز پر کان نہ رکھا ورنہ کیوں یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوتا قرآن پاک نے بتا دیا تھا کہ کفار سے اتحاد و وداد ناممکن ہے اور ان پر اعتبار و اعتماد تباہی و بربادی کا سبب ہے تو اتحاد کی راہ میں یہ سخت غلطی تھی جس کی پاداش میں ان نتائج کا مرتب ہونا ناگزیر

تھا جو آج سامنے ہے اب ثابت ہو گیا کہ اتحاد و اتفاق کی کوششوں میں کفار کے ملانے کا خیال ایسا ہی ہے جیسا روئی کے ساتھ آگ جمع کرنے کا ارادہ اس غلطی سے تو ہوشیار ہونا چاہئے اور عقل درست ہو تو تجربہ کے بعد اب کبھی ایسی خطا میں مبتلا نہ ہوں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا یعنی مومن کو ایک مرتبہ دھوکا کھانے کے بعد ایسی بیداری ہو جانی چاہئے کہ پھر وہ اس قسم کی غلطی میں مبتلا نہ ہو۔

مختلف مذاہب اور مدعی اسلام فرقوں کے ساتھ اتحاد

اب یہ مسئلہ اور غور طلب ہے کہ جو فرقے باطل اور اہل ہوا ہیں بعض ان میں سے گمراہ ہیں بعض مرتد جو کفر کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں ان فرقوں کے ساتھ اتحاد کیا جائے یا نہ کیا جائے لوگ کہتے ہیں کہ ضرورت کا وقت ہے کفار کا مقابلہ ہے آپس کی مخالفتوں پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ سب مل کر کوشش کریں؟ در حقیقت یہ بہت بڑی غلطی ہے اور حامیان اتفاق ہمیشہ اس کے مرتکب رہے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ شیعہ باہم متفق ہو جاتے ہیں اور ان کی آل انڈیا کانفرنسیں کام کرتی ہیں وہ اپنا شیرازہ درست کر لیتے ہیں اور اس وقت سنی یا کسی اور فرقہ کی طرف نظر بھی نہیں کرتے غیر مقلد متحد ہوتے ہیں ان کی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنسیں قائم ہوتی ہیں وہ آپس میں نظم و ارتباط کے رشتے مضبوط کرتے ہیں اور دوسرے کسی گروہ کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ دیوبندی وہابی اپنی جمعیتیں بنا کر اپنا کام کرتے ہیں۔ قادیانی باہم متحد ہو کر ایک مرکز پر مجتمع رہتے ہیں۔ یہ سب اپنے اپنے کام میں چست اور اپنے نظام کو استوار کرنے میں مصروف ہیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں کسی کا سہارا نہیں تکتے لیکن ہمارے سنی حضرات جو بفضلہ تعداد میں تمام فرقوں کے مجموعہ سے قریب

قریب آٹھ گئے زیادہ ہیں نہ ان میں نظم ہے نہ ارتباط نہ کبھی ان کی کوئی آل انڈیا کانفرنس قائم ہوئی نہ اپنی شیرازہ بندی کا خیال آیا انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہمت ہی نہیں اگر کبھی اپنی درستی کا خیال آیا تو اس سے پہلے اغیار پر نظر گئی اور یہ سمجھا کہ وہ شامل نہ ہوئے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے باوجودیکہ اگر صرف یہی باہم متحد ہو جائیں اور چھ کروڑ کی جماعت میں نظم قائم ہو تو انہیں اُن کی کچھ حاجت ہی نہیں بلکہ اُسوقت ان کی شوکت دوسرے فرقوں کو ان کی طرف مائل ہونے پر مجبور کرے گی، اور یہ اختلافات کی مصیبت سے بچ کر اپنے اتحاد و انتظام میں کامیاب ہو سکیں گے. لیکن افسوس تمام چھوٹے چھوٹے قلیل التعداد فرقوں نے اپنے اپنے حدود محفوظ کر لئے اور اپنی شیرازہ بندی و اجتماع سے دنیا میں اپنی ہستی اور زندگی کا ثبوت دے دیا، غیر ممالک میں اُن کی آوازیں پہنچنے لگیں مگر ہمارے سُنّی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی اُمنگیں پیدا ہوئیں تو انہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخکنی کے لئے بے چین ہیں، اور سُنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کرکے اپنی تعداد بڑھانے کے لئے مضطر اور مجبور ہیں. ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل سکیں تو علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر کرکے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے اور مسلمانوں کے مخالف ایک جماعت کیوں بناتے وہ تو حقیقتاً مل ہی نہیں سکتے اور صورۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب کے لئے ہوتا ہے جس کے حصول کے لئے ہر دم نیش زنی جاری رہتی ہے. اور اس کا انجام جدال و فساد ہی نکلتا ہے. یہ تو تازہ تجربہ ہے کہ خلافت کمیٹی کے ساتھ ایک جماعت جمعیۃ العلماء کے نام سے شامل ہوئی جس میں تقریباً سب کے سب یا بہت سے زیادہ وہابی اور غیر مقلد ہیں نادر ہی کوئی دوسرا شخص ہو تو ہو اس جماعت نے خلافت کی تائید کو تو عنوان بنایا. عوام کے سامنے نمائش کے لئے تو یہ مقصد پیش کیا. مگر کام اہلِ سنت کے رد اور ان کی بیخکنی

کا انجام دیا اپنے مذہب کی ترویج اس پر دو میرے پاس جناب مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے جو انہوں نے مدارس کا دورہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے. اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کرکے وصول کیا گیا تھا اب تک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھاپکر مفت تقسیم کر چکے ہیں. اب بتائیے کہ ان جماعتوں کا ملانا زر دادن درد سر خریدن ہوا یا نہیں اپنے ہی روپیہ سے اپنے ہی مذہب کا نقصان ہوا. الغرض دوسرے فرقے ہم سے کسی طرح نہیں مل سکتے ملیں تو دھوکا ہے جس سے ہمیں اور ہمارے مذہب کو سخت مضرت و نقصان پہنچتا ہے. اس کے علاوہ یہ کتنا بڑا نقصان ہے کہ ان کی بدولت کروڑوں سُنی چھوٹ جاتے ہیں جو ان کے شامل ہونے کی وجہ سے علیحدہ رہتے ہیں. مگر اب تک یہی رہا کہ سُنیوں کی کثیر تعداد کو چھوڑا گیا اور ان مختلف فرقوں کے ملانے کی کوشش کی گئی جس میں مختلف قسم کے درندے ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے بجز فتنہ اور فساد کے کچھ حاصل نہیں. اتفاق کی کوششوں میں ناکامی کا اصل راز یہی ہے اور اسی وجہ سے حامیان اتحاد سات کروڑ مسلمانوں کے اجتماع سے اب تک محروم رہے شریعت طاہرہ نے ان گمراہ فرقوں کے ساتھ اتحاد کی اجازت نہیں دی بلکہ اُن سے جدا رہنے اور اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے. حدیث قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ جو بدعتی کی توقیر کرے وہ اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے. دوسری حدیث شریف میں ہے لَا تُجَالِسُوْا ھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ. اُن کے ساتھ مجالست و ہم نشینی نہ کرو نہ ان کے ساتھ مواکلت و مشاربت کھانا پینا کرو. ایک اور حدیث میں ہے

مَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ. جس نے ان سے اپنے ہاتھ سے

جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے اُن پر اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے اُن پر اپنے دل سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور اس کے ماسوا رائی کے دانہ برابر ایمان نہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد فرمایا لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھو تفسیر احمدی میں ہے اِنَّ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ يَعُمُّ الْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْفَاجِرَ وَالْقُعُوْدُ مَعَ كُلِّهِمْ مُمْتَنِعٌ کہ قوم ظالم بدعتی فاسق فاجر سب کو عام ہے اور سب کے ساتھ ہم نشینی ممنوع ہے۔

علاوہ بریں صدہا نصوص سے بصراحت ثابت ہے کہ فرق ضالہ اور مبتدعہ کے ساتھ اتفاق و ارتباط ممنوع و ناجائز ہے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کا وقت اسلام پر ایسا نازک وقت تھا کہ پھر ایسا نازک وقت قیامت تک کبھی نہ آئے گا۔ خود حضور اقدس کی مفارقت اتنا بڑا صدمہ تھا جس نے صحابہ میں تاب و تواں باقی نہ چھوڑی تھی شب و روز رونا اور بیقرار رہنا اُن کا معمول تھا استیلائے غم کی یہ کیفیت کہ رفقاء سامنے آئیں سلام کریں اور انہیں مطلق خبر نہ ہو ادھر دشمنان اسلام نے سمجھ لیا کہ اب وقت ہے وہ تیغ و سناں سنبھال کر تیار ہو گئے دنیا کے تمام کفار اسلام کے ساتھ عداوت کی موجیں مارنیوالا دل سینوں میں رکھتے تھے غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہو گئے اس وقت ایک جماعت نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اسلام نو عمر ہے اُس کے مربی پیشوا نے ابھی پردہ فرمایا ہے۔ رفقاء غم سے بیتاب ہیں دشمن شمشیر بکف ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا نازک وقت ہو گا اُس وقت صدیق اکبر پالیسی پر عمل نہیں کرتے کہ سب کو ملا لیں یا غلط کاریوں پر صبر کر کے خاموش ہو جائیں اور دشمنوں کی قوت کے اندیشہ سے کسی سے کوئی باز پرس اور دارو گیر نہ کریں۔ بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا جانشین اُس حالت سے ذرا مرعوب نہیں ہوتا اور نہایت ہمت و استقلال اور جرأت و شجاعت کے ساتھ اس قوم کے خلاف جہاد و قتال کا اعلان فرما دیتا ہے جس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اس کا

یہ اثر ہوتا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قوم پر غلبہ حاصل ہونے کے ساتھ کفار پر بھی اقتدار حاصل ہوتا ہے اور خلیفہ رسول کا یہ استقلال ان کی ہمتیں توڑ دیتا ہے۔ آخر کار صحابہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور واقعات ثابت کرتے ہیں کہ خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فیصلہ میں حق پر ہیں تو آج مسلمان طاہرہ اور پیشوایانِ کا اتباع چھوڑ کر ان کے خلاف راہ چل کر کس طرح منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں جس چیز کو شریعت نے ناجائز کیا اس سے کوئی فائدہ کیونکر مقصود ہو سکتا ہے اور کوئی موافق مدعا نتیجہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اتفاق کی کوشش کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس اصل اعظم کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ہمیں اہلسنت کے ساتھ اتفاق کرنا اور انہیں ایک رشتہ میں مربوط کر کے اُن کی منتشر قوت کو یکجا کر لینا ہے یہی ہمیں مفید ہے اور خدا میسر کرے اور ہم اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو آج سات کروڑ مسلمانوں کی کثیر تعداد ایک متحدہ قوت نظر آئے اور دوسرے چھوٹے چھوٹے فرقے اس کی شوکت و قوت دیکھ کر خود اس میں ملنے کی کوشش کریں اور ہماری اکثریت انہیں مفسدانہ خیالات سے باز آنے پر مجبور کر دے۔ اور حقیقی اتحاد اور اُس کے نفیس برکات دنیا کی قوموں کو نظر آ جائیں۔ اس لئے سب سے پہلے یہ اصل اعظم مد نظر ہونا چاہیے۔ اب میں اُن اختلافات پر بھی تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہوں جن سے چشم پوشی کرنا اتفاق کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

تفرقۂ اقوام

مختلف مذاہب ملا کر ہرگز ایک نہیں کئے جا سکتے مذہبی جذبات کو بالکل نہیں۔ کسی قوم کا اپنے مذہبی خصوصیات و امتیازات کو آپ کے اتفاق پر فدا کر دینا بالکل نامتصور۔ ایسی ناممکن بات کے لئے تو بارہا کوششیں کی گئیں وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتا ہے اور جس کی بنیاد تکبر و غرور اور نفسانیت و خود نمائی کی زمین میں رکھی

گئی ہے اُس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد و اعمال سے تو امتیاز قائم کیا ہے لیکن پیشہ اور حرفت و نسب کو ذریعہ جدال نہیں بنایا۔ آج ایک مسلمان جو بد مذہب بے دین کافر تک کے لئے آغوش محبت روا رکھتا ہے اپنے حقیقی بھائی سے ملنے کے لئے تیار نہیں اگر وہ سبزی بیچتا ہے یا کپڑا بنتا ہے تو مسلمانوں کو مختلف قوموں میں تقسیم کرنا اور انہیں حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھنا وہ سلام کریں تو تیوری میں بل ڈالنا اتفاق کے لئے سم قاتل ہے اور جب تک یہ خصلت موجود ہے اس وقت تک اتفاق کی طمع سعی لاحاصل ہے۔ اسلام کی قدر کرنیوالا کب پیشہ اور حرفہ اور شان و صورت اور نسب و نام پر نظر ڈالتا ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومی حبیبن کو بلال حبشی کے قدموں پر نثار کر دیتے ہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں متکبر رسائی سے محروم رہتے ہیں جو غریبوں کے ساتھ بیٹھنے میں عار کرتے تھے۔ مگر مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر ہندوؤں کی خصلت اختیار کی جیسے اُن میں قومی تفرقے تھے۔ اور وہ چھوٹی قوموں کو کتوں سے زیادہ ذلیل جانتے ہیں۔ کتا اُن کے چوکے میں آجائے تو چوکا ناپاک نہ ہوگا مگر چھوٹی قوم کا آدمی چوکے میں آنا درکنار اس قابل بھی نہیں کہ صبح انہیں مُنہ دکھا سکے سفر کے وقت۔ دھوبی کا سامنے آنا اُن کے اعتقاد میں سفر کی ناکامی کی دلیل اور فال بد ہے اسی کی نقل مسلمان کر رہے ہیں کہ پابند شریعت راسخ العقیدہ مسلمان غربت و افلاس کی وجہ سے ذلیل و خوار سمجھے جاتے ہیں ان کا نام کمین رکھا جاتا ہے۔ اُن کو مجلس بلکہ بعض انسانی حقوق تک سے محروم کیا جا رہا ہے۔ ان نخوت شعار کا عمل اُن اسلامی بھائیوں کے دلوں پر نوک نشتر سے زیادہ المناک گھاؤ کرتا ہے اُن کا دل اس برتاؤ سے پھٹ جاتا یہ انہیں حقیر و ذلیل دیکھتے ہیں، وہ ان سے ٹوٹ جاتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اُن کے دلوں میں ان کی ہمدردی نہیں رہتی قرآن پاک میں ارشاد ہوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم میں زیادہ کرامت والا اللہ کے نزدیک

تمہارا بڑا پرہیزگار ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا اِنْ اَوْلِیَآئِیْ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرے اولیا میرے دوست صرف پرہیزگار ہی ہیں۔ قرآن پاک تو پرہیزگاروں کو اشرف اکرم خدا کا دوست اُس کا ولی بتاتا ہے مگر آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ خدا کے پرہیزگار متقی نیک بندوں کو ان کے حرفہ اور پیشہ کی وجہ سے کمین اور ذلیل کہتے ہیں۔ اور فاسقوں فاجروں کو بدکاروں رشوت لینے اور سود کھانے والے ظالموں کو شریف مان لیتے ہیں اقوام کے یہ تفرقے اور اہل حرفت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد کے لئے زہر ہلاہل ہے اگر آپ اجتماعی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جماعتی طاقت سے زبردست ہو کر دنیا کی قوموں میں عزت و وقار کی زندگی آپ کا مقصود ہے تو اپنے چھوٹوں کو بڑھائیے۔ چھوٹوں کو ملائیے گروں کو اٹھائیے، ہمارا ہر بھائی خواہ وہ کوئی پیشہ کرتا ہو ہماری نگاہ میں دنیا کے تاجوروں سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے اُس کو دیکھتے ہی ہمارا چہرہ شگفتہ ہو جانا چاہئے۔ یہ کس قدر افسوسناک ہے کہ ایک مسلمان کے پاس دوسری قوم کا کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کا اکرام اور اکرام میں یہ مبالغہ کرتا ہے کہ اپنی جگہ اس کیلئے چھوڑ دیتا ہے لیکن اگر ایک غریب مسلمان اُس کے پاس پہنچتا ہے تو اُس کو ان کی مجلس میں باریابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اپنوں کو جو قوم اغیار سمجھتی ہو اور اغیار کے ساتھ یگانوں سے زیادہ سلوک کرتی ہو وہ کس طرح دنیا میں کامیاب زندگی بسر کر سکتی ہے۔ ہمیں تو یہ کرنا چاہئے اور اس منافرت کو جلد سے جلد دور کرنا چاہئے جو ہماری بربادی کا باعث ہے اگر آپ اپنے چھوٹوں کو سینہ سے لگائیں گے تو آپ کو سر اور آنکھوں پر بٹھائیں گے اگر آپ اُن سے محبت کا برتاؤ کریں گے۔ تو وہ آپ پر دل و جان قربان کر دیں گے حرفے اور پیشہ کو ذلیل نہ سمجھو یہ تمہاری کامیابی کا راز ہے۔ اگر آج ہم میں یہ بات نہ ہوتی تو ہم میں صدہا گداگر اور چور اچکے بھی نہ ہوتے۔ پیشہ کرنا عیب قرار دیا جاتا ہے۔ اس سے شرم آتی ہے تو نوکری اور غلامی کی زندگی اختیار کرتے ہیں نوکری اور خدمت گاری میسر نہیں آتی تو چوری اور گداگری کے سوا چارہ ہی کیا ہے

خدارا ہوش میں آؤ اور تباہ کر ڈالنے والے غرور ترک کرو۔

باہمی سلوک

اس کے علاوہ مسلمانوں کے باہمی سلوک اس قدر خراب ہیں جو اُن کا شیرازہ درست نہیں ہونے دیتے جو عنایتیں اور محبتیں اپنے بھائیوں کے ساتھ لازم تھیں وہ سب اغیار کے لئے بے منت حاضر ہیں دوسرے کی دعوت اور اپنے درگزر ایک ایسی چیز ہے جو کریم النفس آدمی کی بہترین خصلت شمار کی جاتی ہے چھوٹی سی خطا دینے دوسرے کی غلطی یا زیادتی سے چشم پوشی کرکے اخوت و محبت کو محفوظ رکھنے اور غیظ و غضب کی آگ میں انس و محبت کا سرمایہ نہ پھونکنے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمانوں میں یہ صفت نہیں ہے عفو و درگزر و فروگذاشت کی خصلت ان سے کنارہ کر گئی ہے۔ ایسا نہیں یہ خصلتیں سب ہیں اور ضرور ہیں اور دنیا کی قوموں سے زائد ہیں لیکن بے محل صرف ہوتی ہیں عفو و درگزر ہندوؤں کے ساتھ صرف کی جاتی ہے یہاں تک کہ خون معاف کردیئے جائیں لوٹ مار تاخت و تاراج سے چشم پوشی کرلی جاتی ہے اور حد سے گزر کر یہاں تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے کہ جوشِ محبت میں مذہبی حقوق سے دستبرداری کرلی جاتی ہے وہ ظلم کرتے ہیں اور یہ عاشق نازبردار کی طرح اُن کو خوش دلی سے برداشت کرتے ہیں اور اعلان کردیتے ہیں کہ تم جتنے ظلم کرو ہم کبھی تم سے پھرنے والے نہیں اُن کے لئے ان کی آغوشِ محبت وا ہی رہتی ہے لیکن حقیقی بھائی سے تن جاتے ہیں تو ایک پرنالے پر چار انگشت زمین پر مقدمہ چل پڑتا ہے اور ہائی کورٹ سے ادھر ختم نہیں ہوتا کوئی پنچایت اس کو طے نہیں کرسکتی صدہا نظیریں ہیں کہ دو بھائی ایک درخت پر لڑے اور ریاست ہندوؤں کے پاس پہنچ گئی دونوں نادار ہوگئے مگر اب ریاست کی جگہ باہمی عداوت ہے دولت کھو چکے تو ہر ایک دوسرے کی آبرو کے درپے ہے خود کچھ نہیں کرسکتے

تو چاہتے ہیں کہ دوسروں ہی سے بھائی کو ذلیل کرادیں۔ اب اُن اغیار کو جرأت ہوتی ہے۔ اور خود یہ بھائی صاحب بھی اغیار کی نظر میں وہی حیثیت رکھتے ہیں۔ مال بھی گیا دونوں کی آبرو بھی گئی اس طرح مسلمان اپنے سرمایہ اور اپنی آبرو کھو چکے ہیں۔ مگر افسوس کوئی تباہی موجب عبرت نہیں ہوتی۔ کوئی مصیبت بیدار نہیں کرسکتی اگر اتفاق کی خواہش ہے تو طبیعتوں کے طیش کم کیجئے غصہ پر اختیار پیدا کرکے آپس میں درگذر اور فروگذاشت کی عادت ڈالیئے اور اگر آپ کو اپنی طبیعت پر قابو نہ ہو تو اپنے معاملات دیندار مسلمانوں اور دین کے عالموں کو تفویض کیجئے اور اُن کے فیصلہ پر کہ درحقیقت وہ شرع مطہر کا فیصلہ ہوگا رضامند ہو جائیے اور نزاع ختم کرڈالیئے۔ مسلمانوں کی منازعت میں دوسرے مسلمانوں کو مصالحت کی انتہائی کوشش لازم ہے اگر دو مسلمان آپس میں لڑیں تو چاہئے کہ اس درد سے محلہ کا محلہ بے چین ہوجائے اور جب تک ان میں صلح نہ کرالے چین سے نہ بیٹھے۔

باہمی اصلاح کی تدبیر

نماز کی پابندی کرو جماعتوں میں حاضر ہو اس سے تمہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ ملنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کا موقع ملے گا اور باہمی محبت زیادہ ہوگی اس پنجوقتہ اجتماع میں یہ لحاظ رکھو کہ اگر محلہ کے کسی مسلمان کو دوسرے سے ادنیٰ شکایت ہو تو دوسرے مسلمان درمیان میں پڑ کر اُس کو فوراً رفع کردیں اور اُس کے لئے اپنے تمام اثر کام میں لائیں۔ ہر مسلمان دوسرے کا خیرخواہ مداح ثناگر بھی ہو اور محتسب بھی اپنے بھائی کی ہر طرح حفاظت کرے دوسروں کی نظر میں ذلیل نہ ہونے دے۔ کسی بدی میں مبتلا پائے تو پوری قوت سے بچائے اخلاقی دباؤ اور محبت کی تاثیر وہ کام کرتی ہے جو سخت ترین سزاؤں سے نہیں نکل سکتا۔ سمجھانے کے لئے محبت کے لہجے اور خوشگوار طرزِ گفتگو کو اختیار کرو وہ اندازِ کلام بالکل ترک کردو جو دوسرے کو ناگوار ہو۔ تمہاری زبانیں شیریں ہوں۔ تمہاری باتیں پیاری ہوں تمہارا طرزِ عمل

محبت پیدا کرنے والا ہو یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام دیتا ہے حدیث شریف میں وارد ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَ یَدِہٖ ؎ حضور اقدس علیہ الصلاۃ و السلام فرماتے ہیں مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا قُلْتُ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ طِیْبُ الْکَلَامِ وَ الْطِعَامِ حضور سے دریافت کیا گیا اسلام کی شان کیا ہے فرمایا خوش کلامی اور میزبانی ایک اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا اَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ وَ تَکْرَہَ لَھُمْ مَا تَکْرَہُ لِنَفْسِکَ یعنی فضائل ایمان میں سے ہے کہ تو اور لوگوں کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور دوسروں کے لئے گوارہ نہ کرے جو اپنے لئے گوارہ نہ ہو ایک اور حدیث میں وارد ہوا۔ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلِیْقٍ اپنے بھائی سے ملے تو کشادہ روئی کے ساتھ اسلامی اخلاق پیدا کیجئے۔ اس خوشبو میں بس جائیے تو آپ پھول کی طرح سر چڑھائے جائیں گے اور یوں اتفاق کے خالی لیکچر تھوڑی دیر کی واہ واہ اور زینت بزم کے سوا کچھ نفع نہیں رکھتے۔

مساجد کی انجمنیں

اب ضرورت ہے کہ ہم مساجد کی جماعت کو اپنی بہترین انجمن سمجھیں اور اُس میں شریک ہو کر آپس کی محبت بڑھائیں ستودہ اخلاق پسندیدہ خصائل پیدا کرکے عملاً اتحاد و اتفاق کو نشوونما دیں۔ امام ہمارا صدر مجلس ہو تمام نمازی اراکین انجمن ہم تن واحد کے اعضاء کی طرح باہم مربوط اور ایک دوسرے کے ہمدرد و غمخوار اور معین و مددگار رہیں۔ اپنی درستی اور اپنے بھائیوں کی اعانت ہماری انجمن کا مقصد ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ اسلامی شوکت کا لطف آجائے۔ مسجدوں میں جماعتوں کے بعد اس پر غور کیا جائے کہ محلہ کا کون کون شخص نماز کے لئے حاضر نہیں ہوا تاکہ اُن کو حاضر کرنے کی کوشش کی جائے اور محلہ کا ہر شخص

اُس سے ملے اخلاق و محبت کے ساتھ مسجد میں حاضر نہ ہونے کا سبب دریافت کرے اور عدم حاضری اظہار افسوس کے ساتھ محبت آمیز لہجہ میں پابندی جماعت کی درخواست کرے اور یہ عمل جاری رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کو پابندی کی توفیق دے مگر یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ اس ترغیب میں اپنی تعلی و تفوق اور اُس کی حقارت کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ اماموں کی عظمت کی جائے۔ محلہ کے رہنے والے اپنی شادی و غمی کے کام باہمی مشورہ سے کریں۔ اور محلہ کا ہر شخص اخلاص کے ساتھ دوسرے کی شرکت و امداد کرے۔ غیبت اور بدگوئی ترک کر دی جائے۔ کہ یہ نفاق و عداوت کی بنیاد ہے۔ ہر مسلمان اپنے مذہبی فرائض ضروریات زندگی میں سب سے اہم و افضل سمجھے۔

اغیار کے ساتھ ہمارا برتاؤ

اس موقع پر میں یہ بھی صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ دیگر مذاہب مختلف فرقوں اور دوسرے دین والوں کے ساتھ ہمیں کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔ اس وقت ہمیں اپنی درستی اور اپنے تحفظ کی فکر دامن گیر ہے ہماری تمام کوششیں اسی امر پر مبذول ہیں کہ ہم اپنی بگڑی ہی حالت کو بنا لیں اور اپنی روز افزوں ہلاکت کے سیلاب کو کسی طرح روکیں۔ ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو امن کی زندگی بسر کرنا چاہئے جھگڑے اور نزاع کا جس راہ میں خطرہ اور اندیشہ ہو اُس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ مسلمان اس کے حامی ہیں۔ خدا کا شکر جہاں تک مجھے علم ہے کہ اب تک مسلمان ہند کے ہر مقام پر امن کے حامی رہے ہیں اور کہیں ان کی طرف سے فساد نہیں ہوا۔ واقعات پر بے رعایت رائے قائم کرنے والے ہندو بھی اس سے متفق ہیں۔ گو بعض ہندو پرست لیڈر جن کی زبانی ہندوؤں کا خریدا ہوا پریس ہے مسلمانوں کو بے وجہ مورد الزام قرار دے اور اُن پر وہ غلط و بے بنیاد الزام لگائے جو ہندوؤں نے حربی حملوں کے ساتھ قلمی اور زبانی حملوں کے طور پر مسلمانوں پر کئے ہیں اور جا بجا کل

واقع کے خلاف اور محض بے اصل ہیں میں نے اپنے مقدور تک تحقیقات بھی کی اور فساد کے مقامات پر خود بھی اس غرض کے لئے گیا اور اپنے عزیز قائم مقاموں کو بھی بھیجا جہاں تک تفتیش و تحقیق کے ذرائع میسر آسکے جستجو کی گئی یہی ثابت ہوا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیار نہیں تھے اور انہوں نے لڑائی نہیں لڑی۔ ہندوؤں نے پوری تیاری اور آمادگی کے ساتھ رائے اور مشورے کرکے ایک منظم مقابلہ کی تیاری کے بعد مسلمانوں پر حملہ کیا اور چونکہ وہ کام ایک مشورت کے ساتھ ہوتا تھا اُن کی مجلسیں اس کام کے لئے ایک وقت معین کرلیتی تھیں اُسی وقت تمام شہر میں مختلف مقامات پر ہندوں کے حملے شروع ہوجاتے تھے اور ہر مسلمان مباح الدم اور واجب القتل سمجھا جاتا تھا۔ مسافر، بچے۔ عورتیں۔ بوڑھے، کمزور، بہادری کی مشق کے لئے سورماؤں کے تیر ستم کا نشانہ ہیں۔ مسلمان ایسے اچانک حملوں کی مدافعت بھی نہیں کرسکتے تھے۔ لامحالہ مسلمانوں کو جانی مالی ہر طرح کے نقصان اُٹھانا پڑتے ہیں۔ ہندو چونکہ پہلے سے تیار ہیں حملے کرنے سے پہلے ہی قانونی کاروائی کرنے کے لئے ان کی ایک مستقل جماعت تیار رہتی ہے۔ وہ مارتے بھی ہیں اور مسلمانوں کو مقدمہ میں ماخوذ بھی کرالیتے ہیں۔ طبقہ لیڈران تو اُن کا حق نمک ادا کرنا فرض ہی جانتا ہے اُس کے علاوہ سودی قرض دباؤ میں پڑے ہیں وہ مسلمانوں کے خلاف جھوٹی شہادتیں دے کر مسلمانوں کو پھنسوایا کرتے ہیں ہندوؤں کے اخبار ستم ایجاد خونخوار اول کو مظلوم اور بے گناہ مظلوم مسلمانوں کو جفاکار ثابت کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور یہ اُن کا قلمی حملہ ہوتا ہے ہندوؤں کی ہر ایک جماعت مسلمانوں کو ختم کرڈالنے کے خیال میں وقف ہوگئی ہے۔ جسے لٹھ چلانا آتا ہے وہ لٹھ سے جو آتشیں اسلحہ رکھتا ہے وہ اُن سے جو جھوٹی شہادت دے سکتا ہے وہ اپنی زبان سے جو حکام رس ہے وہ غلط بیانیوں اور جھوٹی شکایتوں سے قانون پیشہ مفت وکالت سے اہل قلم اور ایڈیٹر خلاف واقع خبروں اور شورش انگیز مضمونوں سے ہندوؤں کی چیرہ دستی اور ستمگاری انتہا تک پہنچا دینا چاہتے ہیں اور اس کو اپنے مذہب کی و اہل مذہب کی بہترین خدمت سمجھتے ہیں اُس مذہب کی جس

کی دوکان کا نمائشی سائن بورڈ اہنسا (بے آزاری) ہے۔ مسلمانوں کا حکام رس طبقہ کچھ ہندوؤں کے میل جول رعایت مروت سے کچھ اُن کی اکثریت و قوت کے رعب سے کچھ اپنی مالی کمزوری سے ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کی تائید میں حکام تک سچے واقعات پہنچانے سے بالکل مجبور ہے۔ وہ عام مسلمانوں کے ساتھ اپنی بے تعلقی کا اظہار اور مصیبت زدہ ستم رسیدہ غریبوں کے درد دکھ کا بیان اپنے لئے خطرۂ آبرو سمجھتا ہے۔ مسلمان وکیل مفت تو کیا مقدمات کی پیروی کریں کافی محنتانہ لے کر بھی بے پروائی کرجاتے ہیں اور اپنی بد اخلاقیوں سے ستم کش تباہ شدہ مسلمانوں کو اور زیادہ پریشان کرتے ہیں بغرض کوئی صورت نہیں ہوتی کہ مسلمان قانون سے بھی فائدہ اُٹھا سکیں اور حکومت کی حمایت بھی کچھ ان کے کام آسکے ایسی مجبور قوم کیا لڑائی کا ارادہ کرے گی۔ اور کیا اس میں جنگ کی اُمنگیں پیدا ہوں گی۔ اس کو ہندوستان کی رہنے والی تمام قومیں جانتی ہیں کہ فساد انگیزی میں مسلمانوں کا ذرا بھی حصہ نہیں گو کہ ملک کے لیڈر (جو ہندو یا ہندو پرست ہیں) مظلوم اور پامال ستم مسلمانوں کو مجرم قرار دیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہر جگہ لڑائی کے موقعوں سے طرح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے تمام تیوہار نہایت اطمینان کے ساتھ ادا ہوجاتے ہیں کوئی مسلمان کہیں مزاحم نہیں ہوتا۔ لیکن جب مسلمانوں کی کوئی تقریب آتی ہے تو ہندو جھگڑے پیدا کرنے کے لئے خلاف معمول نئی نئی رسمیں نکالتے اور شورشیں پھیلاتے رہیں۔ ہندوؤں کے معابد کے سامنے مسلمان کہیں کوئی شور غوغا نہیں کرتے۔ ان کے کسی کام میں مخل نہیں ہوتے لیکن مسجد کے سامنے سنکھ اور باجے بجاکر فساد کی بنیادیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ان تمام واقعات سے یہ حقیقت ناقابل انکار ہوجاتی ہے کہ ان خونریزیوں میں مسلمانوں کا قصد و ارادہ بالکل شامل نہیں ہے۔ یہ تنہا ہندوؤں کے جوش غضب کا نتیجہ ہے مگر اس کے باوجود میں پھر برادران اسلام سے یہی عرض کرتا ہوں کہ وہ امن پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور اپنے آپ کو جنگ سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔ اس وقت جنگ میں مصروف ہوجانا ہماری قومی اور مذہبی

زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے ہمیں جہاں تک ممکن ہوا اور جس طرح ممکن ہو لڑائی کے موقعوں سے طرح دینا چاہئیے۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں اپنے جان مال دین ملت کے تحفظ کے لئے اُن کی چالوں سے ہوشیار و آگاہ بھی رہنا چاہئے اور یہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ یہ دشمن موقع کی تاک میں ہے اور موقع مل جائے تو وہ ہمارے ساتھ کمی کرنے والا نہیں ہم اپنے آپ کو اُس موقع سے بچاتے رہیں ایسا نہ ہو کہ پچھلے زمانہ کی طرح دشمنوں پر اعتماد کیا جائے اپنی باگ ان کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ اپنی کشتی کا ناخدا مان کر اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں ڈالا جائے آنکھیں بند کر کے اُن کی تقلید کرنے لگیں جس راہ وہ ہمیں لے چلیں ہم وہ راہ چل کھڑے ہوں۔ ماضی قریب کی سیاسی جماعتوں اور کمیٹیوں کے اغوار سے مسلمان ان غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں جن کے نتائج آج یہ رونما ہو رہے ہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے استیصال پر کمر باندھ لی ہے کہیں مرتد کرنے کی کوششیں ہیں کہیں تیغ و تفنگ سے حملے ہیں کہیں قانونی شکنجوں میں کسا جاتا ہے یہ سب اُسی ہندو پرستی کا صدقہ جو پچھلے چار پانچ سال مسلمان کر چکے ہیں اب بہت احتیاط کرنا چاہئے کہ کبھی غلطی اس غلطی میں مبتلا نہ ہوں۔ کبھی اپنے امور اُن کے اختیار میں نہ دیں جس طرح وہ مقابل ہو کر ہماری جان و مال عزت و آبرو دین و مذہب کو برباد کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ اعتماد حاصل کر کے دوستی کے پیرایہ میں ہمارے ہاتھوں سے ہم کو نقصان پہنچا دیتے ہیں پچھلے دور میں جب مسلمان ہندوؤں پر اعتماد رکھتے تھے انہوں نے طرح طرح کے نقصان پہنچا کر ہماری قوتوں کو پامال کر دیا۔ اب ہمیں پھر اس جالوں میں نہ آنا چاہئے اس زیادہ نقصان ہمیں اُن مسلم نما ملت فروشوں سے پہنچا جو بندۂ طمع ہندوؤں کے کارندے اور کارکن اور ان کی آواز اُن کے ارگن تھے اور کٹھ پتلی کی طرح اُن کے اشاروں پر ناچا کرتے تھے۔ اُن کے جوش غضب و مسلم آزاری کے لئے یہ مسلمانوں پر چل جانے والے ہتھیار تھے جنہوں نے ہندوؤں کی ٹکٹیاں کاندھوں پر اُٹھائیں پیشانیوں پر قشقے لگائے سیوا سمتی کے پرتلے گلوں میں ڈالے اپنے ناموں کے ساتھ

پنڈت لالہ لکھوایا۔ جے پکاریں ہندوؤں میں مٹ گئے یا یوں کہئے کہ ہندوؤں میں حلول کر گئے مجمعوں میں اپنے مسلمان ہونے کا انکار کیا طرح طرح کی خرافات کی لیکن ہندوؤں سے ناجائز منفعت کی توقع میں اور ناپاک مال کے لالچ میں مسلم کشی پر کمر باندھی۔ اسلامی خصوصیات و امتیازات کو مٹایا۔ اسلامی شعائر بند کرنے کی کوششیں کیں شردھانند جیسے دشمن اسلام کو دلی کی جامع مسجد میں منبر پر بٹھایا۔ وہاں اُس کی تصویریں کھنچوائیں، گنگا جمنا کی سرزمین کو مقدس بتلایا اور مسلمانوں کو طرح طرح کے نقصان پہنچائے۔ مسلمان انہیں مسلمان سمجھتے تھے یقیناً اگر ہندو ان کا واسطہ اختیار نہ کرتے تو مسلمان ان کے جال میں نہ پھنستے۔ ان پر اعتماد تھا بھروسہ تھا ترکی کی حمایت اور حرمین طیبین کی اعانت کے نمائشی مرثیے پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو اپنی طرف سے خیر خواہی اسلام اور درد ملت کا یقین دلاتے اور اُن کی نوا میں اعتبار حاصل کر کے ہندوؤں کی خواہشیں پوری کرتے رہے ایسے لوگ انگریزی دان طبقے کے بھی تھے علماء کی وضع بھی تعداد میں کثیر نظر آتی تھی کہاں تک مسلمان نہ بہکتے اور فریب میں نہ آتے مگر بارے الحمد للہ وہ طلسم ٹوٹا اور اس مکر و خدع کے راز فاش ہونے مسلمانوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ خیر خواہی کے مدعی دشمن دوست نما تھے۔ اب مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو ایسے خود غرض ملت فروش مسلم کش دشمنوں سے بچانا نہایت اہم اور بہت ضروری ہے۔ برادران ملت بہت حزم و احتیاط نہایت دانائی اور بیدار دماغی کا وقت ہے۔ اگر آپ نے غفلت کی سہل انگاری سے کام لیا ان دوست نما دشمنوں کو پھر ایک مرتبہ موقع دیا اور ان کے ذریعہ سے ہندو سورماؤں کو پھر تم پر تسلط پانے کا موقع مل گیا تو آئندہ پھر آپ کی حالت ہرگز اس قابل نہ رہے گی کہ اپنے آپ کو سنبھال سکو اور کسی قسم کی تدبیر و تنظیم نہیں فائدہ پہنچا سکے اس لئے اُس مصیبت عظمیٰ سے پہلے ہوشیار ہو دوست دشمن میں امتیاز کرو اب موقع ہے کہ میں اشارہ اور کنایہ پر اکتفا نہ کروں اور صاف کہہ دوں کہ تمہاری دشمن اور ہندوؤں کی کارکن جماعتیں خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء ہیں مجھے ان کے کارنامے

کی تفاصیل پر ایک حد تک عبور ہے۔ لیکن میں وہ تمام لکھوں تو طوالت ہو اور اخبار بین اصحاب اس سے خوب واقف بھی ہیں اس لئے اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں کہ تم ہرگز کبھی ایسی جماعت پر اعتبار و اعتماد نہ کرو جو تم سے اسلام کی کوئی خصوصیت کوئی امتیاز کوئی ادنیٰ رسم یا تمہارا کوئی جائز شرعی عرفی یا قانونی حق چھوڑنے کیلئے اشارہ بھی کرے الحذر الحذر ؎

در بہائے بوسہ جانے طلب   میکنند ایں دلستانان الغیاث

الحاصل مسلمان ہندو اور ہندو پرستوں سے پرہیز کریں اپنے امور ان کے ہاتھ میں نہ دیں اپنے آپ کو ان کی رائے کی سپرد نہ کریں رہزنوں کو رہنما نہ بنائیں ان کی مجالس میں شرکت نہ کریں ان کی چکنی چپڑی باتوں اور ورد اسلام کے دعاوی سے دھوکہ نہ کھائیں حریفان چابک فن سے بچیں ؎

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی   بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

ہندوؤں کے میلوں میں مذہبی رسموں میں کھیلوں تماشوں سانگوں میں جانے سے احتراز اور پرہیز لازم سمجھیں اسی طرح ان کے جلسوں میں شرکت سے اجتناب کریں۔ ہندوؤں کے ٹریکٹ اور اخبار جو مسلمانوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں اور اسلامی بادشاہوں کی ہجو سے پر ہوتے ہیں ہرگز نہ دیکھیں کہ اس کے دیکھنے سے رنج اور صدمہ اور طبیعت میں اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ اور کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا باقی معاملات میں جہاں تک وہ اختلاف سے برتاؤ کریں ان کے ساتھ اخلاق برتا جائے مگر جہاں سے مذہب کی سرحد شروع ہو اس میں ہر غیر مذہب والے سے کنارہ کیا جائے۔

ہندو حملہ آور ہوں تو کیا کرنا چاہئے

اسی سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں ہندوؤں میں حملے کی تیاریاں پائی جائیں وہاں فوراً حکام کو مطلع کرکے فساد روکنے اور امن قائم رکھنے اور اپنی جان و مال کی حفاظت کی استدعا کی جائے۔

نیز یہ کوشش کی جائے کہ بازاروں اور سڑکوں میں گانے اور باجے کے ساتھ ہر جلوس ممنوع قرار دیا جائے خواہ وہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا۔ اگرچہ مسلمانوں کا کوئی جلوس دل آزار نظموں اور توہین آمیز گیتوں پر مشتمل نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ ہندوؤں کے جلوس جو آئے دن نکلتے رہتے ہیں ان میں ایسی اشتعال انگیزیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ فتنہ کی بنیاد ہی قطع کی جائے۔ گو اس میں ہم پر بھی ایک پابندی عائد ہو۔

ہندو سنگھٹن

ہندو سنگھٹن اور مہا سبھا اور سیوا سمتی کی جماعتیں جنہوں نے ملک کی فضا میں شرر افشاں کرکے جنگ و جدل کی آگ بھڑکا دی ہے اور ان کی وجہ سے ہم جانی اور مالی بہت سے نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اور ہماری امن خطرہ میں پڑ گئی ہے   ان کی کارگزاریوں کو غور کی نظر سے دیکھ کر حسب موقع گورنمنٹ کو ان کے طرز عمل سے آگاہ کرتے رہنا چاہئے۔ اور کافی ثبوت بہم پہنچا کر گورنمنٹ سے چارہ جوئی کرنا۔ ہندو کثیر التعداد، کثیر المال حکومت کے ایوان و دفاتر میں دخیل و باریاب ہر جگہ انہیں کی کثرت وہی صاحب اسلحہ باوجود اس کے وہ رات دن جن سرگرمیوں اور تیاریوں میں مصروف ہیں وہ ہمارے لئے سخت خطرہ ہیں اور جب سے یہ تیاریاں شروع ہوئی ہیں ملک کا امن کس خدشہ کی حالت میں ہے گورنمنٹ کو اس پر توجہ دلائی جائے۔ غرض واقعات پیش آنے سے پہلے مسلمان حکومت کو حالات سے باخبر کریں اور اپنی حفاظت کی تدبیر دریافت کریں۔ اگر کہیں حفظ ماتقدم کی تدابیر کام نہ دیں اور دشمن حملہ آور ہو جائے تو اہم کوشش اور کامل جدوجہد اور اتفاق کے ساتھ قانونی چارہ جوئی کرکے ظالم کو سزا دلانا چاہئے۔ ایسی حالت میں ہندو اور ہندوؤں کے زیر اثر وکلاء سے کام نہ لیا جائے

اور حکام کو واقعات کی اطلاع دینے میں پوری کوشش کی جائے۔ پٹے ہوئے مسلمان گھروں میں چھپ کر نہ بیٹھیں داد خواہی کے لئے حکومت کے دروازہ پر پہنچیں۔

حکومت کا محکمہ تفتیش

حکومت کا محکمہ تفتیش بیشتر ہندو اور مسلمان افراد ہی پر مشتمل ہے اور ہندوؤں کی تعداد ہر صیغہ میں زیادہ ہے اور وہ خواہ کسی صیغہ میں ہوں مذہبی اور قومی جذبات میں دوسرے ہندوؤں سے کچھ کم نہیں۔ ایسی حالت میں جب تفتیش اُن کے ہاتھ میں ہو تو اُنہیں ہمارے نقصان رسانی کے بہت سے موقعے مل سکتے ہیں۔ اس کے لئے مسلمانوں کو ہر مقام پر خواہ وہاں ہندوؤں سے جنگ کا خطرہ ہو یا نہ ہو ایسے افراد کی ایک جماعت بنا لینا چاہئے جس کا چال چلن قابل اعتراض نہ ہو ذی وجاہت ہوں ہمدرد اسلام ہوں ہندوؤں کے قرض وغیرہ کا دباؤ اُن پر نہ ہو جماعت تفتیش کنندہ کے نام سے موسوم ہو اس جماعت کا یہ فرض ہو کہ ہندو مسلمانوں کے ہر معاملہ میں فوراً پہنچے اور تفتیش کے وقت پولیس کے ساتھ رہ کر نگرانی کرے اور اپنے مقدور تک واقعات کی اصل حقیقت دریافت کرنے میں پولیس کو مدد دے اور بہت دانائی کے ساتھ تفتیش کنندوں کے کام پر غور کرے اور اُنہیں غلطی میں مبتلا ہونے سے بچائے اور مظلوم مسلمانوں کو جو عادتاً گھروں میں چھپ بیٹھا کرتے ہیں اور اس خوف سے کہ بدنی اور مالی نقصان اُٹھانے کے بعد ہندوؤں کی چالاکیوں سے رہیں قانون کا شکار بھی بنیں گے وہ چھپتے اور بچتے پھرا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو تسلی دے کر سامنے لائے اور اُن سے اُن کی حالتوں کا اظہار کرائے اور مقدمات میں نہایت خوبی کے ساتھ پیروی کرے۔ یہ انتظام ناگزیر ہے اگر یہ انتظام کر لیا گیا تو ممکن ہے کہ مسلمان ایک حد تک حریفوں کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔ مسلمانو! بیدار ہو اپنے کام خود سنبھالو اپنے آپ کو ہمسایہ قوم کی بیرحمی کے حوالہ نہ کرو خود اپنی حفاظت کی تیاری کرو۔ آخر خواب غفلت تابکے۔

سوراج

آج کل سوراج کی تجویز درپیش ہے اور جس سبز باغ کی طمع میں مسلمانوں نے بہت نقصان اُٹھائے ہیں وہ درحقیقت ہندو راج ہے۔ خدانخواستہ اگر اس تمنا میں ہندو کامیاب ہو گئے تو یہ اسباب ظاہر یہ مسلمانوں کے استیصال کی بنیاد ہے ابھی سوراج نہیں ملا ہے تو ہندوؤں کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے کہ ہمیں جان و مال اور سب سے زیادہ عزیز اور پیارے مذہب کے لالے پڑ رہے ہیں خدا نہ کرے سوراج مل گیا تو پھر ہندو مسلمانوں کو لقمہ ہی کر جائیں گے۔ واقعات نے پردہ کھول دیا ہے اس لئے میں اس ضمنی بحث کو صرف یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ ہم سوراج کو مسلمانوں کے حق میں ایک تباہ کن مصیبت سمجھتے ہیں۔ اب میں مسلمانوں کی معاشرت کے متعلق اجمالی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

معاشرت

ہماری معاشرت اس وقت جیسی خراب ہے اور ہم جس نازک حالت کو پہنچ گئے ہیں وہ ظاہر ہے ہمارے پاس زمینیں نہیں رہی ہیں۔ بود و باش کیلئے جھونپڑے تک بھی نہیں ہیں۔ مسلمان قصبوں اور ضلعوں میں اکثر کرایہ کے مکانوں میں رہتے ہیں اور جو کسی مکان کو اپنا مکان بناتے ہیں وہ مجازاً بناتے ہیں حقیقتاً وہ مکان کسی ہندو کا ہوتا ہے جو ابھی تک ان کے نام سے تو موسوم ہے لیکن قرضہ میں مکفول ہے اور ان کی استطاعت سے باہر ہے کہ اُسے واگذاشت کرا سکیں بہت نادر لوگ ہوں گے جو اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوں۔ ملک میں ہماری ایک مسافر کرایہ دار کی سی حیثیت رہ گئی ہے۔ یہاں کی زمینوں سے ہماری ملک اُٹھ چکی اسی وجہ سے اب ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ان خانہ بدوشوں

کو ملک سے بدر کر دینا چاہئے جو نہ کسی حصۂ زمین کے مالک ہیں۔ نہ معاش کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں اور بظاہر جو حصہ ہائے آبادی ان کے قبضہ میں ہیں قریب قریب اُن کے برابر ہندوؤں کے سودی قرضے بھی ہیں تو اب ملک خالص ہندوؤں کا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان خانہ بدوشوں کو اس ملک میں رہنے دیا جائے ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو تو اب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں اُن کا حصول طولِ امل ہے اگر رات دن کی تگ و دو اور اَن تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش بھی پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آئی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اُس وقت تک قرض کا اتنا بار ہو جاتا ہے جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے پھر ہندوؤں کی اکثریت کے باعث آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں اور اُن کے ساتھ گذارا کرنے کے لئے بمجبوری اُن کی خوشامد اور مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہلِ معاملہ مسلمان اہلکاروں کے عموماً شاکی ملتے ہیں۔ ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے۔ ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہئیں اور حرفتوں کے عیب ہونے کا خیال جو در حقیقت ہندوؤں کی صحبت کا اثر ہے اپنے دماغوں سے نکال ڈالنا چاہئے۔ اعلیٰ اہلِ کار ادنیٰ فروگذاشت پر برخواست ہو کر نانِ شبینہ کا محتاج ہو جاتا ہے اور اُس کی متوسط حیثیت افسر کی ایک گردشِ چشم سے خاک میں مل جاتی ہے پھر وہ عمر بھر شکستہ حال دربدر پھرا کرتا ہے۔ جو لوگ کل تک اُس کی عزت بلکہ خوشامد کرتے تھے وہی اُسے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ اب اُس کی تمام قابلیتیں ہیچ ہیں سندیں بیکار ہیں۔ زندگی وبال ہے۔ اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیونکر ہو سکے۔ خود تباہ اور نسل برباد لیکن اگر وہ پیشہ ور ہوتا ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا۔ نوکری گئی بلا سے

اس کا ذریعہ معاش اُنکے ساتھ ہوتا۔ ہمیں نوکری کا تو خیال ہی چھوڑ دینا چاہئے نوکری کسی قوم کو معراجِ ترقی تک نہیں پہنچا سکتی دستکاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہئے۔ یہ وہ دولت ہے جو نہ دشمن چھین سکتا ہے نہ کہیں رہن یا مکفول ہو سکتی ہے بے منت روزی کا ذریعہ ہے۔ جن قوموں کے ہاتھ میں کوئی حرفت یا پیشہ ہے وہ ان نوکری کرنے والوں سے بدرجہا بہتر زندگی بسر کرتے ہیں۔

دوسرا کام تجارت ہے جس کو ایک نامعلوم مدت سے مسلمانوں نے عیب قرار دے رکھا ہے حریف قوم تجارت ہی کی بدولت صاحبِ ثروت ہو گئی۔ آج ہماری زندگی کے ضروریات انہیں قوموں کے ہاتھ میں ہیں جنہوں نے ہمیں اعلانِ جنگ دے دیا ہے۔ ہر قسم کی تجارت میں وہ دخیل ہیں اور مسلمانوں کی دولتیں روز بروز اُن کے قبضے میں آتی چلی جاتی ہیں۔ ہر بڑی سے بڑی چیز ابتدا میں بہت چھوٹی ہوتی ہے اور وہ بتدریج بڑھتی ہے مسلمان یہ خیال چھوڑ دیں کہ جب تک ہزارہا روپیہ کا سرمایہ نہ ہو تجارت نہ کریں گے تھوڑے سرمایہ سے کام شروع کریں اور مستعدی و نیک نیتی سے کرتے رہیں انشاءاللہ تعالیٰ کچھ عرصہ میں یہ چھوٹا کام ہی بڑھ کر بڑا ہو جائے گا۔ میں اکثر اپنی تحریروں میں تجارت پر زور دیتا ہوں کئی صاحبوں نے میری تحریک سے تجارت شروع کی اُن کا سرمایہ نہایت قلیل تھا مگر اب تھوڑے ہی دنوں میں انہوں نے اپنا کام بہت بڑھا لیا۔ روزانہ کے خرچ اُسی دوکان سے نکلتے ہیں اور دوکان میں بھی زیادہ کرتے جاتے ہیں۔ کچھ پس انداز بھی کر لیتے ہیں۔ جس قدر روپیہ لگایا تھا اُس سے زیادہ مال اس وقت دوکان میں موجود ہے اتنا ہی دوسروں پر قرض ہے اور جو کھایا خرچ کیا وہ اور نقد اس کے علاوہ ہے در حقیقت یہ خیال کہ اگر بڑا سرمایہ نہ ہوگا تو ہمارا کام چل ہی نہ سکے گا تجارت کے اصول سے ناواقفی ہے۔ ہمسایہ قوم کو دیکھئے جو تجارت میں بہت ماہر ہے اور جس کا تجارت پیشہ ہو گیا ہے۔ اُن میں اگر لاکھوں اور کروڑوں کے سرمایہ دار بھی ہیں تو اُن میں وہ بھی ہیں جو زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے کے چنے یا سگریٹ

اور پان لے کر بیچتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی کم حیثیت وہ ہیں جو آلو کی چاٹ کے خوانچے لگاتے ہیں۔ ان کے سرمایہ پر نظر کیجئے اور پھر یہ دیکھئے کہ چاٹ بیچکر یہ اپنے تمام کنبے کی پرورش کرتے ہیں۔ مکان بناتے ہیں۔ شادی بیاہ کرتے ہیں بیماری اور موت کے خرچ اُٹھاتے ہیں۔ قومی اور مذہبی کاموں میں دیتے ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد معقول رقم پیدا کرکے دوکان لے بیٹھتے ہیں۔ ہم کیوں خواب غفلت میں ہیں۔ ہم پر کیا ادبار ہے۔ نوکری کی تلاش میں پریشان حال مارے پھریں۔ عمر گزر جائے مگر تجارت نہ کریں۔ اگر سبزی یا میوے بھی بیچتے تو بسر اوقات کی شکل نکل آتی۔ پان چھالیہ سگریٹ۔ دیا سلائی لے کر بھی بیٹھ جاتے تو کچھ نہ کچھ ہاتھ آتا اور ذلت کے ساتھ دھکے کھانے سے بچتے۔

برادران اسلام تمہارے بزرگ تجارت کرتے تھے۔ تجارت عیب نہ سمجھی جاتی تھی۔ تم تجارت کرو اور ضروریات زندگی کی تجارت کرو کھانے پینے پہننے اور اور ضرورت کی چیزیں کبھی نہیں رکتیں سرمایہ کم ہو تو خوف نہ کرو۔ اللہ پر بھروسہ کرکے کام شروع کردو اور دوسرے مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی تجارت کو ترقی دینے میں مدد کریں۔ اُن کی ہمت افزائی کا خیال رکھیں اُن کی تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کریں۔ سرمایہ دار اصحاب کسی اطمینان کے بعد معمولی نفع تجارتی پر اُس کو روپیہ دیں اگر وہ ضرورت سمجھتا ہو اور تجارت کو روپے کی ضرورت ہو۔ بہتر ہو کہ ہر مسلمان چند مسلمانوں کے مشورہ کے بعد اپنا کام شروع کرے اور مشیر اپنی بہتر رائے سے اُس کی مدد کریں۔ بیکار لوگوں و چھوٹی چھوٹی تجارتیں شروع کرائی جائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے مسلمان اُن سے خریداری کریں۔ سائل جو مختلف صورتوں میں شب و روز آتے رہتے ہیں اُنہیں کو رفق و محبت کے ساتھ تجارت یا حرفت پر آمادہ کیا جائے اور وہ تیار ہو جائیں تو اُن کو سوال سے روکا جائے اور مسلمان خود ان کے لئے ایک معمولی چندہ کریں جو ایسی ادنیٰ رقموں سے جمع کیا جائے جو معمولاً سائلوں اور دریوزہ گروں کو دی جاتی ہیں پھر انہیں اپنی نگرانی میں کوئی کام کرادیا جائے اور نگرانی رکھی جائے اس میں ہر طرح کی صورتیں پیش آئیں گی اور ہر قسم کے

آدمیوں سے واسطہ پڑے گا مگر تحمل و برداشت سے کام کئے جائیں انشاءاللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

نکمے اور بیکار لوگوں کے لئے بھی شغل سوچے جائیں اور ان کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا کام تلاش کرنا چاہیے جو اُن کی معاش کا ذریعہ ہو سکے خواہ وہ مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ یا قبرستان کی خدمت یا نگرانی ہی ہو۔ ہر شخص کو یہ لازم کر لینا چاہئے کہ وہ اپنے کسب سے کچھ نہ کچھ زمین خریدے اور اپنے مسکن حاصل کرنے کے لئے شاق محنت اُٹھائے۔ بلکہ اگر نامناسب نہ ہو تو بجائے دولت و مال۔ تعلیم، سند کے شادی کے وقت یہ دریافت کیا جائے کہ لڑکے نے اپنے کسب و محنت سے کتنی زمین خریدی ہے۔ خواہ باپ نے کیسی کثیر جائیداد چھوڑی ہو مگر لڑکے کو اس وقت تک لائق نہ سمجھنا چاہئے جب تک وہ اپنے زور بازو سے کچھ پیدا نہ کرے ماں باپ خواہ کیسے ہی غنی، دولت مند، جاگیر دار یا تاجر ہوں مگر یہ ضروری سمجھیں کہ پندرہ سال کے بعد لڑکے کو کوئی نہ کوئی معاش کا کام شروع کرادیں۔ اگر وہ تعلیم پاتا ہے تب بھی اُس کے لئے ایسا کام ٹھیکہ یا تجارت تجویز کریں جس میں وقت کم صرف ہو مگر آمدنی پیدا ہو سکے تاکہ بچے اس عمر سے تجارت یا حرفت اور کسب مال کے خوگر، عادی ہو جائیں۔ ہر بچے کے لئے روز پیدائش سے ایک پیسہ یومیہ جمع کیا جائے تو سالانہ [illegible] کے حساب سے پندرہ سال میں چوراسی روپے چھ آنے ہو سکتے ہیں ابتدائی کام شروع کرنے کے لئے یہ رقم کچھ بُری نہیں ہے۔ بہت سی تجارتیں ایسی ہیں جنہیں آدمی تعلیم کے ساتھ جاری رکھ سکتا ہے۔ اُن میں وقت بہت کم صرف ہوتا ہے بچوں کی تجارتوں کی نگرانی والدین رکھیں اور انہیں والدین مدد دیں۔ مسلمانوں کی تجارت مسنون و موجب برکت ہے مگر خدا جانے کیا مصیبت ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان تجارت سے بالکل بیگانہ ہیں۔ اس کے علاوہ ترقی کا دارومدار تجارت پر ہے یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ تجارت ہماری بقا کے لئے بھی ضروری ہے۔ ہماری زندگی کی ضروریات اغیار کے ہاتھ میں ہیں ہمیں اس وجہ سے ہر وقت ان سے دُبنا اور اُن کی ناجائز خوشامد کرنی پڑتی ہے اور

اندیشہ رہتا ہے کہ اگر وہ ہم سے خفا ہو گئے تو ہمارا کھانا پینا بند کر دیں گے چنانچہ کئی جگہ ایسا بھی ہو چکا ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے لین دین ترک کر دیا۔ غلہ اُن کے ہاتھ میں تھا اب بجز بھوکے مرنے کے اور کیا صورت تھی۔ اگر ہمارا بھی اس تجارت میں دخل ہوتا تو وہ ہمیں اس طرح مجبور نہ کر سکتے۔

حیرت ہے کہ زمانہ کے انقلاب مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت نہیں ثابت ہوتے اور کسی مصیبت سے ان کی آنکھ نہیں کھلتی۔

برادرانِ ملت! نوکری اور ملازمت کے خیال چھوڑ کر تجارت پر ٹوٹ پڑو تو دیکھو تھوڑے عرصہ میں تم کیا ہوئے جاتے ہو۔

مصارف

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے مصارف کم کرنے کی شب و روز فکر کرنی چاہئے اس سے یہ مدعا تو نہیں ہے کہ امورِ خیر بند کئے جائیں۔ اس کا تو وہی مشورہ دے گا جسے خیر سے ضد ہو۔ مگر مقصد یہ ہے کہ فضول خرچ سے جو مسلمانوں کی امتیازی خصلت بن گیا ہے۔ بچو۔ اور جہاں تک ممکن ہو کم سے کم خرچ میں کام چلاؤ۔ بے اندازہ خرچ کے سامنے سلطنت بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ خرچ کم کرنے کے لئے جماعتی اثر سے بھی کام لو۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنے اولاد کی شادی کے لئے سودی قرض لے کر دعوت کی ہے اُس کے یہاں شرکت کرو۔ دعوت نہ کھاؤ۔ تاکہ آئندہ پھر دوسرے کو اس کی جرأت نہ ہو۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ شادی اور بیاہ کے موقع پر برادری کے منتخب اشخاص یا اعزہ و اہلِ محلہ سے مشورہ کیا جائے کہ شادی کرنا ہے اُس میں کتنا خرچ کیا جائے وہ اس شخص کی حیثیت اور اولاد اور خرچ کا حال معلوم کر کے اُس کو اتنے خرچ کی اجازت دیں جس کا برداشت کرنا اس کی موجودہ حالت سے دشوار نہ ہو اگر اس سے زیادہ خرچ کرے تو شرکت نہ کریں۔

روز مرہ کے خرچ فکر کر کے گھٹائے جائیں اس میں زیادہ نفع ہے گو بالفعل بچت تھوڑی نظر آئے۔ کھیل تماشے دیکھنا بالکل موقوف کرو۔ ناٹک اور تھیٹر وغیرہ میں جہاں تک معلوم ہو سکا ہے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے زیادہ ہوتی ہے باوجودیکہ ملک میں ہندو مسلمانوں سے سہ چند زیادہ ہیں۔ یہ خصلتیں ہمیں برباد کر رہی ہیں انہیں چھوڑ دو اور غور کر کے ہر فضول اور بے فائدہ کام میں مال ضائع کرنے سے بچو۔ اسراف کی حالت میں آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی تو قرض لینا پڑتا ہے یوں قرض نہیں ملتا تو سود کی مصیبت اختیار کی جاتی ہے۔

سودی قرض

سودی قرض وہ بلا ہے جو لیتے وقت تو مال مفت معلوم ہوتا ہے اور اس روپیہ کو آدمی بڑی بیدردی سے خرچ کرتا ہے۔ لیکن وہ بہت جلد گھر بار نیلام کر کے محتاج بنا دیتا ہے۔ اس کی صدہا نہیں بلکہ کروڑوں نظیریں موجود ہیں۔

مسلمانوں میں فیصد پانچ آدمی مشکل سے ایسے نکلیں گے جنہیں قرض لینے سے احتیاط ہو امیر سے لے کر غریب تک ہر ایک اسی مصیبت میں گرفتار ہے روزانہ کچہریوں میں سود کی ڈگریاں اور قرقیاں نکلتی رہتی ہیں اور مسلمانوں کے مال دشمنوں کے قبضے میں پہنچ کر اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں صرف ہوتے ہیں۔ ہندو ہمارے خون چوس گئے اور ہم سوتے ہی رہے ہر شخص قرض لیتے وقت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ یہ قرض بہت جلد بآسانی اپنی موجودہ آمدنی سے ادا کر دے گا۔ یا یہ وہم بندھ جاتا ہے کہ کوئی غیر معمولی آمدنی عنقریب ہو جائے گی۔ بس فوراً یہ روپیہ ادا کر دیا جائے گا۔ بہت سے لوگ دستِ غیب کے عمل اور کیمیا کے بھروسے جائیداد کھو بیٹھتے ہیں اور روزانہ کے بے شمار تجربوں سے یہ سبق حاصل نہیں کرتے کہ سودی قرض میں یہ نحوست ہے کہ ادا ہی نہیں ہوتا۔ آمدنی کم ہو جاتی ہے اور پھر آدمی اپنا

خرچ پورا کرنے کے لئے سودی قرض لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جو آمدنی پہلے ہی کافی نہ تھی قرض کے بعد کس طرح کافی ہو سکتی ہے۔ آہ ہماری عقل کیا ہوئی جو ہمیں یہ بتاتی کہ جو مصارف آج پورے نہیں ہوتے جن کی وجہ سے قرض لیا جاتا ہے جائیداد نیلام ہونے کے بعد کہاں سے پورے ہوا کریں گے اس وقت جو تدبیر کی جائے گی وہ آج کرلی جائے تو جائیداد بچ رہے اور ہم کل بھیک مانگنے سے تو محفوظ رہیں۔ افسوس ہماری حمیت کہاں جاتی رہی جو قرض خواہوں کے رسواکن تقاضوں اور ڈگریوں اور گرفتاریوں اور نیلاموں کی ذلتوں سے ہمیں بچاتی۔

سود خوار ہر خونی سفاک قاتل سے زیادہ ظالم و بیرحم ہوتا ہے ہندوؤں نے بھی عجیب مزاج پایا جانوروں پر تو بڑا رحم ہے ان کے آگے پیچھے معزز انسانوں کے خون گوارا ہیں چونٹیوں کے بلوں میں شکر ڈالتے پھرتے ہیں مگر انسانوں کو سود کی کند چھری سے نہایت سخت دلی کے ساتھ ذبح کرتے ہیں کہتے تو یہ ہیں کہ یہ سب اہنسا ہے۔ ہمیں کسی کا ستانا گوارا نہیں مگر ان کی بے رحمی کے مقابل قتل کا ظلم کچھ وزن نہیں رکھتا۔ ایک قاتل ایک وار میں اپنے دشمن کو مار دیتا ہے وہ چند منٹ تکلیف اٹھا کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے چند روز اس کے اعزہ غم اور سوگ کر کے خاموش ہو جاتے ہیں قاتل کا غصہ بھی قتل کر کے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور پھر اپنے دل میں انصاف کر کے نادم ہوتا ہے اپنے ظلم کے تصور سے خود بیقرار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور ڈھونڈتا ہے کہ کسی طرح اپنے ظلم کی تلافی کرتا مگر کوئی صورت ایسی اس کے اختیار میں نہیں ہوتی تو اپنی زندگی کے دن اسی رنج و تعب میں نہایت بدمزہ گزارتا ہے اور بعض تو اس تلخ زندگی کو نہ برداشت کر کے خودکشی کر لیتے ہیں۔ بعض خود حاضر ہو کر حکومت کے سامنے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہیں لیکن بے رحم سود خوار کسی کے آرام و راحت کو نہیں دیکھ سکتا۔ ہر دولت مند کی دولت کو تاکتا رہتا ہے اور جب تک اس کا خاتمہ نہیں کر دیتا اسے چین نہیں آتا ہے۔ اس کی تباہی و بربادی اس کے خاندان اور کنبے کی بدحالی ان کی نسلوں

کی ذلت و خواری اس کی عین تمنا ہوتی ہے۔ کل تک جو عزت و ثروت کی زندگی بسر کرتے تھے صاحب خدم و حشم تھے انہیں آج بدن چھپانے کو کپڑا میسر نہیں ان کے مرادوں مانگے ناز پروردہ نور نظر بھوک سے بیدم ہیں جن کے غلام بھی پیادہ نہ چلتے تھے ان کو آج جوتا بھی میسر نہیں۔ مگر سود خوار حریص اس طرح کتنے کنبے تباہ کر کے گھرانے کے گھرانے برباد کرتا ہے اور کبھی اس کو ان کی مصیبت پر رحم نہیں آتا۔ اسلام نے یہ بے رحمانہ خصلت گوارا نہ فرمائی۔ اور سود خواری حرام کر دی جس کی بدولت آدمی حرص میں اندھا ہو کر اپنے معزز و موقر بنی نوع کی ذلت و رسوائی اور دائمی تکلیف و مصیبت کا آرزومند ہو جاتا ہے۔

غرض سود ایک عام مصیبت ہے جس نے ہمیں برباد کر دیا۔ اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ اس طوفان سے نجات حاصل کرنے کی کیا تدبیر ہے۔ بہت سے لیڈروں نے لیکچر دیئے چندے کئے مگر کبھی یہ فکر نہ کی کہ مسلمانوں کو سود کی بلا سے بچانے کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ اب جلد سے جلد ہمیں اس طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔

سود سے کس طرح نجات حاصل کی جائے

(۱) شریعت طاہرہ کے دامنوں میں پناہ لو۔ اس کے احکام کی تعمیل کرو جس میں سود کھانا ظلم بے رحمی اور خونِ ناحق سے زیادہ سنگدلی ہے۔ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے اسی طرح سود دینا بھی اپنے نفس اور اپنے خاندان پر ظلم اور خودکشی کا مرادف ہے اس کو بھی ایسا ہی حرام فرمایا ہے۔ اب تک اگر مسلمان اس حکم کی تعمیل نہ کر کے برباد ہوئے تو اب تو ہوش میں آئیں اور پچھلی بربادیوں کا علاج یہ ہے کہ سود دینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور بھی توبہ کریں کہ آئندہ خواہ کچھ بھی حال ہو مگر سودی قرض نہ لیں گے۔ ہر مصیبت برداشت کریں گے مگر سود کی مصیبت سے بچیں گے۔ تمام مسلمان چھوٹے بڑے امیر غریب سب اس کا عہد کریں اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے اور سودی قرض لے اس سے لین دین میل جول ترک

کر دیں۔ اس پر عمل کیا جائے تو تباہی کا سلسلہ تو ابھی منقطع ہو جائے اور آئندہ کے لئے تو اس مصیبت سے تو اطمینان ہو اور یہ کچھ دشوار نہیں ہے کیونکہ سودی قرض اُسی کو ملتا ہے جو اُس سے زیادہ کی جائیداد مکفول کرتا ہے۔ یا زیور برتن وغیرہ رہن رکھتا ہے تو جو اتنا اثاثہ رکھتا ہو وہ سودی قرض نہ لے کچھ چیز فروخت کر ڈالے اگر ضرورت کے وقت ارزاں بھی فروخت کی تو وہ نقصان جب بھی نہ ہوگا۔ جو سودی طوفان سے ہوتا ہے۔ اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ نام و نمود اور شان و شوکت عیش و عشرت کے لئے جو قرض لیتے ہیں انہیں تو اس سے باز رہنا آسان ہے لیکن جو آسمانی بلاؤں اور ناگہانی اُفتادوں سے مجبور ہو کر لیتے ہیں گو وہ بہت کم ہیں۔ مگر وہ کیا کریں جائداد فوراً فروخت نہیں ہو سکتی اور مصیبت فرصت نہیں دیتی مجبوری قرض لینا پڑتا ہے۔ اُس کا ایک جواب تو میں عرض کر چکا ہوں کہ زیور و جائیداد نکل جانے کے بعد جو کچھ وہ جب کرتے ہیں آج کریں۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے قرض حسن لیں اور اپنا کام چلائیں۔ حاجت پوری ہونے کے بعد بتدریج یا جس طرح سہل ہو اُس قرض کو ادا کر دیں اُن کے احباب اور ملازمان کی مصیبت رفع کرنے میں کافی امداد دیں اور ایک دوسرے کی دستگیری اپنے ذاتی نفع کے لئے اپنا مقصود سمجھیں۔ خود غرضی سے بچیں یہ نہایت بُری خصلت ہے۔

ذخیرۂ قرضِ حسن (یا) اسلامی بیت المال

اب ہم اپنی اصلاح کے لئے مجبور ہیں کہ وقتی اور فوری ضرورت کے لئے کوئی ایسا ذخیرہ تیار رکھیں جو مصیبت کے وقت ہمارے کام آئے اور بقدر ضرورت قرض حسن دے سکے تاکہ ہمیں پھر کسی کافر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اُٹھانی نہ پڑے اس کی چند تدبیریں ہیں۔ ایک یہ کہ ہم ذخیرہ قرض حسن جمع کریں اور اُس کا طریقہ یہ ہے۔

(۱) ہر باکار اور خوش حال شخص جو کسی طرح اپنی بسر اوقات کر لیتا ہے اگر وہ صاحب

اولاد ہے تو اپنی اولاد سے ایک لڑکا زیادہ فرض کرے اور اگر صاحب اولاد نہیں ہے تو فرض کرے کہ اُس کے ایک فرزند ہے اور روزانہ وہ اپنے اس فرضی فرزند کے نام سے حسب حیثیت دو آنے چار آنے پیسہ دو پیسہ جیسی گنجائش ہو ایک مقفل صندوقچہ میں ڈال دیا کرے۔ چاہے مقدار کم ہو مگر ترک نہ ہو ناغہ نہ ہو یہ عمل روزمرّہ جاری رہے مگر صاحبِ اولاد جس قدر اپنی اولاد کا دیتا ہے اُس سے کم اس صندوقچہ میں نہ ڈالے اس طرح اگر ایک قصبہ میں بیس ہزار مسلمان ہیں اور اُن میں بوڑھے بچے بیکار نادار چھوڑ کر کم سے کم چھ ہزار مان لئے جائیں اور فرض کیا جائے کہ ادنیٰ درجہ ایک پیسہ یومیہ اس ذخیرہ کے لئے جمع کرتے ہیں تو قریب چورانوے روپے یومیہ جمع ہونے لگیں اور ایک ماہ میں دو ہزار آٹھ سو بیس اور چھ مہینے میں سولہ ہزار نو سو بیس روپے ایک معمولی قصبہ میں جمع ہو جائیں اور کچھ دشواری ہو نہ بار یہ تو اُس صورت میں ہے جبکہ صرف ایک پیسہ یومیہ فرض کیا جائے اور حسب حیثیت جمع کیا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ہوگا اور یہ مقدار بھی اس قابل ہے کہ فوری اور وقتی مجبوریوں کے لئے مسلمان سودی قرض سے بچ سکیں اگر اس تدبیر پر عمل کیجئے تو آپ چھ مہینے میں اس قابل ہو سکتے ہیں کہ آپ کا کوئی بھائی مہاجن کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لئے مجبور نہ ہو۔

(۲) شادی بیاہ، تقریبات، مہمانوں کے ورود، عیدین، شب برات، محرم اعراس وغیرہ کے موقعوں پر جہاں آپ کو اپنی اولاد یا اعزہ اور مہمانوں کے لئے رُوپیہ خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ حسب حیثیت اس ذخیرہ کو بھی ایک لڑکے یا مہمان کی برابر حصہ دیجئے اور اسی صندوق میں جمع رکھیے۔

(۳) سوداگر اپنی تجارتوں میں، مزدور اپنی مزدوریوں میں، اجیر اپنے کرایہ میں ایک پیسہ روپیہ کے اوسط سے قومی ذخیرہ کے لئے وصول کریں اور امانت داری سے اُس کو ذخیرہ میں جمع کر دیں اور لیتے وقت ہی اُس کو اپنے مال کی قیمت یا مزدوری اور کرایہ کے داموں

سے علیحدہ رکھیں اور اُس کو اپنے تصرف میں لانا سخت خیانت سمجھیں اس طریقہ سے بھی بہت کافی رقم جمع ہوگی۔ جن لوگوں کو یہ روپیہ قرض دیا جائے پہلے تحقیق کرلیا جائے کہ اُنہیں مجبور کرنے والی ضرورت درپیش ہے اور اُس کی اور کوئی سبیل اُن کے پاس نہیں۔ پھر یہ روپیہ ایک پرامیسری رقعہ یا کوئی اور ایسی قانونی تحریر لکھا کر دے دیا جائے جس کی رجسٹری بھی ضروری نہ ہو اور وہ بے سود جائز بھی ٹھہرے۔ اس روپے کی ادا کے لئے وہ طریقہ تجویز کیا جائے جس سے مستقرض بآسانی وہ رقم ادا کرسکے خواہ زیادہ مدت میں وعدہ کے مطابق رقم کی وصولی کی کوشش کی جائے لیکن اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ شخص فی الحال اُس رقم کی ادا کے قابل نہیں ہے یا ادا سے سخت دشواری میں پڑ جائے گا تو اُس کو مزید مہلت دی جائے کیونکہ درحقیقت یہ رقم اپنے بھائیوں کی اعانت ہی کیلئے ہے ہرگاؤں اور ہر محلہ میں وہاں کے باشندوں کی ایک مجلس بنائی جائے جس کا نام انجمن قرض حسن ہو اُس مجلس کے ارکین ایک معتمد شخص کو انتخاب کرکے امین قرار دیں وہ اُس روپے کو اپنے پاس جمع رکھے اور اس کا مکمل حساب اُس کے پاس ہو اور ہر ہفتہ آمد و خرچ سنایا کرے اس کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا جائے تو بہت بہتر۔ جب رقم دو سو روپیہ تک پہنچ جائے تو اُس کو کسی اطمینان کی جائے جمع کردیا جائے اور اگر اہل محلہ کی یہی رائے ہو تو ابتدا ہی سے رقم کسی اطمینان کی جگہ خواہ بنک میں امانت رکھدی جائے مگر اس طریق پر کہ اُس کا وصول کرنا ہر وقت ممکن ہو۔

انجمن قرض حسن کے ممبران کا فرض ہے کہ وہ اس رقم کے جمع کرنے کی کوشش کریں اور ہر شخص سے روزانہ لیا کریں۔ خواہ وصول کا کام مسجد کے مؤذن یا امام صاحب کے سپرد کیا جائے یہ قرض کا سیلاب روکنے کی تدبیریں تھیں کہ جو شخص قرض سے توبہ کریں اور مصارف کم اور ضروریات محدود کرکے بھی وہ کس وجہ سے قرض لینے کے لئے مضطر ہوں اُن کا کام نکال دیا جائے تاکہ آئندہ کے لئے سودی قرض کا سلسلہ بند ہو۔ لیکن جو لوگ

مقروض ہیں اور رات دن سود کا بار اُن پر بڑھتا چلا جاتا ہے وہ کیا کریں۔

ادائے قرض کی تدابیر

(۱) قرض معمولاً دیا ہی جب جاتا ہے جب اُس سے کئی گنی زیادہ قیمت کی جائیداد مکفول کرلی جاتی ہے یا زیور گروی کیا جاتا ہے یا اور کسی چیز سے اطمینان کرلیا جاتا ہے۔ اب ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم فوراً اُس چیز کو فروخت کرکے قرض کی یہ نحوست ہوتی ہے کہ وہ جب تک کل جائیداد فنا نہ ہوجائے ادا کرنا نہیں چاہتا اور باطل امیدوں کے بھروسہ پر قرض کا بار بڑھتا رہتا ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم باہمی تعلقات کے دباؤ سے اپنے بھائیوں پر اثر ڈالیں اور اُنہیں فوراً قرض ادا کر دینے پر مجبور کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہم اُنہیں چھوڑ دیں۔ اُن کے کسی حال میں اُن کے ساتھ شرکت نہ کریں یہاں تک کہ وہ سودی قرض سے سبکدوشی حاصل کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ اس طرح بہت سے قرضوں سے نجات ہوجائے گی۔

(۲) گورنمنٹ سے استدعا کرنا چاہئے اور جو ہمارے نمائندے گورنمنٹ کے ایوان میں رہیں وہ سوال اُٹھائیں کہ کیا سبب ہے جو سود کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی جس کے بعد وہ کبھی نہ بڑھے اور دائرہ کو اُس حد سے آگے ڈگری نہ دی جائے۔ ایک رقم کا سود اُس سے کئی ہزار گنا ہوسکتا ہے اور اس کو قانون نہیں روکتا۔ اسی وجہ سے ہزارہا رئیس اپنی ریاستیں کھو کر ناداری کی ذلت میں گرفتار ہو رہے ہیں اور اُن کی دردناک حالتیں دیکھی نہیں جاتیں۔ شریف اور معزز انسانوں کی یہ تباہی قابل رحم ہے اس لئے گورنمنٹ کو یہ طے کر دینا چاہئے کہ کسی حال میں سود کی ڈگری پچیس فیصدی سے زیادہ نہ دی جائے گی اور جس جائیداد پر قرض کی مقدار اس حد تک پہنچ جائے گی اس کے بعد وہ جائیداد اُس قرض میں نیلام کردی جائے گی یا صاحب جائداد کہیں سے روپیہ ادا کرے خواہ اُس کو یہ یا دوسری کوئی

اور چیز فروخت کرنا پڑے مگر اُس کو پھر دوبارہ سال کے اندر اس جائداد کو دوبارہ مکفول کرنے کی اجازت نہ ہوگی کیا غضب ہے بڑی بڑی شرح سے سود لیا جا رہا ہے اور دلالی رشوتیں اور مقدمات و رجسٹری کے مصارف اس کے علاوہ یہ تو ابتدائی منزل ہوتی ہے اور جب چھ ماہ کے بعد سود اصل میں شامل کر کے اس پر از سرِ نو سود چلایا جاتا ہے۔ اس کی رفتار کا کیا ٹھکانا ہے۔ سو روپے تین روپیہ سیکڑہ کے شرح سے دس سال میں ہزار ہا ہو جاتے ہیں اگر ایک شخص ہزاروں روپے کی جائداد رکھتا ہو اور کسی ضرورت سے فقط سو روپے تین روپے کی شرح سے لے کر دس سال خاموش ہو جائے تو یہ سو روپے اس کی کل جائیداد کو ختم کر دیں گے۔ کیا ستم ہے کیوں اس کے لئے قانون بنانے کی استدعا نہ کی جائے۔

(۳) ایک بیت المال بنایا جائے۔ جس سے مقروض مسلمانوں کا قرض ادا کر کے اُن کی جائداد کو مکفول کر لی جائے اور اُس جائداد سے ایک ایسی قسط مقرر کر کے وہ قرض وصول کر لیا جائے جس کی ادا ناقابلِ برداشت نہ ہو، جو مقروض بیت المال سے روپیہ لیں بیت المال کی جماعت اُن کے مصارف معین کر دے اور جو تخفیف خرچ میں بآسانی نکل سکتی ہو نکال جائے۔

بیت المال۔

بیت المال نہایت ضروری ہے اس بیت المال کے سرمایہ بہم پہنچانے کی چند صورتیں یہ ہیں۔

(۱) ہر مسلمان اپنی سالانہ آمدنی کا اوسط لگا کر سال بھر میں ایک دن کی آمدنی بیت المال کو دیا کرے۔

(۲) ہر صاحبِ زکوٰۃ کو کم از کم اپنی زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ ضرور بیت المال کو دے اس میں یہ روپیہ علیحدہ رکھا جائے اور علما سے اس کے مسائل دریافت کر کے شرعی طور پر صرف کیا جائے۔

(۳) باہمت مسلمانوں سے بیت المال کے لئے چندہ کیا جائے۔

(۴) جن اوقاف کی آمدنی مصارف سے زیادہ ہے یا جہاں ہزار ہا روپیہ پس انداز ہو کر جمع رہتا یا بے محل خرچ کیا جاتا ہے اُن سے وہ روپیہ قرض لے لیا جائے۔ لیکن اوقاف کی حالتیں اور اُن کے احکام مختلف ہیں اس لئے مسئلہ ایک تفصیل چاہتا ہے جو یہ تجاویز منظور ہونے اور اُن کے عمل میں آنے کی امید ہو جانے پر انشاء اللہ تعالیٰ شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا جا سکتا ہے جو اوقاف گورنمنٹ کے انتظام میں ہیں اُن کی آمدنی گورنمنٹ سے اس مقصد کے لئے حاصل کی جائے۔

(۵) والیانِ ریاست سے اس بیت المال کے لئے گرانقدر رقمیں مانگی جائیں۔ اللہ تعالیٰ میسر کرے اور ایک ایسا بیت المال بن جائے تو اُس سے مقروض مسلمانوں کے قرض ادا کرنے کے علاوہ نادار غریب مسلمانوں کو زراعتی یا تجارتی ضرورت کے لئے روپیہ قرض بھی دیا جا سکتا ہے تاکہ وہ ساہوکاروں کے دامِ حرص سے محفوظ رہیں۔

خُطبۂ صدارت

امیرِ ملّت سیّد جماعت علی، محدّث علی پوری قدس سرہٗ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مُراد آباد

۲۰ــــ۲۳، شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ــــ۱۹، مارچ ۱۹۲۵ء

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مراد آباد کے جلسہ تاسیس کے موقع پر اس فی البدیہہ خطبہ میں جو امور بیان کا محور رہے وہ یہ ہیں۔

(۱) مذہب اسلام کی حقانیت کے دلائل۔

(۲) خادم الحرمین سلطنت عثمانیہ کی شکست اور خلافت ترکیہ کا عروج وزوال

(۳) سرزمین حجاز میں فتنہ وہابیت کے مظالم اور بے گناہ مسلمانوں کا قتلِ عام

(۴) نام نہاد اتفاق کی حقیقت اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت۔

(۵) فرقہ ہائے مختلفہ کا ظہور اور اتحاد کے بہروپ میں ان کی فساد انگیزی۔

(۶) اشاعت و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اہل سنت وجماعت کے اکابر کی خدمات

(۷) مسلمانوں کی نکبت وذلت کے فوری اسباب ــــــ اعتقاد میں کمزوری، اعمالِ حسنہ سے بیگانگی اور شعائر اسلام کی خلاف ورزی۔

(۸) رسومات بد کی اصلاح کا طریق کار۔

(۹) معاشرتی ترقی کے اطوار ــــــ علما کی عزت، دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم، دیگر اقوام کے دوش بدوش چلنے کے لئے ملازمت وتجارت۔

اس خطبہ کی سادگی اور تاثیر فی النفوس کی کیفیت مسلمانوں کو مدتوں یاد رہے گی۔ آئندہ صفحات پر خطبہ[1] کا وہ عکس دیا جارہا ہے، جو کتاب "سیرتِ امیر ملّت" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء (مرتبہ پروفیسر طاہر فاروقی و سید اختر حسین) کے صفحات ۶۰۰ تا ۶۳۲ کی زینت بنا ہے۔

---

[1] مذکورہ خطبہ "ملفوظاتِ امیر الملّت" از سید منور حسین شاہ (صفحات ۱۷۶ تا ۲۰۳) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

خطبہ صدارت سُنّی کانفرنس مراد آباد

کل ہند سُنّی کانفرنس (جمعیۃ العلمائے ہند) کا اجلاس حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی صدارت میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (یوپی) میں منعقد ہوا تھا۔ حضور نے فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ● اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ فَمَنْ یَّهْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ●

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ● سب تعریفیں اللہ کے لیے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور برے اعمال سے۔ پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لئے وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لئے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں ●

اما بعد خالق ارض و سما مالک ہر دوسرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو بحکم آیت شریفہ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ خلعت اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفت اسرار و حقائق کی مقدس امانت اس کے سینے میں ودیعت کرکے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو اس کا تابع فرمان بنایا۔

[illegible]

(۱) مذہب اسلام کی حقانیت کے دلائل۔

[illegible]

اور لاتعداد درود وسلام بروح پرفتوح طاہر مطہر منور مقدس سرور کائنات مفخر موجودات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم دائماً ابداً کثیراً کثیرا جس آفتاب ہدایت کے صدقے تمام اہلِ ایمان کو نورِ ایمان نصیب ہوا۔

انسان پر خداوند عمیم الاحسان کے اس قدر انعام واحسان ہیں کہ ان کا شکر بجا لانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ترجمہ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے) نص صریح اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم وعقل وعمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔

فضلِ خدائے را کہ تواند شمار کرد
یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام، الطاف ونوازش اپنے بندوں پر بے مثال وبے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طوق سے ہمیں مزین وممیز فرما کر یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نورِ ایمان وایقان سے ہمارے دل ودیدہ کو منور فرمایا۔ انسانِ عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر سر بمو زبان بن کر اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام وصوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشان عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کر دی اور اس خدمت کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا۔ اور جو کام کیا خالصاً لوجہ اللہ کرتا رہا مخلوق خدا کی خدمت ان کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوند عالم کی خوشنودی کے لئے کی کیونکہ

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

اس مالک خلق ہر دوسرا کا بے حد شکر ہے کہ اس نے فقیر کو اپنے کمال لطف وعنایت سے علمائے کرام، وارثان حضرت سرکار کائنات کی مقدس مجلس میں اس خدمت جلیلہ کے لئے

سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوند کریم نے اس فقیر کو عطا کی، اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا، اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

ع شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

اراکین آل انڈیا سنی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انھوں نے اس فقیر کو اس منصب جلیلہ کے لئے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزت افزائی کے لئے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور مرہونِ منت ہے۔

مذہب اسلام

حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوند دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے جس پر اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (ترجمہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمان عالی شان وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (ترجمہ۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (ترجمہ۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا) آیۂ پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یہ وہ طیب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوند عالم خود ذمہ دار ہے۔ آیۂ شریفہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (ترجمہ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔) اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ آیت مبارکہ ہے، قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ترجمہ۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھیگا اور تمہارے گنا

بخش دیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ سبحان اللہ! کیا کیا برکتیں صاحب دل اہل بصیرت احباب کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔

ارباب علم پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا اور اس کی اشاعت میں مخالفت کی، یا اس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالےٰ نے انھی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انھی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا۔ یہی وہ الٰہی مذہب ہے جس کے لیے قرآن پاک میں حکم ہے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔ (ترجمہ۔ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کافر برا مانیں۔) ۵

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

حضرات! آج سے پیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندین اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا۔ مگر خداوند عالم کے محبوب کا مقبول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تا قیامت قائم رہے گا۔ زمانہ گذشتہ میں بے شمار مصائب اہل اسلام پر آئے، مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہل اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیئے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آموجود ہوتی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوتی کہ دوسری آدباتی ہے۔ الغرض مسلمان فِی زَمَانِنَا ہر طرح سے ہدف ناوک مصائب و آلام اور نشانہ تیرِ رنج و بلا بنے ہوئے ہیں۔

حضرات! حالات زمانۂ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے روبرو مفصل بیان کرنا سوائے تضییع اوقات کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مگر فقیر مجملاً چند ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا، جن سے ہماری جماعت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے۔

حقانیت اسلام

حضرات! دنیا میں جو سب سے سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لئے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت الامر بات یہی ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصوّر کرتا ہے، اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یوں سمجھئے کہ

ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ سوائے ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے، باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیال خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہل مذاہب سے اگر در پردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو اہل اسلام کا ہے۔ کیونکہ جو جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہب اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) فقیر کو اس پر ایک پرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہالرائڈ صاحب لاہور میں ڈائرکٹر محکمہ تعلیمات پنجاب تھے۔ انھوں نے اپنے ایک رشتہ دار شیخ عزیز الدین سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کئے۔ مگر ہالرائڈ صاحب نے کہا "آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں۔ جو سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صدہا ممبران پارلیمنٹ کامل غور و خوض اور بڑے تفکر و تدبر کے بعد مدتوں میں اپنے ملک کے لئے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہوئے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا

کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں جس کے باعث پارلیمنٹ کو لاچار یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے دانشمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا۔ مگر تمھارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امی محض تھے، عرب کے ریگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گذر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لئے بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

(۲) بنگلور میں ایک دن کاؤنٹیس بیٹری ایکسپ فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو مسلمانوں کا ہے۔" فقیر نے کہا کہ "تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہو گئیں۔" اس نے دریافت کیا کہ "شاہ صاحب وہ کس طرح۔" فقیر نے جواب دیا "اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اول دل سے یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کرو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی۔" میم صاحبہ نے کہا کہ "اگر میں مسلمان ہو تو میرا صاحب کیا کرے گا۔" فقیر نے کہا کہ "صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا۔ تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی۔" نیز فقیر نے کہا کہ "تم پھر کسی وقت غسل کرکے اور پاک کپڑے پہن کر آنا تو فقیر تمھیں کچھ بتائے گا۔" اس نے کہا "میں اب بھی غسل کرکے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوئی ہوں۔" فقیر نے اسی وقت اس کو کلمہ شریف کی تلقین کرکے داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اسی وقت سے ایسی پکی مسلمان بنی کہ اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور تمام ارکان اسلام کی پابند اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اس کے شوہر نے بھی مذہبِ اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو دو سال تک آریہ لوگ ورغلاتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ تبلیغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لکھوکھا روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس بنگلور ہی لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی، اور وہی الفاظ دہرائے جو میم صاحبہ نے کہے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی کلمہ شریف پڑھا کر حلقۂ ذکر میں

بٹھایا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا بیخود ہوا کہ تین گھنٹے تک بیہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان بہادر سیٹھ حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک ڈاکٹر ہمراہ لے کر آئے۔ اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا کر کہنے لگے "اگر تم اس کو اس وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمھیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں۔" بھلا وہ کیسے اس وقت اس کو ہوش میں لا سکتا تھا۔ ع:

"یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے" سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ "نہایت افسوس کی بات ہے کہ تم بھنگ، دھتورہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو۔ مگر خدا کے نام میں تاثیر کو نہیں مانتے۔" وہ سخت شرمندہ ہوا۔

(۳) شام کے وقت اور بالعموم نماز مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجدوں کے دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہل ہنود کی بیسیوں عورتیں اپنے بیمار بچوں کو گود میں لئے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت مسلمانوں کے جوتے اتارنے کی جگہ کی خاک لیکر اپنے خوبصورت ننھے بچوں کے منہ پر ملتی ہیں اور یہ یقین رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

(۴) اور سنیئے۔ انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ اور بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیئے۔ ایک مولوی صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اس نے کہا ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف ہندوستان میں ہوں سب حاصل کرکے انہیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا "تو دیوانہ ہے۔ ہمارا قرآن شریف ان کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دس دس سال کے بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم اگر لکھوکھا قرآن شریف سمندر میں غرق کر دو، تو بھی ہمارے قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھوکھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں۔"

کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اول سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بارہا اس کی صداقت

کا تجربہ کر چکا ہے۔ نمازِ تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بیخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔

قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو۔ رکوع پانچ سو چالیس۔ سورتیں ایک سو چودہ۔ آیات چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب کے اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی مذہب والا اپنی کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سنا سکتا ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔

(۵) جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی جو انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو توارات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھا لیا، بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھا لیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

(۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان، خصوصاً بھارت ورش میں سنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھر بھی نہیں ہے، جہاں شاستری زبان بولی جاتی ہو۔ بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نظر آئیں گے۔ اگر کوئی کتاب تمام دُنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔

(۷) کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہلِ ہنود کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں۔ اس وقت کون قومیں آباد تھیں۔ اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

(۸) قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں نہ ہیں کہ انسان کے احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔

گرشتے نمونہ از خروارے، فقیر دو تین آپ کے رُوبرو بیان کرتا ہے۔

(الف) تیز سے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا، اور وہ ایسی کُند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔

(ب) کسی شخص کو اگر باؤلے کُتّے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گیلی مٹی پر دم کرکے اس شخص کے بدن پر ملے گا، تو اس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا، اسی رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤلے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور سگ گزیدہ فضلِ الٰہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا۔

(ج) تین ماہ کا عرصہ ہوا فقیر ریاست رام پور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ "میری عورت کو سات دن سے دردِ زہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دائیاں عاجز آگئے ہیں۔ نہ وہ مرتی ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اسے لاعلاج بتا دیا ہے۔" فقیر نے اپنے پاس سے تین کھجوریں لے کر، ان پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر، دم کرکے اس کو دیں۔ اس کی فقیر کو اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارکباد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا۔ محض کلامِ الٰہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

(د) کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورۃ پڑھ کر دم کر دے گا۔ وہ مفقود الخبر بچہ اگر خدائے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آجائے گا۔ صدہا مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حالاتِ حاضرہ

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یورپ کی آتش نے سلطنتِ عثمانیہ کو جو اس وقت حرمین الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے آگھیرا۔ کئی سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفۂ اسلام یورپی دُوَل کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالکِ اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کماری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک، ایک شور برپا ہو گیا کہ دُوَلِ یورپ نے اسلام اور خلافتِ اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ چونکہ خلافت اہلِ اسلام

ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھوکھا روپیہ اس مقصد کے لئے فراہم کیا گیا۔ سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں۔ لکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ و زاری، الحاح و تضرع سے بارگاہِ رب العزت میں التجائیں اور دُعائیں کی گئیں۔ غیرتِ مولیٰ کریم جوش میں آئی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُوَلِ یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفۂ اسلام اور مقامِ خلافت کے رہا کرانے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالمِ اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا اور دوسری طرف ترکانِ احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفۂ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

اربابِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انہی ترکوں کے آباؤ اجداد نے جب خلافتِ عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بُت پرست تھے۔ نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرّا تھے۔ اوّل درجہ کے ظالم اور سفّاک تھے۔ انھوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو چن چن کر قتل کرایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرت جوش میں آئی تو کیا ہوا؟ ترک دو صوفیائے کرام خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اُتارنے کے لئے دربار میں لائے۔ ان کو سخت عذاب دیا گیا۔ مگر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی رحمۃٌ للعالمینی کی شان میں جلوہ گر تھے، اس لئے ان کے نورِ باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکوموں کے سچے مذہب نے بُت پرست حاکموں کو ایسا مسحور و مسخّر کیا کہ ان کو سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔ سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے۔ کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نورِ خداوندی کو بجھانے کے لئے جا رہے

تھے، مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شہید خنجرِ تسلیم ہو گئے۔ اور اسلام کی وہ وہ خدمات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہیں۔

اسی طرح انہی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصّہ فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادمِ خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل و کرم سے نظیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہلِ اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دُور کرے گا۔

شہر خالیست زعشاق مگر از طرفے
مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

فتنۂ ارتداد

ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہلِ ہنود کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگھٹن کی بنیاد رکھی۔ جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ پرستارانِ توحید اور غلامانِ اسلام کو جادۂ حق سے منحرف کر کے ان کو شدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشانِ اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے۔

ہر بلائے کز آسمان آید
خانۂ انوری ہمی جوید

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لالہ منشی رام صاحب سابق مینجر گروکل کانگڑی نے جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، آگرہ میں ایک مرکز قائم کیا۔ اور مسلمان ملکانوں کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لئے بہت سے پرچارک مقرر کئے۔ روپیہ کا لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کئے۔ ملکانوں کو ہندو بنانے کے لئے لکھوکھا روپے جمع کئے گئے جس میں اہلِ ہنود کے تمام طبقوں نے، راجے سے لیکر دہقان گنوار تک نے، حصّہ لیا۔

جو دُکھ غریب مسلمان ملکانوں کو دیا گیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ کسی کو طمع زر سے منحرف کرنے کی کوشش کی گئی کسی پر ناجائز دباؤ اور رعب ڈالا گیا۔ کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے، علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہلِ درد اہلِ اسلام

نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنۂ ارتداد کے سدِ باب کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور سرگرمی سے شدھی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکانوں کو غیر مذہب والوں کی چالاکی اور عیاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلام کے اصولوں کی حقانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرس مقرر کئے گئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے۔ اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکان اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمد للہ! کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ اس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا۔ اور جو کام کر دکھایا۔ وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور صفحۂ روزگار پر تا ابد درخشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں، دو عدد علاقۂ جموں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۴۴ مدارس علاقہ آگرہ، متھرا، دہلی، ایٹہ، بلند شہر، گڑگانواں، علی گڑھ، فرخ آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو ان کے اس کام میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور سال گزشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس چلے گئے تھے اور اپنی غلطی پر نادم تھے۔ مگر حضرات! اہل اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضل الٰہی پر منحصر تھی۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لئے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر جو بحکم قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (ترجمہ۔ فرمائیے کہ حق آیا اور باطل ختم ہو گیا۔) ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے، پھول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے متھرا

میں دیانند کی، جو آریہ مت کا بانی تھا، سو سالہ یاد میں ایک جلسہ کیا تھا، ہندوستان کے ہر گوشے سے اہل ہنود کے لیڈر وہاں جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے، اور مسلمانوں کو ان کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہ کرنے کے لئے کئی پوشیدہ اور ظاہر کمیٹیاں لگ گئیں۔ اسی مطلب کے لئے لکھو کھا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلفیہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جادۂ مستقیم سے پھسلا کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روپی کا لالچ، لڑکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لئے ہر مسلمان کو آئندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ اپنے مذہبی اصولوں سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی چاہئے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اپنے بچوں کو اصول اسلام اور حقانیت اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہئے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندین اسلام کی مدافعت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار ’تنظیم‘ امرتسر اور اخبار ’زمیندار‘ میں اور ان سے قبل اخبار ’ملاپ‘ میں ایک طویل مضمون لالہ ہر دیال ایم اے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہر دیال نے اسلام اور اشاعت اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پٹی نے اسے اندھا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ :-

" اہل ہنود کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہل ہنود کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سوراجیہ حاصل کر لو۔ اور بھارت ورش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شدھ کر لو۔ یعنی تمام غیر مذاہب کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پہلے سوراجیہ حاصل کر لو۔ یہ سوراجیہ ریاست بھاولپور یا نظام حیدرآباد کا سا نہ ہو بلکہ کامل آزاد اور با اختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قائم کر کے ہر سلطنت کے رعب، جاہ و حشم کی تخویف، اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو۔"

یَا لَلْعَجَب! بڑی دُور کی سوجھی حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلاوطن ہو، اس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور ان کے مقدس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو بنا لیا جائے۔ اِدھر ناعاقبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مآل و انجام سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جا رہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی تگ و دو میں وہ کس قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانہ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پروا نہ فردا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبت اسلام بھر دے۔ ان کو فکر فردا میں لگا دے۔ ان کو دینی و دُنیاوی ضرورتوں سے آگاہ کر دے۔ اور پکا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بمبئی سے واپس آرہا تھا تو حکیم اجمل خان صاحب فقیر کو ملے۔ تو فقیر نے ان سے کہا کہ "لاہور میں جمعیۃ العلماء نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہ مولویوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو بجبر مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمان ہند کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان سے ہمدردی ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب مسلمانوں کو راہِ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈر ان ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزولیوشن پاس نہیں کرتے؟"

اہلِ ہنود کا اتفاق اور یگانگت اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ وہ ایک کام کرنے کے لیے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعات ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پر پہلے دستِ ظلم و تعدی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار بندوق کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا نظام و اتحاد نہایت مستحکم ہے، اس لیے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، چور وغیرہ بنا کر ان کا چالان کرا کے سزائیں دلواتے ہیں۔ اہلِ ہنود صاحبِ زر ہیں۔ ان کے حکام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں ان کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اپنے زر، زور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پروری نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ اُلٹا غریب اور بیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی سے مجرم

بنانے اور سزائیں دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سال گزشتہ کے واقعات سہارنپور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شہادت ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انھوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہلِ ہنود کی نعشوں کو کاندھا دیا۔ ان کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعار ذبیحہ گاؤ کو ناجائز تک کہنا شروع کر دیا۔ بلکہ تمام مسلمانانِ ہند نے بعض اہلِ ہنود کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گائے قربان نہیں کی۔ اِدھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو راہِ ہدایت سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لیے سرتاپا کوشش کر رہے ہیں۔

اوّل تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹتے اور مقتول ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈرانِ قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کے لیے کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھیے کہ کنکھل وغیرہ میں اہلِ ہنود نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کیے۔ حد یہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہلِ ہنود کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر صاحبان مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور، بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لیے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام چراغِ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ تاقیامت روشن رہے گا۔ ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد   کسے کو تف زند ریشش بسوزد

اب اہلِ اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گزشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل

کریں۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنک کھائے، تجشش نفی کرائے۔

ہر چہ آزمودم ازو سے نبود سودم　　مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ لَهُ النَّدَامَه
(ترجمہ۔ جس نے تجربہ کردہ کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب میں ہے، کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعارِ اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق وہ ن جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہوئی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لاحاصل ہے۔

بمصداق

بابداں بد باش و با نیکاں نکو　　جائے گل گل باش و جائے خار خار

اور

نکوئی بابداں کردن چنانست　　کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

ہمارا اولین فرض ہونا چاہیے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیاریوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ داں اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ان سے پیشتر ان کے پیر بھائی حضرت سید حسن زنجانیؒ لاہور میں رونق افروز تھے۔ ان کا بھی اہلِ ہنود نے سخت مقابلہ کیا۔ ان کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں مگر حضرت داتا صاحبؒ کے باطن میں نورِ نبوت سے نورِ ولایت موجود تھا۔ اس نور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کامیاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چراغوں کو بجھا دیا۔ اور حق باطل پر غالب آگیا۔ ازاں بعد حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین

چشتی اجمیریؒ تشریف لائے۔ اور پرتھی راج سے مقابلہ ہوا۔ حضور کے الفاظ مبارک کی خداوندِ عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرتھی راج کو کہا کہ "ما ترا زندہ بہ مسلماناں سپردیم" خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرتھی راج زندہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور قتل ہوا۔

خدا کے پاک اور مقبول بندے اہلِ اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لئے کہہ دیں گے تو انشاء اللہ العزیز خداوند کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ سال ہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا برا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بد انتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟

برادرانِ اسلام! ادھر تو مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنۂ ارتداد کا سدِ باب کرنے میں مصروف تھے، ادھر ناگاہ ان کے زخمی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاری زخم لگا یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال شرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لئے امن کی ضمانت خداوند کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (ترجمہ۔ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہوا۔) ہزاروں بے گناہ بندگانِ خدا اور غلامانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، نجدیوں نے معصوم بچوں، بوڑھوں، اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال یہ تصور سمجھا جا سکتا ہے کہ انھوں نے حکومت کے خلاف کوئی کام کیا ہو اور اطاعت نہ کی ہو۔ مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟

گنہ بود مرد ستمگارہ را　　چہ تاواں زن و طفل بے چارہ را!

خدا کی شان! وہ سرزمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور

جہاں تک مارنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامان سرکار دوعالم ﷺ کو ذبح کریں، ان کے اس فعل شنیع و ناشروع کو کچھ لوگ استحسان کی نظر سے دیکھیں۔ اور مبارکباد کے تار دیویں۔ گویا حرم شریف کی بے حرمتی اور شعائر اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے۔ افسوس صد افسوس!! اگر خداوند عالم پر پورا بھروسا رکھنا چاہیئے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اس کا اپنا گھر ہے۔ اس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا چاہیئے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا!!!

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند   چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

اتفاق واتحاد

تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو!

سرکنم نالہ اگر تاب شنیدن داری   سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

برادرانِ ملت! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے "اتفاق باہمی اتحاد" کی آواز آتی ہے ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخ عالم شاہد ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین و معاندین اسلام کے ساتھ سلوک کیا کس عالی ہمتی سے ان کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے ان کو اسلام میں لانے کا حکم نہ تھا۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ (ترجمہ۔ کوئی زبردستی نہیں دین میں) اور لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (ترجمہ۔ تمہیں تمہارا دین، مجھے میرا دین) آیات پاک اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلا" آگیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور افترا ہے۔

حضرات! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول و عرض میں آباد ہے، اس کے ساتھ اتفاق و اتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانانِ ہند کو ہوا وہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ ان سے بہتری کی اُمید رکھنی یا دوستی و اتفاق کی امید رکھنی صریحاً ارشاد باری کے خلاف ہے۔ اب ان مدعیان و حامیانِ اسلام کا حال سنیئے۔ جو در اصل خود تو ارکان اسلام اور سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کو جو جادۂ مستقیم اور دین قیم اور سنت مصطفویؐ پر قائم ہیں، ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیئے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکان اسلام سے ناواقف اور نا آشنا

ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلام سرکار مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لیے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فَاتَّبِعُوْنِیْ کی صفت سے بالکل مبرا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نااتفاقی کا الزام لگاتے ہیں جو بالکل خلاف واقعہ ہے۔ ہم اہل سنت والجماعت کی آبادی تمام ممالک اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہوگی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہوں گے۔ جن میں بمشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنت والجماعت ہیں۔ جو بالضرور اتفاق و اتحاد پر قائم ہیں۔

اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیر میاں مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پہ ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا۔ جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا نچوڑ معاذ اللہ خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

برادران! آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے۔ مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔ (اوّل) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم و علم بلاواسطہ خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ (دوئم) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ اور اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعووں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (سوم) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(چہارم) استھانی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ استھانی کسی اولاد کو محروم الارث نہیں کرتا۔ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے۔ اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لئے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنت والجماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی حضور سرکار دو عالم کی غلامی کو چھوڑ کے اوروں کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے!! نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعت ناجیہ کو خود انھوں نے چھوڑا۔ بموجب فتوائے اہل سنت والجماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انھوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انھوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٹی ہماری!!

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا　　کیا طریقہ ہے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہل حدیث پکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہل ایمان اور اہل اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبدالوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابل بیان ہیں۔ وہابیان ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج نبوت اور مقامات رسالت محمدی کے منکر ہیں۔ اور حضور کی شان مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جس کو حضور سے

محبت نہیں۔ جسے حضور کی غلامی کا فخر نہیں۔ اس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضور کی ہوگی اتنا ہی زیادہ ایمان ہوگا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا۔ بے ادبی اور گستاخی کرے گا۔ وہ ایمان سے دور ہوگا۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد　　بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہم تو ان بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملانے کے لئے، ان سے اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے، تیار ہیں، بشرطیکہ وہ راہ راست پر واپس آجائیں۔ قصور وار خطا کار تو وہ خود ہیں۔ طوق غلامی محبوب کبریا کو انھوں نے گلے سے اتارا ہے۔ ارباب محبت اور صاحب دلوں کی صحبت کو انھوں نے ترک کیا ہے۔ حبیب رب العالمین کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر ان سے کسی مومن، صاحب ایمان، غلام سرور دو جہاں کا کوئی تعلق ہو تو کس طرح سے۔

اس کو ارباب محبت بھی کروں میں کیا شمار　　آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں

نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضور سرور کائنات مفخر موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں، اور بزرگان دین کو گالیاں دیں، ہم ان کی یاوہ گوئی بھی سنیں اور پھر ان سے سلوک محبت و اخوت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے۔!! لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا غَیْرَۃَ لَہٗ۔ (ترجمہ۔ جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔)

ایمان والوں کے لئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں۔ آیت شریفہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (ترجمہ۔ یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔) اور حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (ترجمہ۔ تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کیلئے اس کی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔) جب اصول ایمان یہ ہوا تو جو بے دین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرے بزرگان

دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اس سے ہمارا کیا تعلق !!

مرزائی ہوں یا وہابی، چکڑالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ اور الزام الٹا ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم ان سے اتفاق کیوں نہیں کرتے ۔ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد! کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو، جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اس سے علیحدگی اختیار کرو؟۔ کیا یہ قرآن پاک کا حکم نہیں ہے کہ جب تم کسی نے ملو، جو ہماری آیات کی نسبت بیہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو۔؟ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (ترجمہ) یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔) انھی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے کہ قرآن مجید ان کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہوگا۔"

ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں، اور ہر وقت کہتے ہیں کہ ہم کو کسی سے کوئی پرخاش نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم سے جدا ہو کر چاہِ ضلالت میں جا گرنے والے، گمراہی کے بادیہ کے سرگرداں، آج پھر واپس آ جائیں تو ہم ان کو گلے لگانے کے لئے تیار اور ان کی خدمت کے لئے کمربستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض ان سے نہیں ہوگا۔

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم   کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن

اتفاق و اتحاد کا راگ گانے والوں سے کہہ دینا چاہیئے کہ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرورِ کون و مکان محبوبِ انس و جان روحی فداہٗ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہوگا۔" (حدیث شریف) لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔" (ترجمہ: میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی) وہ ذرا چشمِ بصیرت سے بنظرِ غور دیکھیں اور سوچیں کہ امت کے سوادِ اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سوادِ اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخلِ دوزخ ہوگا۔ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ (ترجمہ) تم بڑی جماعت کی

تابعداری کرو۔ پس جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا ہوا۔)

حضرات! فقیر نے اوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں۔ فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں وہابی۔ مرزائی۔ چکڑالوی۔ بابی۔ بہائی وغیرہ پیدا ہوئے۔ چکڑالویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ان کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکڑالوی کسی سنت و حدیثِ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنے اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ڈنکا پیٹنے والے بتائیں کہ ان سے اتفاق و اتحاد عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرورِ دو عالم کے غلام ہیں۔ نہ ان سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں۔ اور نہ ان کے اعمال و افعال مطابقِ سنت ہیں۔

ان کے علاوہ دو گروہ اور قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور تبرا کرنا اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ خارجی اہلِ بیت کو تبرا کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے جس میں گالیاں دینا اور دوسروں کو برا بھلا کہنا جائز اور جزو ایمان خیال کیا جائے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؟ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جدا ہو جانیوالوں سے۔ سبحان اللہ! ان سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی ان سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیں۔ معاذ اللہ۔ خداوند کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نورِ بصیرت، عقلِ سلیم، ایمانِ کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد و اتفاق عمل ہو سکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیسا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا۔ اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔

صحبتِ ناجنس گر جاں بخشدت خوش دل مباش

آب را دیدی کہ ماہی را بدام افگند و رفت

وصلے کہ درد و ملال باشد
ہجراں بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا۔ اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا سب اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکڑالوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ نااتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنت والجماعت ہیں۔ یا وہ جنھوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے۔ اور جادۂ مستقیم اور سنت نبویؐ سے پھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نااتفاقی پیدا کرتے ہیں محض تہمت اور بہتان عظیم ہے۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں۔ اور غلامی سرکار دو عالمؐ حاصل کر کے ہر دو جہان میں سرخروئی حاصل کریں۔ تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔!!

آریہ سماجی اخبار ملاپ لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ "اس کی سعی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔" گو یہ تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوند کریم مجیب الدعوات کی بارگاہ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، مہدوی وغیرہ اپنے عقاید باطلہ سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقاید کی جانب رجوع کریں۔ اور اہل سنت والجماعت کا سواد اعظم بن جائیں۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (ترجمہ۔ اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور باہمی تفرقہ نہ کرو۔) ہم ان کو دل وجان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار

ہیں۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔

کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنت والجماعت میں سے کسی شخص نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم میں سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو واپس لانے اور اپنے میں ضم کرنے کے لئے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قایم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقاید باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مل جائیں۔

آپ نے غالباً رسالہ تشحیذ الاذہان (جس کو اہل اسلام تخریب الایمان کہتے ہیں) دیکھا ہوگا۔ یہ رسالہ مرزا محمود قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اس طرح اس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ اس لئے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہل سنت والجماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ ان کے لئے تو واقعی وہی سزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی۔ جو شریعت حقہ کے مطابق ہے۔ جمعیۃ العلمائے ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخ عام اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہل سنت والجماعت کے پاک اور مقبول بندگان خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہوا ان کی سعی اور انھی کے یمن و برکت سے ہوا۔ جس طرف ان غلامان سرکار مدنیؐ نے رخ کیا فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے۔ اور کیوں ایسا نہ ہوتا؟ وہ اپنی خواہشات کو اتباع سنت اور محبت رسولؐ میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتاً لوجہ اللہ کرتے تھے۔ نمود و نمائش، ریا و آلائش کا شائبہ تک ان کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ ان کو خداوند کریم کی طرف سے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج ان کا ایمان، ان کی سعی و ہمت، ان کا استقلال و ارادہ، ان کا عزم و جزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ شاہد ہے۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا

تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (ترجمہ۔ اور سستی نہ کرو اور غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایمان والے ہو۔) خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (ترجمہ۔ تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے۔) جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلےٰ ہے، کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے۔ غور کیجئے تو نظر آئے گا کہ

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست   ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

سوچیے کہ ایسے پاک اور مقدس مواعید کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مغلوک الحالی، بے عزتی، مصائب و آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ حضور کے بعد اصحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انھوں نے جدھر کا رخ کیا تمام عالم کو مسخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔ بڑے بڑے باجبروت بادشاہ مسلمانوں کے نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل التعداد غلاموں اور متبعان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہور و مردانگی، عالی ہمتی، دریا دلی، فیاضی، حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکہ بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں، مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کر دیں۔ ان کے اموال و املاک کو تاراج کیا۔ ان کے علم کی دولت ان سے چھین لی گئی۔ ان کی عزت جاتی رہی۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

ان تمام خرابیوں، بے عزتیوں، ذلت و ادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اس پر کاربند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پرجوش صاحب ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نور ایمان و ایقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبت رسول اور اتباع سنت، جو ہمیں فَاتَّبِعُوْنِیْ کے درجہ میں لا کر شان محبوبیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے ؟

حضرات! خداوند کریم جو دونوں جہان کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبت اور نور ایمان کو پرکھیں۔ اگر ہم میں وہی محبت ہو جو صحابہ کرام رض، تابعین رح، تبع تابعین رح یا مشائخ عظام اور صوفیائے کرام میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان، جو تمام عالم سے اعلےٰ و ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں نہ محبت رسول ہو، نہ اتباع سنت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف "بدنام کنندۂ نکو نامے چند" کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں اور ہم ارکان اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکر خدا کے نور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراج مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعائر اسلام کی پروا نہیں کرتے، تو پھر

جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب!   کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

یاد رکھو خداوند کریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں کے اہل نہیں ہیں۔

عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر   تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

دیکھو تو خداوند کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝

(ترجمہ۔ اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہیگا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اُٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا فرمائیگا یُوں ہی تیرے پاس آیتیں آئی تھیں تو نے اُنھیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔)

عزیزان و برادران! قرآن پاک وہ کتاب ہے، جس کا ہر حکم اہلِ ایمان کے لئے موجب ازدیادِ ایمان ہے جس کے ایک حرف کا بھی انکار مسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ کو جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدون اسلامی طریقے کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی، مسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعائرِ اسلام کی خلاف ورزی کی، ان کے اعتقادات صحیح نہ رہے، ان کے اعمال و افعال غلط ہیں، اور ان کے اعتقادات کے ہمراہ نورِ یقین کی تائید نہیں رہی، نیز بزرگانِ دین اور مشائخ عظام سے، جو نورِ ایمان اور نورِ یقین کا سرچشمہ ہیں، انھوں نے منہ پھیر لیا، اور یادِ خداوندی کا رشتہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی غلامی ان سے چھوٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھیرے۔ خداوند کریم کے ذکر اور احکام سے مُنہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دُنیا تنگ کر دی گئی۔ معیشت زندگی تنگ کر دی گئی۔ سلطنت چھین لی گئی۔ عزت و آبرو، دولت و جاہ و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہو گا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز ان کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں۔

ہر کہ امروز نہ بیند اثرِ قدرتِ او　　غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار

ارشاد ہو گا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا اور ان کو بھلا دیا۔ تو آج وہ دن ہے کہ ہم تم کو بھلا دیں۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے!! دنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی رسوائی۔ ازیں سو راندہ وازاں سو درماندہ۔

ایں جا غمِ معیشت آنجا سزائے عصیاں　　آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند

آؤ! باز آؤ! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوند کی بارگاہِ عالی ہر وقت تمھاری دعاؤں کو، بشرطیکہ اضطرار و تضرع سے کی جائیں، قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ ندامت کے آنسو بہاؤ۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔

باز آ۔ باز آ۔ ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اصلاح

دیکھو! کون سی بدعادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسوماتِ بد جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری رسموں نے ہم کو جادۂ مستقیم سے کوسوں دُور لے جا کے ڈال دیا ہے۔

بُرے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی بہت ہیں جو ان بُرائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ!۔ چوری، رہزنی، ڈاکہ، بداخلاقی اور دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حُقّہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعالِ بد فخر سے کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پروائی۔ ارکانِ مذہب سے بالکل ناواقف۔ دنیاوی تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے۔ تجارت میں کوئی حصہ ہی نہیں۔ ملکی ملازمتوں میں بھی صفر۔ جایداد املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلت کی کوئی حد نہیں۔

ہماری بے کسی اور بے بسی کی بُری حالت ہے نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اوّل اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اوّل اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے دل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اصول و ارکان کا پابند بنے، شعائرِ اسلام کی دل سے عزت کرے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بن جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے

کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو کر حضور کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے۔ اور اس نورِ یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منوّر کیا تھا۔ اور جو نورِ باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتابِ درخشندہ کی طرح موجود ہے۔

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دُعا سے سارے ترک مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نور، وہی دُعا، اب بھی اہلِ دل اربابِ بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زبوں حال مسلمان اپنے اعمالِ سیئہ سے تائب ہو کر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، ان سے نورِ ایمان و ایقان حاصل کریں، اور عقائد اہلِ سنت والجماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرونِ اولیٰ میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نورِ ایمان و ایقان و محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ عطار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جا کے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے جلاؤ گے بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ مُنہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نورِ ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان و متبعانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبتِ رسول اور معرفتِ خدا کے عطا کرنے والے یہی پاک وجود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے ناآشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خُلقِ محمدیؐ سے ناواقف ہیں، ان کے پاس بیٹھنے سے وہی آہن گر کی صحبت کا سا حال ہوگا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح مظہر کمالاتِ محمدیؐ ہیں۔ وہی فدائیانِ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا باطن نورِ محمدیؐ سے منوّر ہوتا ہے۔ اسی نورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منوّر کرتے ہیں۔ مگر جو خود ہی نور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان عاشقانِ محبوبِ ربّ العالمین کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر محبتِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نورِ ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں۔ تو پھر ان کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔

شو ہمدمِ پرواز تا سوختن آموزی
با سوختگاں بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی

خود ارکانِ دین اور علمِ دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچّوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ ان کو اصول و ارکانِ اسلام حفظ کراؤ۔ ان کی پابندی کی ان میں پکی عادت ڈالو۔ ان کو بدکاروں، بروں اور غیروں کی صحبت سے بچاؤ۔ اپنے علمائے کرام کی عزّت کرو۔

دُنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگانِ دین کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرتا زمانہ اس کی عزت نہیں کرتا۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمہاری دینی اور دنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو پیغمبر علیہ السلام کے وارث ہیں، ان کی عزت و تکریم کیا کرو۔ ان کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ خوب یاد رہے کہ تمہاری قومیت کی عزت انہی کی عزت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لئے علمائے دین کی تعظیم و تکریم تمہارا اوّلین فریضہ ہے۔

دنیاوی تعلیم

"علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے" جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ اس لئے دنیوی تعلیم حاصل کرنا، جو فی زمانہ مروج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہلِ اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش شاہراہِ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہ ہو دوسری قوم کے مقابلے میں ترقی نہیں کر سکتی۔ نیز حکومتِ وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لئے بھی موجودہ علوم میں سعادت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدون تعلیم کے حصولِ ملازمت ممکن نہیں۔ اور ملازمتوں میں بھی اہلِ اسلام کا دوسری قوموں کے مقابلے میں تناسب حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

رسُومِ بد

مسلمانوں کا ان تمام بُری رسموں سے، جو اسلام کے مقدس اصول و ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بُری رسموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ تمام رسومِ بد سے توبہ کرنی چاہیئے۔ تمام عاداتِ بد سے صحیح توبہ کر کے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ فضول خرچی اور اسراف کے لئے قرآن پاک کا حکم ہے کہ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (ترجمہ: بے شک حد سے بڑھنے والے

اُسے پسند نہیں ہے) نیز ارشاد ہے کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ؕ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (ترجمہ۔ اور فضول نہ اُڑا، بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں)

اُخوت و یگانگت

اپنے غریب اور نادار اہلِ سنت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو۔ اس کے ہمراہ اُخوت و محبت قائم کرو۔ اس کی عزت تمھاری عزت ہے۔ اگر تم اس کی عزت نہیں کروگے، تو اس کو کون اپنا بھائی اور محب سمجھے گا۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمھارے پاس دنیا کا زر و مال اس سے زیادہ ہو، مگر خدا ہی جانتا ہے ممکن ہے کہ اس کے دل میں نورِ ایمان اور محبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ ہو۔ اس صورت میں اس کا درجہ تم سے بہت بلند ہوا۔ یاد رہے خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں زیادتی زر و مال تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے۔ وہاں تو حکم خداوندی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (ترجمہ۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) کے موجب متقی اور پرہیزگار کا درجہ بلند ہے۔ تو شاید خدا اور اس کے رسول پاکؐ کے نزدیک وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزت و تکریم کا مستحق ہو۔ برادران! جس طرح تم سرکار مدینہؐ کے غلام ہو اسی طرح وہ بھی سرکار دو عالمؐ کا غلام ہے۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم — بندۂ بارگاہِ سلطانیم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ربّ العزت کا فرمان ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (ترجمہ۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں ۔) جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا مژدہ سنایا گیا۔ وہاں زر و دولت کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اس سے محبت سے پیش نہیں آتا، یا اس کے دل میں اس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا، تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے ایمان میں کمی ہے۔ مومن کو مومن سے محبت اور اخوت لازمی ہے۔

تمام اہل سنت والجماعت سے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنّی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ اہل اسلام کے دلوں میں صحیح اسلامی تصورات پیدا ہوں۔ پہلے خدا اور پھر اپنے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو صحیح معنوں

میں غلام بنایا جائے۔ تاکہ قرآن پاک کی مقدس تعلیم پر ان کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نور الیقان کی تائید بغیر ناممکن ہے، حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ صدقِ دل اور خلوصِ ارادت کے ساتھ ان مقبولانِ بارگاہ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔ اور محبوبیتِ سرکارِ دو عالم کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں ان کی مہربانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ باشد ورق

ہمارا ہی لقب ہے دو جہاں میں اہلِ سُنّت کا

ذیل میں وہ نظم درج کی جا رہی ہے جو حضرت حکیم سیّد نذر اشرف اشرفی صاحب فاضل کچھوچھوی نے آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ ۱۶؍ مارچ تا ۱۹؍ مارچ ۱۹۲۵ء میں پڑھی۔ جس سے سامعین میں ایک جوش و ولولہ پیدا ہو گیا۔

یہ مجمع اہل سنت کا یہ منظر شان و شوکت کا
ذرا دیکھے کوئی اس وقت چہرہ میری حسرت کا
یہ جوشِ دینِ حق ہے یا کرشمہ حق کے رحمت کا
یہ یادِ ماسبق ہے یا تماشہ اُس کی قدرت کا
سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں اک جذبہ دل کو
یہ خوش وقتی کی حالت ہے یہ عالم ہے مسرت کا
لگائے جلد لے تائیدِ غیبی اپنے سینے سے
کہ ہر سنی ترا بچھڑا ہوا بندہ ہے مدت کا
بڑھا دے سطوتِ جمہوریت کو اے مرے خالق
دکھا دے صورتِ مقصود صدقہ اپنی وحدت کا
الٰہی اتحادِ باہمی کی دھاک ہو قائم
ہو شہرہ چار سو آل انڈیا سنی جماعت کا
الٰہی جوش یہ بننے نہ پائے جوشِ سوڈا کا
یہ دل کا ولولہ ہونے نہ پائے آلہ شہرت کا
الٰہی پاک ہو یہ انجمن اغراضِ ذاتی سے
چراغِ بزمِ قومی داغ ہو یکجی محبت کا
ہمیں نے راست بازی رحمتِ عالم سے سیکھی ہے
ہمارا ہی لقب ہے دو جہاں میں اہل سنت کا
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر سے سبق پایا
صداقت کا عدالت کا مروت کا سخاوت کا
درخشاں ہو گیا ہر سو فروغِ ملتِ بیضا
ہوا پیشِ نظر نقشہ یہ کس کے فیضِ صحبت کا
نگاہوں میں ہوئی پیدا چمک برقِ تجلی کی
تصور آگیا یارب یہ کس نوری کے صورت کا

حقیقت کے رخِ زیبا سے پردہ اُٹھ گیا سارا
مزہ ملنے لگا دل کو شریعت سے طریقت کا
اُٹھے مینا چلے ساغر مئے وحدت پلا ساقی
کرم کی ہے گھٹا چھائی اٹھا ہے ابرِ رحمت کا
درِ پاکِ نبی پر آج جانبازوں کا مجمع ہے
دلوں میں موج زن ہے شوقِ روحانی شہادت کا
جھکا ہے سر ہمارا نام لکھ لے سرفروشوں میں
الٰہی اب اوٹھے خامہ تری دستِ عنایت کا
خداوندا تری درگاہ میں اسلام آیا ہے
سنا ہے تیرے در پر فیصلہ ہے آج قسمت کا
لٹے دولت مگر قائم رہے اسلام کی سطوت
مٹے دنیا مگر زندہ رہے اعزاز ملت کا
ہمارا حسنِ خدمت دیکھ کر یارب کہے دنیا
کہ یہ اک نازِ پروردہ ہے آغوشِ کرامت کا
ہمارا شور ہو کونین کی عزت کا سرمایہ
ہمارا درد ہو یارب خزانہ مال و دولت کا
کہاں ہیں عالم و فاضل کہاں ہیں مرشدِ کامل
علاج آکر کریں اسلام کے دردِ مصیبت کا
جو مثلِ گرد اٹھتا ہے تو اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے
سناؤں حال کیا میں دین کی ضعف و نقاہت کا
عدو نے خانماں لوٹا ہوا رسوا وطن چھوٹا
دقیقہ کوئی باقی ہے نہ ذلت کا نہ غربت کا
ضرورت کے موافق دین کی کرتا ہے جو خدمت
وہی عالم ہے شیدا دل سے تبلیغ و ہدایت کا
بتایا ہے ہمیں انداز اصحابِ پیمبر نے
سلوکِ معرفت ہے نام مذہب کی حمایت کا
کدھر ہیں مال و زر والے کدھر ہیں بال و پر والے
ذرا افلاس دیکھیں آ کے اپنے ملک و ملت کا
کوئی عریاں کوئی گریاں کوئی افتاں کوئی خیزاں
عجب عالم ہے غربت کا عجب نقشہ ہے عسرت کا
معاذ اللہ یہ ذلت یہ رسوائی کہ دنیا میں
گدائی آج پیشہ ہے حبیبِ حق کی امت کا
خیانت کے لئے دنیا میں مسلم ڈھونڈے جاتے ہیں
یہ اک ادنیٰ سا قصہ ہے مسلمانوں کی شامت کا
جہالت کی یہ حالت ہے کہ لاکھوں ایسے مسلم ہیں
جو پڑھ سکتے نہیں پوری طرح کلمہ شہادت کا
بنا دے قوم کو یارب بہارِ حسنِ بیداری
اٹھا دے اُن کے چہرے سے الٰہی پردہ غفلت کا
خدا کے واسطے بیدار ہو جاؤ مسلمانو!
کہ ہے یہ وقت غیرت کا زمانہ ہے حمیت کا
کہیں ایسا نہ ہو مل گور کے تاریک گوشے میں
ملے موقع جناب شاہ مرسل کو شکایت کا

یہ کیا بندہ نوازی ہے خداوندا ترے صدقے   کہ تو یہ ایک تحفہ ہے تری درگاہ عظمت کا
الٰہی یہ کرم تیرا کہ جو شرمندہ ہوتا ہے   تری دلداریاں منہ چوم لیتی ہیں ندامت کا
بہت بیتاب ہیں قومیں بہت اسلام مضطر ہے   الٰہی جلد دکھلا دے زمانہ خیر و برکت کا
اٹھے بادل بہار آئی چلیں شاخیں چمن پھولے   غزل پر بلبلیں گائیں سماں رقصاں ہو نکہت کا
ستارہ قوم کا چمکے بڑھے اجماع کی سطوت   لٹے دولت بٹے باڑہ بجے نقارہ نوبت کا
رہے یہ جوش مذہب یا الٰہی حشر تک قائم   یہی دو حرف مطلب ہے خلاصہ عرض حاجت کا

مجھے کہتے ہیں سب فاضل میں ایسا مدفاضل ہوں
مگر دل سے دعا گو ہوں میں اپنے ملک و ملت کا[1]

---

[1] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد) اپریل ۱۹۲۵ء، ص ۱۴ — ۱۶

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز
تقسیمِ ہند
اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس

دسمبر ۱۹۳۰ء کا حضرت علامہ اقبال کا تاریخی خطبۂ الٰہ آباد جو بعد میں قیامِ پاکستان کی اساس بنا ـــــ اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والے ہندوؤں اور ان کے ہم نوا کانگرسی علماء کے لئے پیغامِ مرگ سے کسی طور کم نہ تھا۔ چنانچہ ہندوستان بھر میں کانگرسی اخبارات نے علامہ کی اس تجویز کے خلاف پروپگنڈے کی ایک منظم مہم شروع کر دی۔ مخالفت کا یہ طوفان اتنا پُر زور تھا کہ ہمالہ سے راس کماری تک علامہ اقبال کے افکار کی تائید میں کوئی مؤثر آواز سننے میں نہ آتی تھی۔

بقول چوہدری خلیق الزمان "خود الٰہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی"[1] لیکن چونکہ علامہ مرحوم کی یہ تجویز علماء اہلِ سُنّت کے دل کی آواز اور ان کے اپنے افکار کی ترجمان تھی۔ لہٰذا انہوں نے نہ صرف یہ کہ علامہ کی تجویز کی بھرپور اور واضح تائید کی بلکہ کانگرسی ذرائع ابلاغ کے گمراہ کن پروپگنڈہ کے توڑ کے اقدامات بھی کئے۔ اس سلسلہ میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے خصوصی ترجمان

---

[1] ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی اگست ۱۹۷۱ء، ص ۴۲

"السواد الاعظم" مراد آباد کا کردار قابل صد ستائش ہے، جس نے صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (ناظم اعلیٰ، آل انڈیا سنی کانفرنس) کی زیر سرپرستی اس تجویز کی تشہیر کے لئے گرانقدر کام کیا۔

السواد الاعظم ماہ شعبان ۱۳۴۹ھ / جنوری ۱۹۳۱ء کے شمارہ میں شائع شدہ مضمون کا ایک عکس ہدیۂ ناظرین ہے۔

السواد الاعظم

گول میز کانفرنس اور ہندوستان کا مستقبل

مدتوں سے گول میز کانفرنس کی طرف دنیا کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں بہت سے لوگوں کی توقعات اس کے ساتھ وابستہ تھیں اور وہ انتظار کر رہے تھے کہ انکی قسمت اس موقع پر کیا فیصلہ کرے۔ بہت سے لوگ خائف تھے اسکے ساتھ بدظنی رکھتے تھے انکو اس کانفرنس کے قائم ہونیکا رنج تھا انہوں نے اسکی راہ میں بہت رکاوٹیں ڈالیں اور جب آخر کانفرنس رک نہ سکی اور اسکا افتتاح ہوا تو اس کے ساتھ اظہار ناراضگی کے لیے بازار بند کیے گیا کیا۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ گول میز کانفرنس انکے لئے مضر اور نقصان دہ ثابت ہوگی غرض دنیا کے خیال اسکی طرف مختلف تھے لیکن ہر ایک گروہ اور جماعت اسکی کارروائی دیکھنے کے منتظر تھے۔ یہ کانفرنس ہوئی اسکی مجلسیں منعقد ہوئیں ہند کے مسائل زیر بحث آئے اور ایک حد پر وہ ختم بھی ہوگئی مسلمانوں نے اس کانفرنس کے ساتھ ابتدا ہی سے نہایت معتدل روش اختیار کی نہ انہوں نے مخالفتوں میں سرگرمیاں کیں

نہ بدگمانیوں کے طومار باندھے اور نہ اس کے مدح سرا بنے بلکہ ایک ملکی نظام ترتیب دینے والی مجلس میں انہوں نے اپنے استحفاظ حقوق کے لیے نمائندے بھیجے۔ نمائندے ہنود کے بھی گئے۔ جو جماعت گول میز کانفرنس کی مخالفت کر رہی تھی اور جس نے اس کی نسبت اظہار بے اطمینانی کیا تھا افتتاح کے وقت بازار بند کیے تھے افراد اسکے بھی گول میز کانفرنس کی شرکت کے لیے پہنچے ہندوؤں کی سیاست میں یہ طرز عمل غور کرنے اور یاد رکھنے کی قابل ہے کہ ایک طرف تو وہ گول میز کانفرنس کے مخالف بنے مخالفت میں خوب سرگرمیاں کیں اور دوسری طرف اس میں جا کر شامل ہو گئے مگر مسلمانوں نے اس پر نظر نہ ڈالی کہ ہندو کیا تماشا کر رہے ہیں اور انکا کیا طرز عمل ہے بلکہ انہوں نے صرف یہ دیکھا کہ ولایت میں گول میز کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں ہندوستان کے لیے کوئی نظام تجویز کیا گیا تو ہمیں اپنے حفظ حقوق کے لیے وہاں موجود رہنا ضروری ہے۔

کانفرنس کے دوران میں ہندو مندوبین نے مسلم نمائندوں کے ساتھ کیا طرز عمل رکھا اس کی بحث چنداں ضروری نہیں ہے لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ مسلم نمائندوں نے کسی نہ کسی حد تک مسلم حقوق کی حفاظت کی سعی کی اور جس قوم کے وہ نمائندے تھے اس کے مفاد کا خیال آخر تک ان کے دماغوں میں رہا ابھی یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے نتیجہ کیا ہوا لیکن ہندو دنیا کا رنگ پلٹ گیا ہے اور اب وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہندوستان انھیں مل گیا اور انکی مراد پوری ہوگئی۔ اب پھر ہندوؤں کا جوش ہمدردی مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوگا مسلمانوں کے لیے یہ وقت بڑے تدبر اور دانائی سے گزارنیکا ہے انکو اپنے مطالبات و حقوق کے لیے بھی مستعد رہنا ہے اور اپنے مستقبل کے لیے پیش آنے والے خطرات سے بچنے کی تدابیر بھی کرنی ہیں اور آئندہ ملکی نظام کے متعلق جو مجلسیں ہوں انہیں اپنے استحفاظ کا مسئلہ بغیر کسی سستی و تقاعد کے پیش کرتے رہنا بھی لازم ہے اور عیاران خودکام کی حریفانہ چالوں سے اپنی جماعت کو محفوظ رکھنا بھی انکو ہر طرح کے ضعف و کمزوری کا علاج بھی ہندوؤں نے کسی منزل میں بھی مسلمانوں کے حقوق معین کرنے کی ہمت نہ کی جب آج مسلمانوں کے حق کا زبان پر لانا ایک قوم کو گوارا نہیں ہے تو اس سے یہ امید کر لینا کہ برسر اقتدار ہو کر وہ ہمیں ملک و مال میں برابر کا شریک کرے گی انتہا درجہ کی خام خیالی ہی نہیں جنون ہے۔ اب تو وہ ہندو پرست اصحاب بھی جو آنکھ میچ کر تقلید کرنے کے عادی ہیں شاید تسلیم کر لیں گے کہ ہندوؤں کی خودغرضی میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ گیا، دوران میں بہت سے واقعات نے یہ بات ظاہر کر دی کہ ہندو مرکز خیال مسلمانوں کی بقا ہی

مخالف ہے اور کسی صریح منصفانہ بات کو جس سے مسلمانوں کو بھی کچھ نفع پہنچ جاتا ہو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہو گا کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اُسی نسبت سے نفع ملتا تھا کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انھیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا بجز اس کے کہ مسلمان کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انھیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا اسکو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظہور کریگا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا لیکن ہندو اس وقت ایسی خالی بات بھی نوک زبان پر لانے کے لئے تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو اس حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی پھرا اور ان ہی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس۔ کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں مسلمانوں کی طرف سے ایک مطالبہ ہو اور ایک آواز ہو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ بعض صاحبوں کی لیڈری اور پیشوائی کا علم بلند ہونے سے رہ جائیگا مگر وہ اپنی اس خواہش کو کسی دوسرے موقع کے لئے اٹھا رکھیں البتہ جو جماعتیں مذہبی یا کسی دوسری حیثیت سے مسلمانوں کے تحفظ حقوق کے لئے کوئی تدبیر سوچیں اس سے کام کرنے والی جماعت کو مطلع کر دیں اور اس کو توجہ دلائیں کہ وہ ان امور کو ملحوظ رکھے کام نظم سے ہونا چاہیئے انتشار کو چھوڑا جائے اس میں اگر تھوڑا نقصان بھی ہو تو گوارا کیا جائے کہ متحدہ آواز کی قوت اس سے بدرجہا زیادہ مفید ہوگی۔

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں مرادآباد سے جاری کیا گیا، یہ ماہنامہ "دو قومی نظریئے" کی بھرپور حمایت کرتا اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولتا تھا۔ تفصیل کے لئے کتاب "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" از پروفیسر محمد مسعود احمد مطالعہ کریں۔ مرتب

خطبۂ صدارت

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

منعقدہ بدایوں

۱۳۵۴ھ، ۱۹۳۵ء

حضرت امیرِ ملّت پیر سیّد جماعت علی محدّث علی پوری علیہ الرحمۃ

امیر ملت علیہ الرحمہ نے اپنے صدارتی خطبہ میں ملکی و عالمی مسائل کا تجزیہ جس انداز میں فرمایا، اس سے آپ کی قومی ہمدردی اور سیاسی بصیرت کا پہلو نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں جو کچھ فرمایا اس کا ملخص یہ ہے۔

(۱) کفرزار ہند میں ہمہ جہت تبلیغ کی ضرورت ــــــ شہاب الدین غوری جیسے مجاہدین اور خواجہ غریب نواز اجمیری جیسے صوفیا کے نقوش قدم پر چل کر۔

(۲) علماء و روحانی زعماء میں اتحاد کی ضرورت اور ان کی ذمہ داریاں ــــــ فکر و تدبر، قربانی و ایثار، خشیت الٰہی۔

(۳) غیر اللہ سے ڈرنے والا عالم، علم و انسانیت سے عاری ہے۔

(۴) مسجد شہید گنج کی تحریک میں علماء کی ذمہ داریاں۔

(۵) برصغیر میں مسلمانوں کے مسائل اور ان کی ضروریات۔ شرعی قوانین ــــــ نکاح،

طلاق، خلع، ارتداد، وراثت، ہبہ کا نفاذ —— اوقاف اور مساجد و مقابر کی حفاظت وصیانت

(۶) عالمِ اسلام کی حالت زار پر شدید صدمہ کا اظہار —— نجد میں ابن سعود اور حبشہ میں اطالویوں کے مظالم۔

(۷) مقامات مقدسہ کے احترام و تحفظ کا مطالبہ وہابیت و حنفیت کا مسئلہ نہیں۔

(۸) مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لئے بیت المال کا قیام

(۹) مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لئے سیاسی محرکات اور ضروریات۔ اتحاد بین المسلمین، معاشی خوشحالی، تجارت کی اہمیت اور طریق کار اسراف و تبذیر سے احتراز۔

خطبہ صدارت کا عکس "سیرت امیر ملت" سے حاصل کر کے درج کتاب کیا جا رہا ہے۔

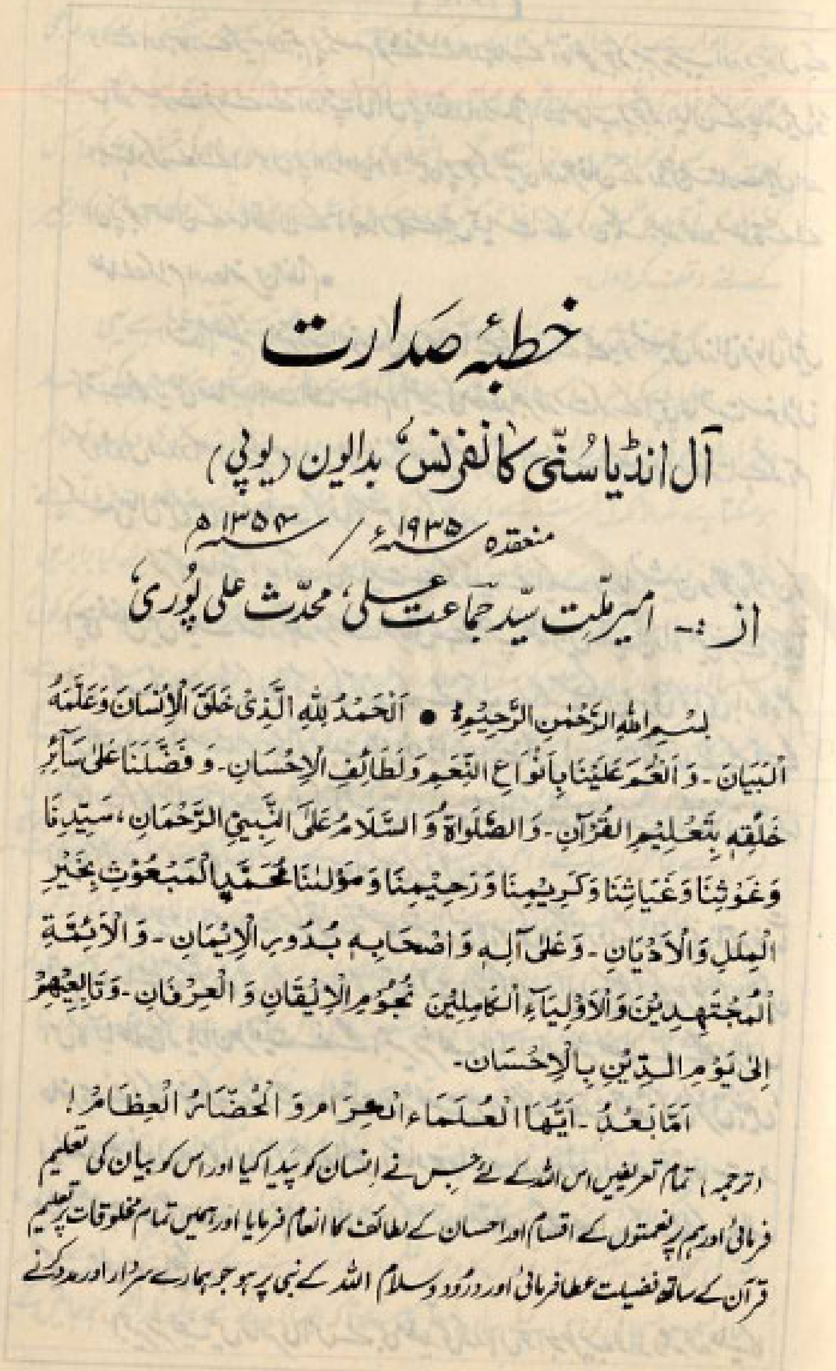

خطبۂ صدارت

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بدایون (یوپی)

منعقدہ ۱۹۳۵ء / ۱۳۵۴ھ

از:۔ امیرِ ملت سیّد جماعت علی، محدّث علی پوری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ● اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ۔ وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ وَلَطَائِفِ الْاِحْسَانِ۔ وَ فَضَّلَنَا عَلٰی سَائِرِ خَلْقِہٖ بِتَعْلِیْمِ الْقُرْاٰنِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الرَّحْمَانِ، سَیِّدِنَا وَغَوْثِنَا وَغِیَاثِنَا وَکَرِیْمِنَا وَرَحِیْمِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوْثِ بِخَیْرِ الْمِلَلِ وَالْاَدْیَانِ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بُدُوْرِ الْاِیْمَانِ۔ وَالْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ وَالْاَوْلِیَآءِ الْکَامِلِیْنَ نُجُوْمِ الْاِیْقَانِ وَ الْعِرْفَانِ۔ وَتَابِعِیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بِالْاِحْسَانِ۔

اَمَّا بَعْدُ۔ اَیُّھَا الْعُلَمَاءُ الْعِزَامُ وَ الْحُضَّارُ الْعِظَامُ!

(ترجمہ) تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم فرمائی اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود وسلام اللہ کے نبی پر ہو جو ہمارے سردار اور مدد کرنے

والے اور ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد جو کہ بہتر مذہب اور دینوں کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود اور سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند ہیں اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیاء کاملین پر جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور ان پر جو احسان کے ساتھ ان کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے اے علمائے کرام اور حاضرین عظام●

السلام علیکم! فقیر رب العزت کی حمد بجالاتا ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام والتحیۃ کی مقدور بھر خدمت کرکے اپنی عاقبت سنوار لُوں کروڑوں درود اس پیکرِ جود اور اس نورِ مسعود پر جس کا اسوۂ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم کسی حال میں بھی مفادِ ملت کو فراموش نہ کریں۔

محترم بھائیو! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریا نشین و حجرہ گزین کو اپنی محفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے۔ آپ علماء ہیں۔ آپ کی راہ میں فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرو رکھے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہِ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اُوپر لی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے آپکے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ (ترجمہ) (اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے)۔

عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واگذاری کے لئے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہِ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشاتِ فروعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لئے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا

مزار پُر انوار ہے۔ اس خاک پاک کا ایک ایک ذرہ یہ سبق دیتا ہے کہ مصلے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحب سیف کا تھا۔ کاش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی خواجہ غریب نواز کا رنگ اختیار کریں۔ اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس کُفرزار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کارِ خیر کے لئے وقف کر دوں۔

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچا ہے یہی   دردمندانِ محبت کا تقاضا ہے یہی

علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر ملائکہ کی فہرست سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے سُنیئے ربّ العزت فرماتا ہے قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (ترجمہ) آپ فرمائیے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو صاحب علم ہیں اور جو علم والے نہیں؟ کس قدر مؤکد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر قربانی و ایثار اور فکر و تدبر سے کام لے۔ اگر وہ اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبہ و عمامہ اسی کے لئے روزِ قیامت پھانسی کا رسّہ ثابت ہوگا۔

عالم کا وصف عنداللہ یہ ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (ترجمہ) (اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں) یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیتِ الٰہی اس کا حُسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کہ رمزِ مصطفےٰ فہمیدہ است   شرک را در خوف مضمر دیدہ است

اگر عالم انگریز کے رعبِ جلال سے ڈر کر، اس کے سامانِ حرب و ضرب سے گھبرا کر، حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لئے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو اس لئے بیان نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہو جائیں گے،

یا ہندوؤں میں اس کا وقار کم ہو جائے گا، یا اس کے مقتدی روٹھ جائیں گے، تو اسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے۔ وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرا دی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو تمہیں اپنی ان مساجد کی بھی فکر کرنی چاہیئے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے کہ ایک ایسا اعلان شائع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف از روئے اسلام جائز نہیں۔ جمعیت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے جو عالم اس پر دستخط نہ کرے، اعلان کر دو کہ اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں مقتدیوں اور متوسلیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگِ اسلام عالم کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کر دیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کونپل ہے اس بیت اللہ کی کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَاءِ (ترجمہ جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) کی مصداق ہے۔

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا   خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل سے مشیت نے تھا جس کو تاکا   کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہُدا کا

بیت اللہ عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرورِ کائنات علیہ الف الف سلام و تحیات کا ارشادِ فیض بنیاد ہے کہ اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ یعنی جزیرۂ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو۔

اے عالمانِ دین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابن سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشمے معلوم کرنے کے لئے ٹھیکہ دیا ہے؟ دین کی حمایت کرنے والو! عرب سے کچھ فاصلے پر حبشہ کا ملک ہے، وہاں حکومت اطالیہ کیوں ظلم ڈھا رہی ہے؟ اس لئے کہ وہاں تیل ہے۔ اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لئے تیل درکار ہے۔ کیا دنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دیدی جائے، تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ

ابن سعود کی اس روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کی جاتی؟ یہ وہابیت اور حنفیت کا سوال نہیں۔ یہ اماکنِ مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے۔ اگر کسی کو ابن سعود کا وظیفہ اظہارِ حق سے روک رہا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (ترجمہ اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو) اور ثمنِ قلیل کی پروا نہ کرتے ہوئے نعرۂ حق بلند کرو۔ تاکہ ربِ جلیل کی بارگاہ سے اجرِ جزیل حاصل ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو حاجیوں سے پوچھ لو۔ کہ جیرانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکامِ نجد کے دستر خوان پر تو طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں، لیکن تمہیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔ کیا رعایا کی پرورش راعی کا فرض نہیں؟ کیا شریعت کی رو سے جو سلطان رعایا کے خورد و نوش کا انتظام نہ کرے، اسے تابعِ سنت سلطان کہا جا سکتا ہے؟ بزرگ عالمو! خلفائے راشدین کی پوری سوانح عمریاں تمہیں ازبر ہیں۔ کیوں تمہاری زبانیں جیرانِ رسول کی حمایت و اعانت کے لئے نہیں کھلتیں؟

سنو! ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ الخ (ترجمہ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں) کیا اس پاک فرمان کی رو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنوائیں؟ عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج "طلاق۔ خلع۔ ارتداد۔ وراثت۔ نکاح۔ ہبہ وغیرہ" امورِ شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اس تذلیل کا انسداد علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس غرض کو بروئے کار لانے کے لئے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لئے بیت المال کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ ع: وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار۔ جیسے حکومت بغیر ٹیکس کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی بیت المال کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لئے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے بھی استفادہ کریں۔ جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو ٹھوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔ اس کے لئے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا مہلک ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ۔ محمدی شرع قوانین منظور کراؤ۔ اوقاف کی حفاظت کرو۔ مقابر و مساجد کو اغیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دار و گیر میں آپ کی عزت جبھی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں۔ آپ میں ایکا ہو۔ آپ میں پھوٹ نہ ہو۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت شاندار ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی پجاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، مقروض ہیں۔ افلاس دولت کمانے اور دولت بچانے سے دور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ "تجارت" ہے۔ تجارت میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں۔ آپ کی قوم کاشتکار ہے، آپ کی قوم کاریگر ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے لیکن اس کی زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں۔ یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آڑھت کی دکانیں خود کریں۔ کاریگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لئے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رو سے مُبَذِّرِیْن اور مُسْرِفِیْن شیطان کے بھائی ہیں۔

یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاحِ دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ●

خُطبۂ صدارت

سید مصباح الحسن مودودی سجادہ نشین پھپھوند، صدر مجلس استقبالیہ قدس سرہٗ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، پھپھوند ضلع اٹاوہ

۸؍ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ / ۱۱؍ فروری ۱۹۴۶ء

صدارت: حضرت ابو المحامد سید محمد، محدث کچھوچھوی

دیگر مقررین؎: صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی، مولانا محمد عبد الحامد بدایونی

انتخابات ۱۹۴۶ء کی نزاکت و اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آل انڈیا سنی کانفرنس من حیث الجماعت کے نصب العین اور طرزِ عمل کی وضاحت کرتے ہوئے قیام پاکستان کی ضرورت اور کانگریس کی مخالفت از روئے شریعت ثابت کرتے ہوئے مولانا سید مصباح الحسن نے جو کچھ فرمایا اس کا ملخص یہ ہے:

(۱) بلادِ ہند میں بے دینی و لامذہبیت کے خلاف علمائے اہل سنت کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ۔

(۲) الحاد و ارتداد کے فتنوں کی داستان۔

(۳) دین کا لبادہ اڑھ کر "متحدہ قومیت" کا دیو مسلمانوں پر مسلط کرنے والوں کا کردار

؎ تقاریر کے لیے صفحہ نمبر ۳۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) باہمی افتراق و انشقاق پیدا کرنے والوں کے متعلق سنی کانفرنس کا طرزِ عمل ——— خاموشی ——— تا نگرده کانفرنس کے مقاصد حسنہ سے متفق ہو جاتے ہیں۔

(۵) سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کا خلاصہ ——— علماء و مشائخ کا ارتباط، خانقاہی نظام کی اصلاح، مدارس و مساجد کی تنظیم تبلیغ و اشاعت دین، مسلمانوں کی اقتصادی اور تجارتی ترقی کی تدابیر، احکام اسلامیہ کی روشنی میں مسلمانوں کے لئے ——— موجودہ حالات میں ——— نظام عمل۔

(۶) سیاسیات ہند اور مسئلہ پاکستان کے سلسلہ میں سنی اکابر کی صف اول کی مجاہدانہ کوششیں اور انتخابات کے موقع پر ان کی نمایاں خدمات کا جائزہ۔

(۷) بنارس کانفرنس پر مکمل اعتماد اور اس کی نوعیت و اہمیت کے اعتبار سے ملکی سیاسیات میں اس کا مقام؟

تحریک پاکستان کے اس نازک دور میں یہ خطبہ عام مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں اہل سنت برقی پریس میں چھپوا کر مراد آباد سے شائع[1] کیا گیا تھا۔ آئندہ صفحات پر اس اہم اور تاریخی خطبہ صدارت[2] کے سرورق کا عکس بھی پیش خدمت ہے۔

---

[1] بعد ازاں اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نے اپنے شمارہ ۱۵، جلد ۸۴ مطبوعہ ۱۲، اپریل ۱۹۴۶ء میں مذکورہ خطبہ من و عن نقل کیا تھا۔

[2] اصل نسخہ کا فوٹو سٹیٹ پروفیسر محمد ایوب قادری نے برائے اشاعت مرحمت فرمایا جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ (مرتب)

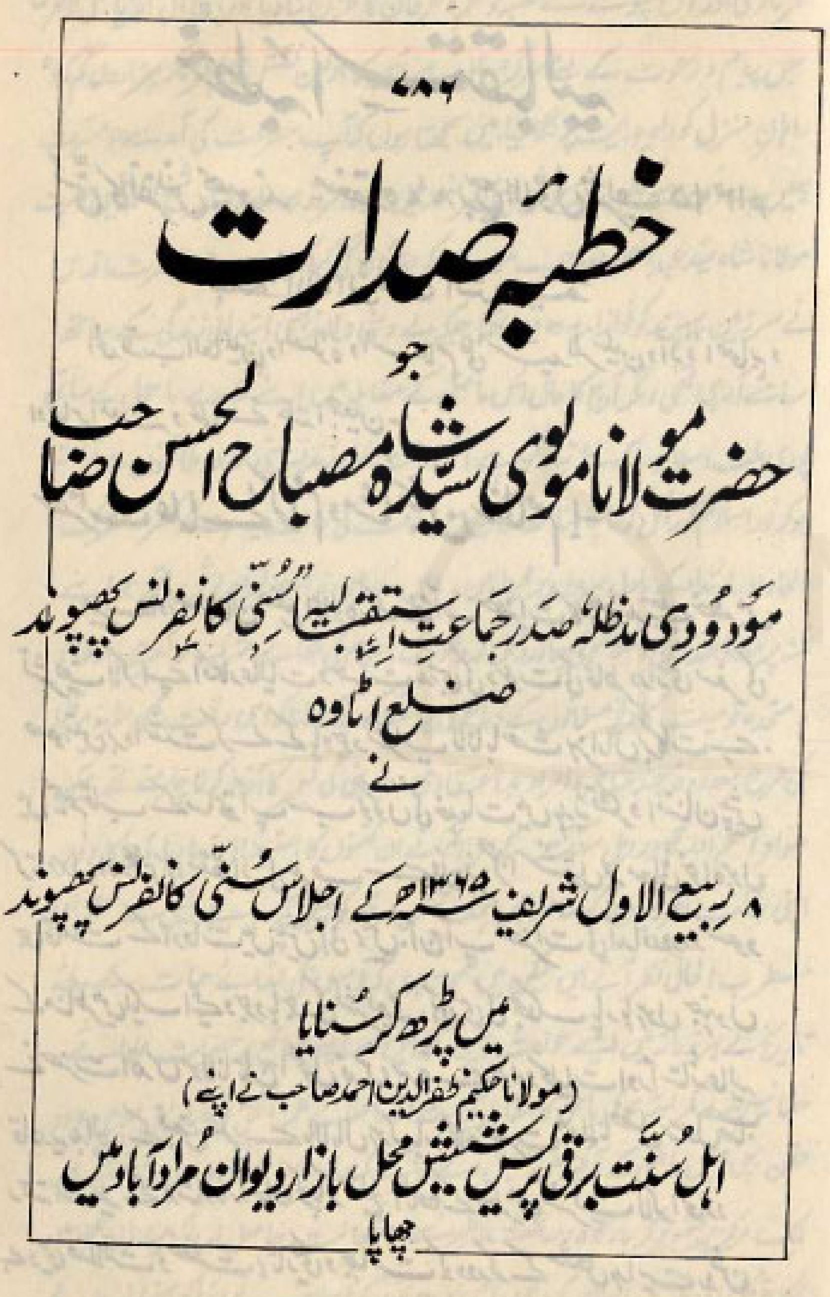

۷۸۶

خطبۂ صدارت

جو

حضرت مولانا مولوی سید شاہ مصباح الحسن صاحب

مودودی مدظلہ، صدر جماعت استقبالیہ سنی کانفرنس پھپھوند

ضلع اٹاوہ

نے

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۶۵ھ کے اجلاس سنی کانفرنس پھپھوند

میں پڑھ کر سنایا

(مولانا حکیم ظفر الدین احمد صاحب نے اپنے

اہل سنت برقی پریس مشتش محل بازار دیوان مراد آباد میں

چھاپا)

خُطبۂ استقبالیہ

سُنّی کانفرنس پھپھوند ۔ منعقدہ ۷،۸ ربیع الاوّل شریف ۱۳۶۵ھ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین وآلہٖ و اصحابہٖ و اولیاء امتہ و علمائے ملتہ اجمعین۔

حضراتِ علمائے کرام ومشائخین عظام!۔

میرے اور مسلمانانِ ضلع اٹاوہ کے لئے آپ حضرات کا پھپھوند جیسے خطہ میں تشریف لاکر اپنے افکارِ عالیات وحیاتِ مذہبی کی دعوت کی خاطر درازی سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود تشریف لانا باعث ہزاراں برکات ہے۔

میں صمیمِ قلب کے ساتھ آپ سب لوگوں کی خدمات میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں اور مجلس استقبالیہ کی طرف سے اُن فروگذاشتوں پر معافی خواہ ہوں جو اقامت کے اوقات میں پیش آئی ہیں۔ آج آپ حضرات کی آمدِ سعید و مسعود کے مناظر میں ایک ایسے وجود باجود کی تشریف آوری کی جھلک پا رہا ہوں جنہوں نے حضرت اقدس مولانا تاج الفحول قدس سرہٗ سے انوار و تجلیات اور آستانۂ عالیہ قادریہ بدایوں کے فیضِ علمی سے مالا مال ہوکر بارگاہ حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادۂ روحانی کو پاکر ضلع اٹاوہ کے خطہ میں تشریف لاکر الحاد و بے دینی ضلالت و غفلت، تاریکی و جہالت کو دور کرکے مشعلِ ہدایت روشن

فرمادی اور اس چھوٹے سے قصبہ کو علم و عرفان کا مخزن بنادیا اور آج آل انڈیا سُنی کانفرنس جس پیام و دعوت کے لئے سرگرم عمل ہے اُس کا اولین نقش قائم فرماکر ہزاروں گم کردہ راہانِ منزل کو راہِ ہدایت پر لگا دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کی آمد سے جو مسرت ہمیں ہے اُس سے کہیں زائد خوشی اپنی قبرِ منور میں جلوہ افروز ہونے والے شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ سیّد عبد الصمد صاحب مودودی کو یقیناً ہوگی کیونکہ جس دور میں حضرت اقدس نے سرزمین پھپھوند کو نوازا۔ یہ وہ دَور تھا جبکہ بے دینی و لامذہبی ابتدائی زندگی کے ساتھ سامنے آرہی تھی، مگر آج کا حال اُس ماضی کے مقابلہ میں اپنے گندے ماحول کے ساتھ پوری ملت اسلامیہ کے لئے تباہ کُن ہے اُس وقت کفر و زندقہ اپنی محدود طاقتوں سے آراستہ ہوکر نورِ اسلام کو زائل کرنا چاہتا تھا لیکن اس وقت کی حالت یہ ہے کہ کفر۔ شرک الحاد اور ارتداد کے بادل سروں پر محیط ہیں۔ اس دَور میں نہ ایسے بُرقعہ پوش تھے جو اپنے مُنہ پر معاذ اللہ دینِ اسلام کی چادر ڈال کر دعوتِ اسلام کی بجائے شرک و کفر میں ادغام و متحدہ قومیت کا دلِ مسلمانوں کے دماغوں پر مسلّط کرتے، مانا کہ اس وقت بھی شرذمۂ قلیلہ کی طرح معدودہ چند عناصر و افراد بد اعتقادی و بیدینی کی تعمیر کا آغاز کرنا چاہتے تھے لیکن سوادِ اعظم اور جمہور اہلِ سُنّت کے عزائم نے ان فتنوں کا استیصال فرما دیا۔ آج کا دور اپنی ہلاکت آفرینیوں کے ساتھ جس ہمّت شکن مرقعہ کو پیش کر رہا ہے اُس سے سطحی افراد مضطرب الحال نظر آتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ قوموں کی بقائے حیات کے لئے تاریخ نے ہر زمانہ میں ایسے حوادث پیش کئے ہیں اور ایسے مواقع پر حضرات علمائے حقانیین نے کمر بستہ ہوکر باطل کا مقابلہ کیا ہے اور اعلائے کلمۃ الحق فرمایا۔ پس موجودہ دورِ فتن بھی ہمیں ماضی کے آئینہ میں سبق دے رہا ہے کہ ہمارے اعضاء و اجزاء اہلسنّت ایک مرکز پر مجتمع ہوکر بارگاہِ رسالت اطہر سے استعانت حاصل فرماکر میدان عمل میں نکل آئیں اور ملّت اسلامیہ کو وہی پیام دیں جو اُن کے اسلاف نے دنیا کو پہنچایا۔ علمائے

کرام و مشائخین عظام نے جس طرح ہر سختی و صعوبت کا مقابلہ کر کے اپنے فریضۂ ہدایت کو پُورا کیا، اُن کے خلاف بھی اُن ہی مضبوط ارادوں سے اٹھیں اور طبقۂ اہل سُنت کو گرداب بلا سے نکال بچانے کی کامیاب سعی شروع فرمادیں۔

مقام مسرت ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے عالی قدر ناظم حضرت صدر الافاضل مولانا حافظ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی مدظلہ اور کانفرنس کے دوسرے اکابر و کارکنان نے تین سال سے حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد سُنی کانفرنس کی تشکیل کا مبارک کام آغاز فرمادیا۔ اور آج الحمدللہ اس ادارہ کی ہر صوبہ کے اندر شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور سُنی کانفرنس کی اہمیت و ضرورت کا احساس طبقۂ اہل سُنت میں پیدا ہوتا جارہا ہے۔

لیکن اس خصوص میں بعض وہ عناصر جو طبقۂ اہل سنت کو ایک شیرازہ میں منسلک ہوتے دیکھنا پسند نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ باہمی افتراق و انشقاق قائم رہے اور ہماری جماعت کا اپنا کوئی متحدہ نظام نہ ہو وہ مختلف النوع حیثیتوں سے لب کشائی فرمارہے ہیں۔ میں سب سے پہلے تو اس طرز عمل کے اختیار کرنے والوں کے طریقۂ تنقید کو دیکھتے ہوئے اپنے اکابر سے صرف اسی قدر گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے مقاصد حقہ کی تبلیغ لومتہ لائم کا خیال کئے بغیر جاری رکھیں، انشاء اللہ مستقبل قریب میں جو ہم سے بعید ہیں قریب آجائیں گے، کچھ وہ لوگ ہیں جو سیاسی میلانات و رجحانات اور قومی تحریکات میں منہمک رہ کر سُنی کانفرنس کو اپنے دماغوں میں ایک ایسی جماعت سمجھے ہوئے ہیں جو ہلاکت و افتراق کا باعث ہوگی۔ مجھے حیرت ہے کہ ایسا تخیل کیوں پیدا ہوا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آل انڈیا سُنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے، سُنی کانفرنس کے اہم ترین مقاصد کا ملخص یہ ہے کہ (۱) طبقۂ اہل سنت و علماء و مشائخین کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دینا (۲) خانقاہی نظام طریقت کو حضرات

صوفیائے متقدمین میں حضرت سلطان المبلغین خواجۂ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیری کے طریقۂ تبلیغ پر منظم کر دینا (۳) مکاتب و مدارس و مساجد کی تنظیم کرنا (۴) مدارس کے لئے ایک مشترکہ نصاب تیار کر کے عمل کرانا (۵) جاہل مسلمانوں میں تبلیغ و اشاعت دین کرنا (۶) مسلمانوں کو ارتداد و بے دینی سے بچانا (۷) مسلمانوں کی اقتصادی و تجارتی حالت کو درست کرنے کی تدابیر اختیار کرنا (۸) مسلمانوں کو احکام اسلام کی روشنی میں اُن کی حیات قومیہ کے لئے راہِ عمل پیش کرنا۔ مذکورۂ بالا مقاصد پر نگاہ رکھنے والا اندازہ کر سکتا ہے کہ ایسے مقدس اغراض و مقاصد پیش کرنے والی سُنی کانفرنس کی تشکیل و ترقی کہاں تک خدانخواستہ نقصان رساں ہو سکتی ہے، آج ہندوستان میں جس قدر اور جتنے ناموں سے جماعتیں قائم ہوتی رہی ہیں اُن کے وجود و آغاز پر اگر کوئی اعتراض نہیں ہے تو آخر اہل سُنت کی تنظیم کرنے والی جماعت پر نزلہ کیوں گر رہا ہے۔

میں معترضین و نکتہ چیں حضرات کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ سُنی کانفرنس کا کارواں اب بڑھ چکا ہے، جو قدم خدائے برتر کی نصرت سے متحرک ہو گئے ہیں اب اُن میں جمود نہیں آسکتا۔ ذمہ داران سُنی کانفرنس کی ہمتیں، اعتراضات و تنقیدات سے پست نہ ہوں گی وہ اپنے اغراض و مقاصد کے حصول و کامیابی کی دُھن میں لگے رہیں گے۔

سیاسیات حاضرہ

عصر حاضرہ میں مسلمانانِ ہند کی سیاسیات نے ۱۹۴۲ء سے جو نئی کروٹ بدلی ہے اور مسئلہ پاکستان یعنی قیام حکومت اسلامیہ کا جو جذبہ عوام و خواص میں پیدا ہو رہا ہے اُسے ہمارے طبقۂ علمائے اہل سُنت نے یہی نہیں کہ دور بیٹھ کر صرف مطالعہ ہی

کیا بلکہ ہمارے جماعت کے محترم علماء مجاہدانہ حیثیت سے ازاوّل تا آخر اس جذبہ کے محرک و مؤید بنے ہوئے ہیں اور کانگریس جیسی ہندو جماعت کے مقابلہ پر دس سال کے طویل زمانہ سے بے پناہ خدمات انجام دے کر کانگریس کی ہر تحریک کو مردہ کر چکے ہیں، اپنی جماعت کے افراد کی خود ستائی مقصود نہیں بلکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صرف ہمارے طبقہ کے علماء و مشائخین ہیں جن کی مسلسل خدمت ہی سے مسلم لیگ اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آرہی ہے وہ کونسا وقت ہے جس پر ہمارے افراد نے انتہائی قربانیاں نہیں فرمائیں۔ مرکزی اسمبلی کے حلقۂ انتخاب میں وہ کونسا رقبہ تھا جہاں ہمارے افراد نے کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے اور صوبہ جاتی انتخابی مہم میں بھی الحمدللہ صفِ اوّل میں موجود ہیں۔ اور کانگریس کو حلقہ جات انتخابات میں شکست دینے کے لئے آل انڈیا سنّی کانفرنس سے تعلق رکھنے والا ہر بزرگ اپنی نہایت بیش قیمت خدمات انجام دے رہا ہے۔ پس ان حالات و خدمات سے ظاہر و عیاں ہے کہ سنّی کانفرنس پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں الحمدللہ اپنا کام کر رہی ہے۔ اور اس کی اعانت قدرشناس نگاہوں میں وزنی ہے۔

الحمدللہ کہ سنّی کانفرنس کے سامنے اسلامی حکومت کے تصورات ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے پاس ایک مکمل دستور العمل رکھتی ہے جو مستقبل قریب میں مسلمانوں کے سامنے پیش کرے گی، وہ دستور العمل ایک ایسا دستور ہوگا جو آیات بینات و احادیث نبویہ اور احکام فقہیہ کی روشنی میں مغربی تہذیب اور عددی راؤں کی کثرت و قلت کی شمار و گنتی سے بے نیاز ہوگا اور جس پر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے فرد کا عمل کرنا ناگزیر ہوگا۔

آل انڈیا سنّی کانفرنس کا اجلاس بنارس ان شاء اللہ سنّی دنیا میں ایک ایسا تاریخی اجتماع ہوگا جو اپنی نوعیت اور مسائل کی اہمیت کے لحاظ سے بے مثال و یادگار

ہوگا۔ جس میں ہندوستان کے ہر گوشہ کے حضرات علماء و مشائخین شرکت فرمائیں گے۔ میری دلی دعا ہے کہ مولا تعالیٰ اس کانفرنس کو اپنے تمام مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے اور طبقۂ اہل سنّت کی تنظیم و اتحاد کے رشتہ کو یہ کانفرنس مضبوط کر دے۔

میں آخر میں مجلس استقبالیہ کی طرف سے ایک بار پھر تمام اکابر علماء و مشائخین کے ورودِ مسعود پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

خطبۂ صدارت

رئیس المتکلمین ابو المحامد سیّد محمّد اشرفی محدّث کچھوچھوی قدس سرہٗ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس

۲۴——۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ / ۲۷——۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء

قیامِ پاکستان کی منزل کو قریب تر کرنے، سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت کے جماعتی موقف کی وضاحت وتائید اور سُنیت کی تنظیم کی شوکت کے اظہار کے لئے پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد سنیوں کے اجتماع میں پڑھے گئے اس معرکتہ الآرا خطبہ میں حضرت محدث کچھوچھوی قدس سرہ نے اپنے فصیح وبلیغ انداز میں جو کچھ ارشاد فرمایا، اس کی چند جھلکیاں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) گردشِ لیل ونہار کے ہاتھوں مسلمانوں پر نئے مظالم اور حالات وائرہ پر طائرانہ نظر

(۲) سُنی کانفرنس کے انعقاد کے لیے بنارس کا انتخاب؟——برصغیر کے وسط، بنارس اور اس کے نواحی علاقہ میں اسلامی معابد، مقابر اور شعائر کی کثرت، گویا حواشیِ بنارس——اولیانگر ہے۔ یہیں اسلامی سیاست واقتدار، ادب وتمدن اور علم وعرفاں کے امتیازی نشانات ہیں۔

(۳) عالمِ اسلام کی مظلومیت——حجازِ مقدس میں نجدی فتنے، فلسطینیوں پر بے رحم یہودیوں کے مظالم، انڈونیشیا پر جنگ کا تسلط۔

(۴) ہندوستانی فتنے——سنیوں کو ختم کرنے کے مختلف حیلے بہانے، سُنی بورڈ

کا قیام، امکانِ کذب اور امکانِ نظیر کے جال، ختمِ نبوت کی خانہ ساز تشریح، مدحِ صحابہ کے بہروپ میں قدحِ صحابہ

(۵) تبلیغ اور اسلام کا تعلق——مسلمانوں کا ہر فرد مبلغ ہے۔ بادشاہ، رعایا، سوداگر مزدور——سب مبلغ ہیں۔

(۶) اسلامی زندگی کا وسیع مفہوم——محنت ومشقت، بچوں کی پرورش، صنعت وحرفت، تجارت، خلق کی خدمت، رزم، بزم——سب عبادت ہیں۔

(۷) قانون سازی صرف اللہ اور رسول کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا غیر اسلامی قانون مثلاً خلع بل اور شاردا ایکٹ سب لعنت ہیں۔

(۸) تعلیم کی ضرورت، مدارس دینیہ کی تنظیم کے ساتھ انگریزی خواں حضرات کیلئے دینی تعلیم کا انتظام، سیاسیات، اقتصادیات، تاریخ وغیرہ علوم کی تدریس کا انتظام——اس مقصد کے لئے ہر سنی خانقاہ نشرِ علوم کا ادارہ ہو۔ ہر محفلِ میلاد اور عرس مقدسہ بزمِ تبلیغ ہو۔

(۹) دورِ حاضر کی ضروریات——سُنی پریس، سُنی وقف کی حفاظت، نوجوانوں کے لئے ورزش کا اہتمام

(۱۰) مسلمانوں کی ترقی کے لئے ان کی موجودہ حالت کے گوشوارے مرکز میں موجود ہونے ضروری ہیں جس میں ان کی تعلیمی حالت، مالی حالت، قرضہ کی صورت میں اس کی مالیت اور اس کی ادائیگی کے امکانات، ہر علاقہ میں مدارس ومساجد کی تعداد اور ان کے گوشواروں——وغیرہ کا اندراج ہو۔

(۱۱) پاکستان کا مفہوم اور اس کی شرعی ضرورت——قیامِ پاکستان پر اعتراضات کے جوابات، پاکستان کی اچھوتے انداز میں تاریخ۔

(۱۲) مسلم لیگ اور آل انڈیا سُنی کانفرنس کے پروگراموں میں فرق——مسلم لیگ

مسلمانانِ ہند کے لئے علیحدہ وطن کی طالب ہے —— لیکن سُنی کانفرنس کا نصب العین اور طرزِ عمل اسلامی سلطنت —— پاکستان —— کے قیام کے ساتھ ساتھ مجوزہ مملکت میں خلافت راشدہ کی طرز کی حکومت قائم کرنا. گویا اس کے مقاصد وسیع تر اور دائمی نوعیت کے ہیں.

(۱۳) آل انڈیا سُنی کانفرنس —— مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی بے دریغ تائید کرے گی اور مسلم لیگ مذہبی امور میں سُنی کانفرنس کی راہنمائی قبول کرے گی.

(۱۴) آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس میں شریک مہمان علماء اور مشائخ کا نرالے انداز میں شکریہ

—— نہ یہ مہمان اور نہ ہم میزبان —— بلکہ یہ مسیحا دم ہیں اور ہم مریضانِ جاں بلب

—— اسلامی طرزِ فکر کے مطابق اپنی بے بسی اور مجبوریوں اور علماء و مشائخ کی شفقت اور کرم نوازیوں کا ذکر.

یہ تاریخی خطبہ[1] (خطبۂ صدارت جمہوریت اسلامیہ) جس کا ایک ایک حرف حضرت محدث کچھوچھوی کی بالغ نظری اور مقصد سے عشق کا ترجمان ہے، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں مولانا ظفر الدین احمد نے اہلِ سنت برقی پریس، مرادآباد سے چھپوا کر شائع کیا تھا آئندہ صفحات پر مذکورہ تاریخی خطبے کا عکس پیش کیا جا رہا ہے.

---

[1] دبدبۂ سکندری نے اپنے پانچ مختلف شماروں (۲۰ مئی، ۲۷ مئی، ۳ جولائی، ۱۷ جولائی، ۲۴ جولائی اور یکم اگست ۱۹۴۶ء) میں اس تاریخی خطبہ کو من و عن نقل کیا تھا. مرتب

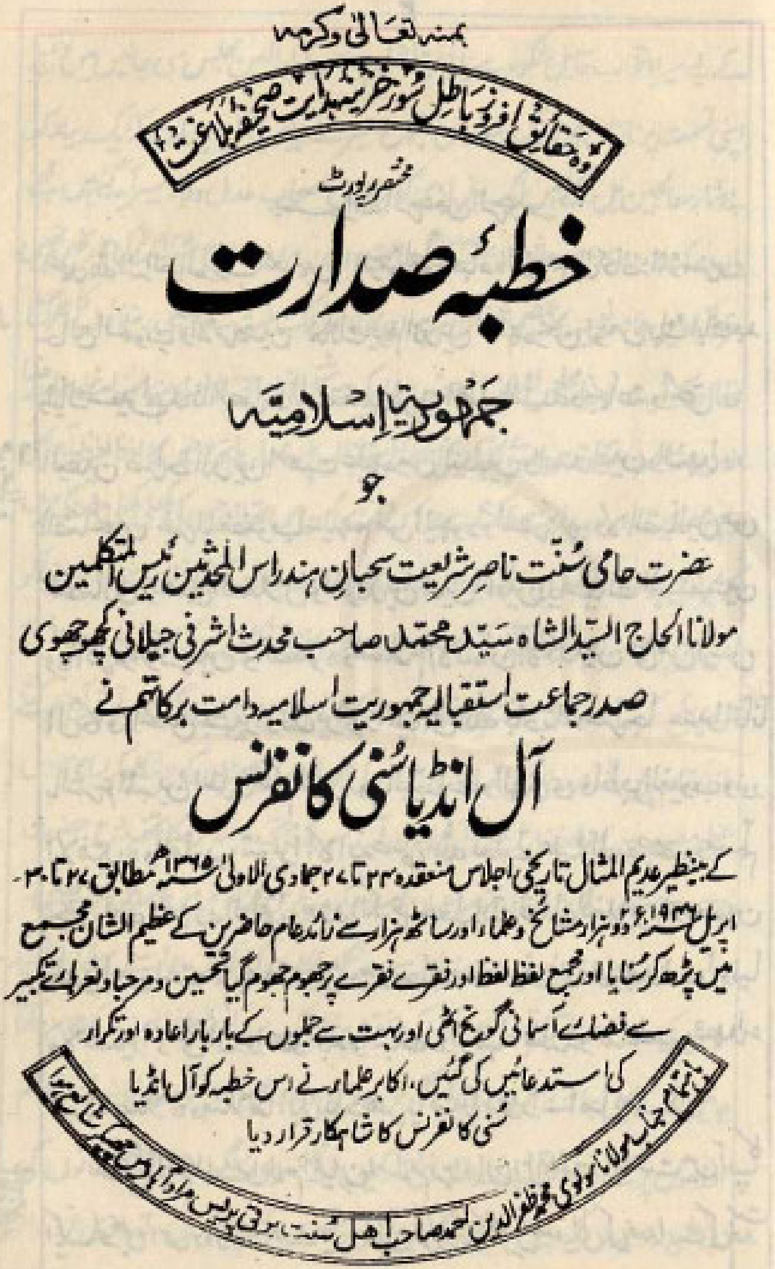

بمنہٖ تعالیٰ وکرمہٖ

وہ حقائق افروز باطل سوز خرمن شبہات صحیفۂ بلاغت

مختصر رپورٹ

خطبۂ صدارت

جمہوریۂ اسلامیہ

جو

حضرت حامی سُنت ناصرِ شریعت سحبانِ ہند راس المحدثین رئیس المتکلمین
مولانا الحاج السید الشاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی
صدر جماعت استقبالیہ جمہوریت اسلامیہ دامت برکاتہم نے

آل انڈیا سُنی کانفرنس

کے بےنظیر عدیم المثال تاریخی اجلاس منعقدہ ۲۳ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء دو ہزار مشائخ و علماء اور ساٹھ ہزار سے زائد عام حاضرین کے عظیم الشان مجمع میں پڑھ کر سنایا اور مجمع لفظ لفظ اور فقرے فقرے پر جھوم جھوم گیا تحسین و مرحبا و نعرہائے تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اٹھی اور بہت سے جملوں کے بار بار اعادہ اور تکرار کی استدعائیں کی گئیں، اکابر علماء نے اس خطبہ کو آل انڈیا سُنی کانفرنس کا شاہکار قرار دیا

باہتمام جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین احمد صاحب اہل سنت، برقی پریس مرادآباد [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھو رب العلمین الرحمٰن علی عبادہ الرحیم علی کافۃ المؤمنین خالق السمٰوٰتِ والارضین مالک یوم الدین اللھم نحن نؤمن بک ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم طریق اھل السُّنۃ والجماعۃ والحق و الیقین صراط الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء و الصّالحین غیر المغضوب علیھم من الیھود والمشرکین ولا الضالین من النصارٰی واھل الضلال والمرتدین اٰمین اٰمین یاغیاث المستغیثین ویا اکرم الاکرمین والصلوٰۃ والسّلام الاتمان الاکملان علی من ارسل الی کافۃ الخلق بشیرًا ونذیرا وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرا اتانا بالشرع المبین والقراٰن الحکیم المتین وبالبیّنات والھدی فاظھر الغیوب ونور الافئدۃ والقلوب تنویرا الا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وصحبہ وسلّم حبل اللہ وعروتہ الوثقٰی ونعمتہ الکبرٰی جعلہ اللہ تعالٰی للخلائق اجمعین ظھیرا من اعتصم بہ فقد نجٰی ومن خالف فقد غوٰی فلم یجد احدا ولیا ولا نصیرا وعلٰی اٰلہ واصحابہ واتباعہ واولیآء ملتہ وعلماء امتہ وشھداء محبتہ صلاۃ وسلامًا دائمًا ابدًا یا دھرًا کثیرًا کثیرا۔ اما بعد

مشائخِ کرام علمائے اعلام اعیانِ اسلام و برادرانِ اہلِ سنت وجماعت میں آپ کا ایک لمحہ بھی اس دور از کار بحث میں ضائع نہ کروں گا کہ مجلسِ استقبالی کی صدارت کی خدمت کے لیے میرا انتخاب قابلِ شکوہ ہے یا لائقِ تشکر ہے اس کو اراکینِ مجلس ہی جانیں میں تو آج اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ یہ مقدس اجتماع میرے لیے بالکل ایسا ہے کہ ایک بیمار کو بے شمار معالجین مل گئے ہیں یا ایک فریادی کو ہزاروں اصحابِ عدل وداد میسر آگئے ہیں مجھے یاد ہے کہ ۲۰-۲۱-۲۲-۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶-۱۷-۱۸-۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا، اور ملک و ملت کے حقیقی رہنماؤں کا جمگھٹا تھا اور بحیثیت صدر مجلس استقبالی حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولٰنا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا تاریخی خطبۂ استقبالیہ پڑھا جارہا تھا جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نورِ ہدایت رکھتا ہے جو اس وقت اُس میں تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشینگوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا اور عالم ربانی وعارف باللہ کے نورِ فراست کو آخر دنیا کو ماننا پڑا جس کو یاد کر کے آج دل کی گہرائیوں سے بے ساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے اور کاش دشمنانِ نظامِ اسلام کو ہم اسی دن پہچان گئے ہوتے تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے اور درندگانِ زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کر لیا ہے ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے (آئیے ہم اور آپ سورۂ فاتحہ واخلاص کا تحفہ روحِ حضرت حجۃ الاسلام کو ہدیہ کریں اور اُن تمام اعیانِ اسلام کو ہدیہ کریں جن کو ہم اس عرصہ میں گم کر چکے ہیں۔

حضرات! زمانہ اب اس منزل سے دور نکل چکا ہے کہ اظہارِ مدعا سے پہلے کوئی تمہید عرض کی جائے اور منتشر تصورات کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لیے خطابت کے جوہر دکھائے جائیں اب تو یہی ہمارے لیل ونہار کی گردش اور یہی رات دن کا چکر اور رونا نئے مظالم اور فتنوں پر نکلنے والا آفتاب اور نت نئی تاریکیوں اور ظلمتوں کا گواہ ماہتاب مسلمانوں کی بے نظمی اور سنیوں کی بے کسی اور اعدا کی تیاریاں دشمنوں کی چالاکیاں، تعدادی غرور والوں

اقتباس از دعوت نامہ

کی نبرد آزمائیاں، سرمایہ داروں کی ستم آرائیاں اور سب سے بڑھ کر ضمیر فروشوں کی غداریاں اور مسلم نماؤں کی اسلام دشمنیاں جن کو ہم آج ہر ہر منٹ دیکھ رہے ہیں یہی ہمارے اظہار مدعا کی تمہید ہیں اور اب اسلامی فریضہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک منٹ کی تاخیر اس لیے گوارا کی جائے کہ الفاظ کی الجھنوں اور عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا جائے۔

اے ہمارے مشائخ کرام اور اے ہمارے علمائے اعلام نائبانِ خیر الانام! ہم نے آپ کو زحمت دی اور آپ نے آج کل کے سفر کی دشواریوں کو برداشت فرمایا اپنا قیمتی وقت عطا فرما کر ہمیں نوازا، آپ کی زیارت نے ہماری دلنوازی کی، آپ کے دیدار نے ہمیں زندگی کی آس بخشی، آپ کی کرم نوازیوں پر ہم نے اپنے رب کو سجدے کیے کہ اُس نے ہم دردمندوں پر رحم فرمایا، اور ہمارے سچے رہنماؤں اور دینی قائدوں کا سایۂ کرم ہمارے سروں پر لا کر چھا دیا اب ہم اس عہد کے ساتھ کہ ہم اپنے آپ کو اپنی جان کو اپنی اولاد کو اپنے مال کو اپنی عزت کو آپ کے سپرد کر کے فریاد کرتے ہیں کہ آپ کے معبودِ برحق کے پجاریوں وہ معبود جس کو ہر ہر سانس میں آپ نے یاد رکھا اور جس سے ایک آن کی غفلت آپ نے گوارا نہ کی آپ کے رسول پاک کے نام لیواؤں، وہ رسول پاک جس کے ناموس و وقار کا پرچم ہاتھوں میں اور جس کے شہود و نمود کے جلوے آنکھوں میں اور جس کے دبدبے اور شوکت کے سکے دلوں میں آپ نے جمائے اُس کے کلمے پڑھنے والے پھولوں کو اعدا نے خار بنا لیا ہے۔ رسولِ پاک کی بھولی بھیڑوں کی تاک میں لگ گئے ہیں، دولت پر ڈاکے اقتدار پر بم باری، ایمان و اعتقاد پر دھاوا، عزت پر حملے، اُن کی تنظیم میں انتشار و تفریق کی سازشیں، ایک مسلم قوم پر ساری دنیا ظلم و تعدی کے لیے اُتر آئی ہے اور ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہا کہ جلد سے جلد اپنے چارہ سازوں کی طرف دوڑیں اور اُن دامنوں میں پناہ لیں

جن کو ہمارے مقدس اسلام نے ہمارے لیے پناہ گاہ بنایا ہے۔ ہمارے دعوت نامے بالکل صحیح طور پر آہِ مظلوماں کی شرح تھے ورنہ ہندوستان نے بلکہ ساری زمین نے کب دیکھا تھا کہ دعوت دی گئی اور اس شرط سے کہ ہم آپ کو سوکھی روٹی بھی نہ دے سکیں گے، قیام گاہ درختوں کے سایہ کے سوا ہمارے پاس نہیں ہے۔ جس دن محکمہ راشن نے ہم کو راشن دینے سے انکار کر دیا اور ہم کو اعلان کر دینا پڑا کہ ہم ایک نوالہ بھی کھلا نہیں سکتے۔ آپ اپنا کھانا ساتھ لائیے تو ہماری حالت عجیب تھی۔ آپ کی عظمت کا دربار ہمارے سامنے تھا جہاں ہم مجرم کی طرح شرمندہ سر نیچا کیے کھڑے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم آپ کو کیا منہ دکھائیں۔

بنارس کا ایک ایک سنی ایسا ہو گیا کہ گویا جسم میں جان نہیں، ہر ایک اپنا کھانا پینا بھول گیا اور ہم اپنی زندگی پر خود بخود شرمندہ تھے کہ اچانک دلوں سے ہوک پر ہوک اٹھی اور بیساختہ آہ کی طرح سر اٹھا، زبان پر یا اللہ اور یا رسول اللہ آ گیا، آسمانی رحمتوں کو حسرت بھری نگاہیں تکنے لگیں، عالم تصور کعبے لے گیا، طیبہ لے گیا، بغداد پہنچے، اجمیر گئے۔ سامنے آزمائش و ابتلا کی زمین آ گئی اور کرب و بلا کا خط آنکھوں میں سما گیا اور جیسے کسی نے کہہ دیا کہ یہ تو میدانِ کربلا ہے یہ تو ہو بہو اس سے زیادہ ملتا جلتا ہو گیا کہ دانہ پانی بند کر کے دنیا نے اہلِ حق کو اعلانِ حق سے روکنے میں کامیابی حاصل نہ کی، حسین کی قربانیوں نے دل تھام لیا۔ کربلا کے بے آب و دانہ شہیدوں نے ثباتِ قلب عطا فرمایا اور ہماری عقیدت کی دنیا کا ذرہ ذرہ کہنے لگا کہ حق پرست اور مقدس صابرین ہماری بیکسی و نااہلی پر رحم فرمائیں گے اور ہماری آہ سے ضرور تڑپیں گے اور ہماری رہنمائی کے لیے ہمارے رہنما بلا شرط آ جائیں گے، ہمارا یہ احساس جاں بخش ہوا یقیناً یہ غیبی آواز تھی، چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں اور اے دنیا بھر کے دیکھنے والو دیکھو کہ آج ہمارے رہنما ہماری فریاد پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے آ گئے اور بلا شرط آ گئے اور بیشمار آ گئے۔ ہمارے اجلاس کے

[illegible]

[illegible]

بنظیر اجلاس ہونے کی وجہوں میں سے سب سے زیادہ عظیم وجہ یہ بھی ہے جس کو آج تک ہندستان نے کبھی نہیں دیکھا اور آئندہ ہمیشہ حیرت کرتا رہیگا۔

سنی کانفرنس کے لیے بنارس کا انتخاب

اے ہمارے بزرگو! ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو کیونکہ ہم سے ملک میں جا بجا کہا گیا کہ ہم نے فریاد کے لیے بنارس کا انتخاب کیوں کیا؟ اور ہم نے ملک کے طوفانی دورے میں سب کو یہی جواب دیا کہ ہندوستان کا نقشہ دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ بنارس ہندستان کا مرکز واقع ہوا ہے ہر طرف سے آنے والوں کے لیے برابر کا فاصلہ پڑتا ہے۔

لیکن اب آپ بنارس آچکے اور پچھم سے آنے والوں نے دیکھا کہ بنارس سے متصل وہ شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ کا دار السلطنت رہا ہے۔ اسٹیشنوں کے اسلامی نام اکبرپور، شاہ گنج، ظفرآباد، جلال گنج، خالص پور وغیرہ راستہ میں پڑے ہونگے۔ پورب سے آنے والوں نے بنارس کو پہونچنے [illegible] تاجپور، یوسف پور، غازیپور، سید پور، ڈہوکو۔ دکھن میں الہ آباد و مرزاپور سے گذرے ہونگے، بنارس کے حاشیہ پر مسلمانوں کی قائم کردہ آبادیاں بتاتی ہیں کہ بنارس مسلمانان ہند کی نگاہوں میں ہمیشہ مرکز توجہ رہا ہے اور اس شہر پر کنٹرول رکھنا ہمارے مورثوں کی وراثت ہے، بنارس کے گھاٹ کی زینت وہ مسجد ہے جو حضرت عالمگیر کی بلند نظری کی گواہ ہے اور وہ جامع مسجد ہے جس کی اینٹ اینٹ تاریخ کا عظیم الشان دفتر ہے۔ دہلی کی طرح یہ بھی شہر ہے جہاں اب تک شاہانِ مغلیہ کی نسل آباد ہے ہماری مجلس استقبالیہ کے نائب صدر مرزا جہانگیر بخت لال قلعہ دہلی کے حقدار و وارث اسی بنارس میں رہتے ہیں۔ بنارس کا ایک محلہ بھی ایسا نہیں جس میں گنج شہیداں نہ ہو، شہر سے جس طرف نکل جایے کوئی نہ کوئی مسلم الثبوت عارف باللہ آسودۂ زمین ہے اور سارا حاشیہ اولیا نگر ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حاشیہ متن کی اہمیت کو بڑھاتا ہے اور اس کی گتھیوں کو سلجھاتا ہے یہی آثار صنادید ہیں جو اس شہر

کی دینی یا سیاسی اہمیت کی معتبر اور مفصل تاریخ ہیں اور اسی روشن ماضی کے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر برطانوی اعلان و اصطلاح میں تقریباً ایک لاکھ مدعیانِ اسلام پر مشتمل ہے جو عموماً تجارتی و صنعتی دنیا کے ماہر ہیں اور جن میں اہل سنت و جماعت کی تعدادی برتری بحمدہ تعالیٰ نوے فیصدی ہے۴ ایک ایک محلہ میں مشائخ کرام کی دو دو چار چار خانقاہیں ہیں سلاسل اربعہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ کا فیض علم ہر طرف جاری ہے اسی شہر میں وہ خانقاہ اشرفی ہے جو علما اور مشائخ کی خدمت کرنے میں زبان زد ہے اور ہماری مجلس استقبالیہ کے ناظم رسل و رسائل اور ہمارے برادر طریقت شیخ عبداللہ صاحب کنٹرکٹر ڈسٹرکٹ بورڈ بنارس کینٹ کے بالائی حصہ پر جس کی کل ذمہ داری ہے اس شہر میں عربی علوم کے لیے دو مشہور مدارس ہیں ابتدائی دینی تعلیم کے لیے جن سے کہیں زیادہ مکاتب ہیں۔ مدرسہ حمیدیہ رضویہ، مدرسہ فاروقیہ، انجمن اشاعۃ الحق اہل سنت و جماعت کے مستقل ادارے ہیں جن میں سے پہلا مدرسہ ہمارے محترم خازن اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے اصل داعی حاجی جلال الدین صاحب اور ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم جناب عبدالنعیم صاحب صدر مدرسہ کی حوصلہ مندیوں کا اور دوسرا مدرسہ ہمارے سنی کانفرنس بنارس مدنپورہ وارڈ کے ناظم حاجی عبدالغفور صاحب کی جانکاہیوں کا نمونۂ حسنہ ہیں۔ سرآمد شعرا علی حزیں اسی بنارس میں آکے چپکے تو جانے کا نام نہ لیا نہ جانے کس لیے جانے پر اصرار کیا تو چیخ پڑے کہ "از بنارس نروم" پچھلے عہد میں ابھی کتنے دن کی بات ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنارس آئے تو اپنے وطن پنجاب کو واپس نہ ہوئے اور بنارس کو وطن بنالیا حضرت کی شہر میں بیشمار یادگاریں ہیں جن میں قابل تذکرہ وہ خانقاہ حمیدیہ بھی ہے جو تاج بابا محل کے اندر واقع ہے اسی خاندان تاج کے چشم و چراغ ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم حافظ محمد اسحٰق صاحب ہیں۔ غرض بنارس کے ذرہ ذرہ میں اگر بت پرستی کی مفروضہ پرانی تاریخ ہے تو اسلام کی تہذیب کا دفتر بھی ہے اور یہ ایسا تاریخی شہر ہے جس نے علم و عرفان سیاست و اقتدار ادب و تمدن ہر قوم مسلم کو فیضیاب کیا ہے جنھیں ہمیشہ امتیازی درجہ رکھا ہے ہمارے برادر وطن کچھوچھہ شریف بنارس کا مستقل دارالشفا ہے آسیب زدہ و مجانین ساجیری نہیں بلکہ سر میں درد ہوا تو تین دن سے زیادہ رہ گیا اور بنارس سے کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد پہنچ گیا ۔۔۔ آستانۂ اشرفیہ کی خاک چاٹی اور تندرست واپس ہوگیا۔

۴ دینی جذبہ کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اس شہر کے مشہور سوداگر اور ہماری مجلس استقبالیہ کے ناظم مالیات جناب [illegible] صاحب، اور نائب ناظم جناب نذیرالدین صاحب جو آل انڈیا سنی کانفرنس کی روح رواں ہیں اس شہر کے دینی لیڈر بھی ہیں۔

اس کثرت آمد و رفت اور یہاں سلسلہ عالیہ اشرفیہ کی وسعت کا نتیجہ ہو کہ میرے بنارسی بھائیوں نے مجھ کو بنارسی ہی قرار دیا اور میں بحیثیت ایک بنارسی کے اپنی جماعت استقبالیہ بنارس کی ترجمانی کر رہا ہوں ہیں اس موقع پر اپنے بنارسی بھائیوں کے ہم وطن قرار دینے پر فخر کرتا ہوں لیکن اس منصب کے قبول کرنے پر شرط لگا دی ہے کہ میری کسی لغزش کی چشم پوشی اور میری کسی خطا پر پردہ داری کی گئی تو میں میدان حشر میں دعویدار ہونگا میرے بھائیوں نے مجھ کو یقین دلا دیا ہے کہ میرے قدم قدم میرے لفظ لفظ اور ہر سکون و حرکت پر ان کا مکمل کنٹرول رہیگا وللہ الحمد۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اس تاریخی شہر کی اہمیت اسلامی سلاطین نے اولیاء کاملین نے علماء ربانیین نے جو محسوس کی تھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمانے کے لیے آپ حضرات کو یہاں مجتمع کرنا اب ایسی بات نہیں رہی جس پر ذرا بھی تعجب کیا جائے لیکن لے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ ہم نے آپ لوگوں کو اس گرمی کے زمانے میں اور سفر کے ناقابل برداشت دور میں ایک بارگی ایک ساتھ ایک میدان میں رونق افروز ہونے کی زحمت کیوں دی، حالانکہ آپ ہمیشہ اپنی اپنی جگہ پر رہنمائی فرماتے رہے اور ہم آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے اپنا مداوا حاصل کر سکتے تھے، نہ آپ نے رہنمائی میں کبھی بخل فرمایا نہ آپ کے قدم تک پہنچنے میں ہمارے لیے کوئی رکاوٹ ہوئی بایں ہمہ ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بیباختگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کر دیے اور اہل زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی شدت اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے [illegible] کے [illegible] سنیوں کے دینی روایات [illegible]

ہو آج ہمارے
بزرگوار و
بچے آپ کو
گرم موسم
میں سفر کی
تکلیف دی
حالانکہ ہے
اس احتیاج
کیلیے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
میں معروف تھا۔
جسمیں [illegible] حضرت
مفتی اعظم [illegible]
برکاتہم بھی تھے
اسلیے مجبوراً ہم نے
مارچ کا مہینہ [illegible]
چونکہ وہ مہینہ [illegible]
کی سیاسی گرما گرمی کا
زمانہ تھا۔ الیکشن کے
[illegible] پاکستان
[illegible] وزارتی
[illegible]
[illegible]

[illegible]

گیا ہے وہ ارض مقدس اب تک اُن فتنوں کا آماجگاہ ہے فلسطین کے سُنی بھائیوں پر بے رحم یہودیت ستم آرائیوں کی مشق کرنے کے لیے مسلط کی جا رہی ہے ہمارے جاوا انڈونیشیا کے سُنی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہو رہی ہے اور ان بے گناہوں کی خطا صرف اتنی ہے کہ وہ سُنی ہیں اور اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں صرف اہل سنت و جماعت کو پامال کرنے کے لیے اکثریت کا سانڈ چھوڑ دیا گیا ہے، اہل باطل کی ٹولیوں کو سنیوں پر بھونکنے کے لیے پالا جا رہا ہے اور قیاست یہ ہے کہ سنیوں کو ختم کرنے کیلیے جن دشمنوں کو راشن دیا جاتا ہو اُن کا نام بھی سُنی رکھا گیا ہے ابن عبد الوہاب کا پرستار اپنے کو سُنی کہتا ہے یزید و ابن سعد کا پجاری اپنے کو سنی کہتا ہے سنیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام سُنی بورڈ رکھا جاتا ہے۔ سنیوں کو اپنے ملک میں زندہ نہ رہنے دیں، سنیوں کو اُن کے وطن سے نکالیں، سنیوں کے ایمانیات پر حملہ کریں، سنیوں کے عقائد پر ڈاکے ڈالیں، سنیوں کی سیاست میں روڑا اٹکائیں اور پھر بھی سُنی کے سُنی بنے رہیں۔ یہ وہ مصیبتِ عظمیٰ اور قیامت کبریٰ ہے جس نے سنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے۔ آج کا وہابی کل سُنی تھا، آج کا قادیانی کل سُنی تھا آج کا خارجی کل سُنی تھا۔ اس طرح سنیوں کے گھر میں آگ لگا دی گئی ہے، اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازش کر رکھی ہے اور انہیں پالتو اور شکار کیے ہوئے افراد کے بل بوتے پر اگ مار کہ لیڈر سنیوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں سول جنگ کی دھمکی دیتے ہیں، کس قدر ہوشربا واقعہ ہے کہ ہندوستان سُنی مسلمانوں کا ملک تھا سنیوں نے [illegible] تہذیب کی بنیاد رکھی لیکن اب [illegible] کی نظر میں ہے نہ دنیا کی [illegible] عالمگیر کے [illegible] کو [illegible] الہند [illegible] کی رگیں نکالی جاتی ہیں

[illegible]

امیرِ شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے، ہمارا وہ مقدس و برگزیدہ نام جو ہمارے آقا حضور پُر نور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ہمارا یہی مکمل پتہ بتایا تھا کہ ما انا علیہ و اصحابی یعنی اہل سنت وجماعت اُس کا مجرمانہ استعمال اپنے لیے وہ کر رہا ہے جو سنیوں کو ہلاک کر دینے پر حلف اُٹھا چکا ہے، سنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جاتا ہے اور اُس میں ایسے دل و دماغ تیار کیے جا رہے ہیں جو سنیوں کو ستائیں، جمہوریت اسلامیہ سے ٹکر لیں، اسلامی اتحاد میں انتشار پیدا کریں، اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں، ہمارے سلاطین و امراء و خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ ہمارے دشمنوں کا ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا ہمارے محاربوں کا ہماری خانقاہوں میں رسائی۔ خانقاہ شکنوں کی ایک بات ہو تو عرض کی جائے۔

؏ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم !

غضب یہ ہے کہ یہ سارے عظیم فتنے اور تمام مہلک خطرے آپ کے سامنے ہیں آپ کے دیکھتے ہوئے سنیوں کا جینا دشوار ہو رہا ہے، آپ کی آنکھوں کے سامنے سنیوں پر گھیرا ڈال دیا گیا ہے اور آپ کی موجودگی میں آپ کے رسول کی اُمت دن دہاڑے لوٹی جاتی ہے۔ سنیوں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر اُن کے سبوح و قدوس خدا جس کے سرادقات جاہ و جلال تک کسی عیب کی رسائی نہیں اُس کو بالامکان جھوٹا کہا جا رہا ہے سنیوں کو ایذا دینے کے لیے فضیلت علم میں شیطان کو رسول پر بڑھایا جا رہا ہے رسولِ پاک کے علم کو پاگلوں چوپایوں کی طرح قرار دیا جاتا ہے۔ آج ختم زمانی نبوت کا انکار ہے تو کل کوئی مدعی نبوت نکل پڑا ہے بے دین مشرک پرست خود ہیں اور ہم دینداروں کو بھی مشرک کہتے ہیں۔ دین فروشی ملت فروشی وہ کریں اور سنیوں کو ملت فروش بتائیں نام لیں مدح اہلبیت کا اور تبرا بکیں اصحاب پر۔ دعوت دیں مدح صحابہ کی اور کام کریں قدح اہل بیت کا۔ یہ تو دین پر بھاری ہے۔ دنیا میں سنی باز ار

سے نکالا جا رہا ہے اُس کو مقروض بنا کر دیا یا جا رہا ہے، اُس کی وراثتِ حکومت کو غصب کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ کیا ہماری قوم میں کوئی ہمارا سردار نہیں ہے؟ یہ تو صریح غلط ہے، بعونہ تعالیٰ ہمارے قدرتی اور خلقی سردار ہمارے علماء ہمارے مشائخ اس ملک کے دینی آسمان کو سنبھالنے والے اتنے ہیں کہ آج تک اُن کے شمار کی آخری تعداد ہزاروں کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکی۔ تو پھر کیا وہ ہماری سُنتے نہیں یا ہمارے حال کو دیکھتے نہیں، یہ بھی غلط ہے۔ وہ نہ سُنیں تو پھر سُننے والا کون ہے۔ وہ نہ دیکھیں تو پھر دیکھنے والا کہاں رہتا ہے تو کیا وہ غافل ہیں، یہ بھی غلط ہے جس کی گہری نیند پر غفلت کا گزر نہ ہو سکے وہ بیداری میں کیسے غافل رہیگا تو کیا وہ ہم سے بے پرواہ ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ ہمارے لیے گاؤں گاؤں پھرنا۔ وادی وادی چوٹی چوٹی، شہر بہ شہر قریہ بقریہ پھرتے رہنا، ہمارے ایمان کو سنوارنا، ہمارے عمل کو سجانا، ہماری گئی ہوئی حکومت کو یاد دلانا ہماری تاریخ کو دُہرانے کی سعی فرمانا اور ایسے دور میں جب پیری مریدی پر چوٹ کرنا فیشن ہو۔ دین اور علم دین کا نام لینا قہقہے کی نذر ہو۔ مشائخ کو قوم پر بارِ گراں کہا جا رہا ہو، علماء دین پر انگشت نمائی کا دستور بنا لیا گیا ہو پھر بھی دین کا ذمہ دار اور سنیوں کا سردار طبقہ ہر طعن سے بے نیاز ہو کر وہی کر رہا ہے جو اُن کا منصب ہے، ان کے آقا کی سلطنت مصطفویہ نے اُن کو جس کرسی پر بٹھا دیا بعونہ تعالیٰ پوری ذمہ داری کے ساتھ وہ ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں ان پر فرقہ وارانہ ذہنیت کی پھبتی کسی گئی، اُن کو پرانی لکیر کا فقیر کہہ کر ہنسا گیا اور وہ کونسی اذیت ہے جو ان کو نہ پہنچی مگر مرحبا اور ہزار مرحبا بیشمار مرحبا ہو اُن کے عزم و ثبات کو ہمت و استقلال کو کہ یہ مبارک طبقہ اپنے کام میں لگا رہا اور اپنے پاک مقصد سے کبھی نہ ہٹا اور اپنے مقدس فتویٰ کا ایک حرف کبھی نہ کاٹا اور اپنے علم و عمل کی یکرنگی میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ اسی گروہ پاک کے عزم پاک کا پاک نتیجہ ہے کہ ان کے پیغام کی آواز

بازگشت آج یونیورسٹی سے کالج سے اسکول سے، کوچہ و بازار سے درودیوار سے آرہی ہے اور ہندستان کا کونسا سنی ہے جو نعرۂ پاکستان سے بے خبر ہے دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سُنیئے کہ اس پیغام کے لیے قدرت نے عہدِ حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا وہ ہماری آل انڈیا سُنی کانفرنس کے ناظمِ اعلیٰ و بانی ہمارے صدر الافاضل اُستاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذاتِ گرامی ہے اور اُن سے سب سے پہلے جو اس دولت کو لے کر بانٹنے لگا اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکلی، بات دور نکل گئی میرا کہنا یہ تھا کہ ہمارے رہنما ہم سے بے پروا نہیں ہیں پھر کیا بے رحم ہیں؟ توبہ توبہ یہ کہنا تو سفید جھوٹ بولنا ہے اُن کی راتیں ہمارے لیے آہیں کٹیں، اُن کے دن ہمارے غم میں بسر ہوئے اُن کے پاس کوئی ایسی دعا نہیں جس میں ہماری یاد نہ ہو اُن کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ ہماری تڑپ اُس میں نہ ہو پھر یہ اندھیر نگری کیوں ہے۔ یہ ظالموں کی غارتگری اور سُنیوں کی بیکسی کیسی ہے میرے خیال میں اس کا ایک اور صرف ایک جواب ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر ہمارا کوئی نظام نہیں ہے ہم میں کوئی رابطہ نہیں، ہمارا ہر ایک رہنما ایک دوسرے کی حدود سے الگ، ہمارا سردار طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں، کہاں ہیں، کتنے ہیں۔ سندھ اہل ہند کی نگاہ میں کوئی آسمانی آبادی ہے، ہند اہل سندھ کے خیال میں کرۂ زمین کے آخری سرے کا نام ہے، کتنے ہمارے پنجاب میں ہیں کہ لکھنؤ دیکھا نہیں، بنارس سُنا نہیں کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں، منٹگمری کو سُنا نہیں آل انڈیا سُنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیانِ اسلام میں سے نو کروڑ ہیں۔ بنگال کے ایک ضلع چاٹگام اور اس کے

حواشی میں سوا سو علمائے اہل سنت مدرسین مبلغین مصنفین و ارباب فتاویٰ ہیں۔ ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار بیس ہزار سے زائد ہمارے دفتر میں آچکا ہے۔ تو ہم اس قدر متحیر ہوئے جس قدر ہمارے سنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سُن کر حیران ہیں اگر مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اس قدر لشکری منظم ہو جائیں اور اتنے کثیر قائدین کی قیادت مجتمع ہو جائے تو پھر کھلے بند غیر مسلم ہوں یا مسلم نما غیر مسلم ہوں کیا مجال کہ کوئی ہم سے ٹکرا سکے اور کیا طاقت کہ ہمارے سامنے آسکے، کشتی لڑنا درکنار ہاتھ ملانے کی جرات نہیں کرسکتا ساری سازش تارِ عنکبوت ہو جائے، ساری چیخ پکار مکھی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ وقیع نہ رہے۔ ہم کو جب یہ محسوس ہوا تو ملک و ملت کی حالت مجبرہ میں ہمارے لیے کوئی چارۂ کار اس کے سوا نظر نہ آیا کہ ہم آپ سرداروں کو ایک جگہ بٹھا دیں اور خود وفاداری کا عہد کریں۔ آپ ججوں کی ایک عدالت بنائیں اور اپنی تقدیر کا فیصلہ چاہیں۔ آپ معالجین کو ایک مقام پر بٹھا کر اپنی بیماریوں کا علاج کرائیں۔ اب آپ کے کریمانہ اخلاق ہیں اور ہماری قابلِ رحم حالت ہے جس نے جرات دلائی اور اللہ تعالیٰ کا ہزاروں شکر ہے کہ ہم نے مرنے سے پہلے آپ حضرات کو ایک مقام پر جمع کر دیا نہ ہم میزبان ہیں اور نہ آپ مہمان بلکہ ہم جاں بلب ہیں اور آپ مسیحا دم ہیں۔ آپ ہماری کراہ سے نہ گھبرائیں آپ ہماری بےچینی سے چیں بجبیں نہ ہوں۔ ہم آپ کی خاطر کب کرسکتے ہیں؟ ہمارے پاس کھلانے کو روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ہے۔ ہم آپ کو کہاں ٹھہرائیں، ہمارے پاس تو پھونس کا چھپر بھی نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کو ٹھہرانے کے لیے ہمارے خانۂ دل کی ویرانیاں ہیں اور آپ کی خاطر کے لیے جان حاضر ہے جگر حاضر ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ سر حاضر ہے۔

مشائخ عظام و علمائے اعلام، ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ہر فرد مبلغ ہو ہماری

پُرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ رعایا مبلغ علماء مبلغ عوام مبلغ پیر مبلغ مرید مبلغ سوداگر مبلغ مزدور مبلغ۔ کوئی ہے جو رسول پاک کے دست پاک پر اسلام قبول کرکے مبلغ دین نہ بنا ہو۔ کوئی مثال ہے کہ صحابۂ کرام سے دولت ایمان پانے والا مبلغ نہ ہوا۔ تبلیغ تو اسلام کا اصلی سہاگ ہے۔ تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے۔ یہودیت میں سازش کے سوا کیا رکھا تھا۔ نصرانیت کا منتر لے دے والا کان کے سوا میدان میں کہنے کے قابل کب تھا۔ مشرکین کے اوہام وخیالات میں تبلیغ کی روح کیسے آتی۔ سب کے سب سچے دین کے نام کو اپنی پرائیوٹ جائداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے کہ تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا۔ صداقت کی روشنی کو پھیلا دیا۔ ہدایت کی دلوں میں تڑپ پیدا کردی، رشد وارشاد کا دروازہ کھول دیا جن وانس کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مامور فرمایا کہ بلغ ما انزل الیک رسول پاک نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا بلغوا عنی ولو بکلمۃ

میرا جد اعلیٰ جیلان میں پیدا ہوا اور گھر کو چھوڑ کر بغداد چلا گیا، میرے ہندستان کا بادشاہ چشت میں پیدا ہوا اور اجمیر چلا آیا، میر اسلطان سمنان چھوڑ کر کچھوچھہ آیا۔ میں غوث کی بارگاہ میں سرنیاز جھکا کر میں خواجہ کی خواجگی کے حضور وفاداری کا حلف اٹھا کر میں اپنے سلطان کی سرکار میں عقیدت کا نذرانہ لے کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف تبلیغ دین کے لیے تھا۔ تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی۔ مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نذر ہوا۔ عیسائی مشنری ایک نظام کے ماتحت ہے، واہمہ پرست مشرکین کا منظم سنگٹھن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے اور الٹی گنگا ایسی بہہ رہی ہے کہ تبلیغ جس کا حصہ ہے اس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے۔ کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو، ہر صوبہ میں اس کی شاخیں ہوں ہر ضلع میں اس کا آفس ہو، ہر تحصیل میں اس کا نظام ہو، ہر ہر قریہ میں ایک ہی طریقہ کار ہو تو آپ دیکھ

لیں گے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے۔

حضرات! دنیا میں ایک ذہنی انقلاب ہے اور قوموں کے کان ایسے پیغام کی تلاش میں ہیں جو انسانیت کو انسانی شرف بخشے۔ زمین کو گہوارۂ امن وامان بنا دے جہاں روح بر سر عمل ہو۔ اور نفس کا وجود وعدم برابر ہو اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہی چیز ہو جس کا نام پاک اسلام ہے۔ اسی تبلیغ کی ایک اہم اور ٹھوس شاخ تعلیم مذہبی ہے تعلیم ہی سے قومی دماغ کی تعمیر کی جاتی ہے۔ تعلیم ہی سے صحیح تدبر اور درست تفکر کی اہلیت ابھاری جاتی ہے۔ اور تعلیم ہی سے قوم کو اس کے اصلی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے اس تعلیمی آوارگی کا خطرناک نتیجہ ہے کہ قرآن وحدیث کا پیارا پیارا نام لے کر آپ کو ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو خود مسخ ہوگئے اور اسلام کو مسخ کرنے کا قصد کرلیا، گزشتہ ایک صدی کے اندر جتنے فرقوں نے برطانوی سایہ میں جنم لیا وہ سب تعلیمی خامی کی ماتمی یادگار ہیں عقل کی سلامتی صحیح تعلیم سے ملتی ہے ورنہ عقل ایسی ماری جاتی ہے کہ آپ اس جنونی طبقہ سے آگاہ ہیں، جو پیغمبر اسلام کی توہین کو اسلام کی تعلیمات میں تلاش کرتا ہے۔ اس جنون کی کوئی حد ہے، کہ شارع کی عظمت کو اس کی شرع سے گھٹانے کی کوشش کی جائے۔ سارے ملک کو تجربہ ہو چکا کہ آوارہ تعلیم گاہوں کے طلبہ نے قبلہ کی طرف سے کس طرح منہ پھیر کر اپنی توجہات تعبد کو راشٹر باپو کی طرف پھیر لیا؛ مدرسین نے مکہ چھوڑا، اور ہاں کان کھول کر سننے والے سن لیں کہ صلاح الدین نے مدینہ چھوڑا اور بالکل چھوڑا اور دشمنان حرمین سے رشتہ جوڑا۔ اب قرآن شریف اس لیے پڑھایا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رہے۔ حدیث شریف میں ان کو یہی نظر آتا ہے کہ غیروں کے ہاتھ بکنا ہی اسلام ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دیکھیں ۱۲۷

ایسی غیر ذمہ دارانہ تعلیم سے جہالت ہزار درجہ بہتر ہے کیسی ناپاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرز اٹھے اور پاکستان میں جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے، اسلامی تلوار کی آزادی میں اپنی موت معلوم ہو کیا سنیوں کی سنیت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت اس قومی و دینی جرم کو برداشت کر سکتی ہے کہ ایسی درسگاہ کو مدد دے کر اس کو زندہ رکھا جائے ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک میں صحیح تعلیم کے اداروں کی بڑی تعداد ہے۔ ہر ہر صوبہ میں کامل النصاب مدارس بکثرت موجود ہیں، اور ماشاء اللہ خوب کام کر رہے ہیں، صدہا علماء سالانہ ان سے فیضیاب ہو کر ہدایت و ارشاد خلق کی خدمتیں انجام دیتے ہیں۔ درس، افتاء، وعظ، مناظرہ، تبلیغ دین کے مساعی میں معروف ہیں یہ جماعتیں نہ ہوتیں اور یہ مدارس سرگرم عمل نہ ہوتے تو اس زمانہ میں بیدینی اور بھی ترقی کرتی اور مذہب کے جاننے والے میسر نہ آتے اور اسلامی اعمال سے دنیا نا واقف ہوجاتی۔ مگر باوجود اس کثرت کے قابل افسوس اور لائق رنج یہ ہے کہ ان علمی دینی درسگاہوں میں کوئی نظم و ارتباط نہیں۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ معیار تعلیم میں ایک ضابطہ نہیں، نصاب میں یکسانیت نہیں، طریق تعلیم میں توافق نہیں کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں، مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو، ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو، ہر جگہ ایک نصاب ہو، ایک ہی پرچہ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالب علم دے۔ ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اس طرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنے والی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح کرنا ہر ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے برکت تعلیم سے ہر آن اسلامی آن بن جائے تو پھر اس آن کی وہ آن و شان ہے

جس کو ہم پاکستان کہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دانوں کو لیا جائے، ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے۔ ائمہ مساجد کا ایک نصاب ہو اور کوئی امام بے سند نہ رہ جائے۔ بڈھوں کے لیے شبینہ تعلیم گاہ کھولے جائیں آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لیے کتابیں تصنیف ہوں اور تصنیف جمہوریت اسلامیہ کی نگرانی میں ہو دینی کتابیں سُنی طبع ہوں جس پر جمہوریت اسلامیہ کی تصدیق ہو۔ علوم جدیدہ کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء ان سے واقف کیے جائیں، سیاسیات و اقتصادیات تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سُنی ماہرین سُنی مدرسہ، سنی اسکول، سنی کالج، سنی یونیورسٹی دین و دنیا کی حامل بن جائے، اور اس سے ایسے دل و دماغ پیدا کیے جائیں جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جود و سخا، دشمنوں سے جُدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں جن کا جینا مرنا اللہ کے لیے ہو تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرۂ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے۔ جو قوم علم میں، عمل میں، اخلاق میں پاک ہوجاتی ہے وہ جہاں قدم رکھ دیتی ہے اُس کو پاکستان بنا دیتی ہے۔

حضرات! آپ پر روشن ہے کہ سنیوں کی ساری کمزوریاں اسی صحیح تعلیم کی کمی کا نتیجہ ہے۔ علم درست طور پر آجائے تو خود معلوم ہوجائیگا کہ دوسرے ادیان و مذاہب کی طرح اسلام نہیں ہے کہ کچھ عقائد کچھ خیالات کچھ اوہام پر اعتکاف کر کے اس کا نام دین رکھ لیا جائے۔ اسلام تو خود حقائق کے اعتراف کے ساتھ اپنے پیرو کو میدانِ عمل میں کھڑا کر دیتا ہے عقیدۂ توحید سے لے کر معاد کی تمام تفصیلات کو اس لیے منواتا ہے کہ جو کچھ مانا ہے اُس کو کر کے دکھا دیجئے۔ اسلام انسان کو عملی انسان بناتا ہے۔ دینداری کی سند حُسنِ کردار پر دیتا ہے۔ صاحب تخت و تاج ہو یا مسکین و محتاج، سب کے لیے اسلام نے مکمل پروگرام بنا دیا ہے یہ اسلام کا وسیع روحانی نظام ہے جس نے خدا کی پرستش کو رکوع و سجود میں محدود نہیں کیا

اسلامی نظام

اور نہ مسجد ہی کو اس کے لیے خاص کیا بلکہ اسلام سونے کو جاگنے کو، چلنے پھرنے کو، جم کر بیٹھنے کو کھانے پینے کو، اہل وعیال کی نگرانی کو، بال بچوں کی پرورشوں کو، صنعت وحرفت کو کاروبار تجارت کو، مزدوری ومحنت کو خلق کی خدمت کو بزم کو رزم کو سب کو عبادت بنا دیتا ہے۔ یہ اسلام نے بتایا ہے کہ عبادت بازاروں میں بھی ہوتی ہے اور کارزاروں میں بھی ہوتی ہے اور کان صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ سے بھی ہوتی ہے اور قلم کی رفتار اور تلوار کی جھنکار سے بھی ہوتی ہے ڈنڈوں اور ڈھیلوں سے بھی ہوتی ہے، اور کشتی کے اکھاڑوں میں بھی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اسلام کی بدولت خدا کو پہونچتا ہے، پھر اسلام نے قبائل کے خون کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انسانی برادری کا پیغام دیا ہے۔ اور مفروضہ تفاوتِ مدارج کو میٹ کر اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم فرما کر برتری کا مدار عمل صالح پر رکھ دیا ہے۔ اسلام کے پروگرام کا دنیا کو تجربہ ہو چکا ہے ساری دنیا نے دیکھا کہ اُمیوں کو استادِ زمانہ بنانے والا غیر متمدن کو تمدن کا علمبردار کر دینے والا۔ بکری چرانے والوں اور اونٹ کے گلہ بانوں کو تخت وتاج کا مالک بنا دینے والا، بے امنوں کے گہوارہ کو دار الامن کر دینے والا، اسلام اور صرف اسلام ہے۔ مگر آہ کہ جہالت وبے خبری کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ بے عملی ملت پر چھا گئی ہے مسجدیں ویران ہیں۔ ان کے امام بیشتر بے سند ہیں۔ اسلامی کلچر پر تنصر یا تہند کی لعنت لائی جاتی ہے۔ خانقاہوں کا صحیح استعمال چلا جا رہا ہے، ہر ایک نیا نیا لائحہ عمل اپنے جی سے بناتا ہے، قانون ساز کونسلوں کی بلا جب سے ملک میں آئی ہے تو ان ناداروں کو دیکھ کر جن کے پاس کوئی حتمی قانون صحیح ہے اور وہ اپنی سوسائٹی کے لیے قانون سازی پر مجبور ہیں اب مسلم نشست پر پہنچنے والے بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون ساز جب قانون بناتا ہے، تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اس کے پاس اس بارے میں کوئی قانون

[illegible]

[illegible]

نہیں کیا مسلمان کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوا قانون سازی کر کے اسلام کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر یہ منگوہٹ خلع بل کیا بلا ہے۔ یہ شاردا ایکٹ میں قوم مسلم کا شمول کون سی لعنت ہے اور جہالت کا مہلک اثر یہ ہے کہ بے خبر ہیں اور اپنے کو باخبر سمجھتے ہیں۔ علم دین میں ایک ان پڑھ سے بھی بدتر ہیں۔ اور پھر علمائے دین کے منہ آتے ہیں۔ برطانوی فقہ کے پست تصورات کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے کمزور انسان کے بنائے ہوئے کمزور قانون سے جو روز انہ بنا بگڑا کرتے ہیں پیشہ ورانہ الجھاؤ دماغ کو [illegible] اور الٰہی قانون تک باریاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دار التصنیف اپنے ہاتھ میں لے۔ نکاح وطلاق وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون بنا دیا جائے غیر مشروع قوانین کو ختم کر دیا جائے مسلمانوں کے قضایا کے لیے اسلامی دار القضاء کو حکومت سے منوایا جائے اور قانون سازی سے چھٹکارا کر قانون اسلام کی تنفیذ ہی مسلم نشست والوں کا کام رہ جائے۔ خانقاہوں کو نشر علم کا ادارہ بنا دیا جائے۔ میلاد شریف کی محفلوں کو بزم تبلیغ کر دیا جائے۔ اعراس بزرگان دین میں سنی کانفرنس کی روح ڈالی جائے۔ مسلمان کی صورت کو مسلمان کیا جائے، اور مسلمان کی سیرت کو مسلمان کیا جائے مسلمان کی روح کو بھی بلند کیا جائے۔ اور مسلمان کی جسمانی صحت کو معیاری طور پر قائم کیا جائے اور بتا دیا جائے کہ ہر مسلمان اپنی قوم کا سرمایہ ہے جس کی ذمہ داری خود اُس مسلمان پر بھی ہے۔ ہمارے کالج کے بچوں کو دیکھو تو چہرہ پر خون کا چھینٹا تک نہیں بھرے بھرے بازوؤں اور اونچے اونچے سینوں اور لمبی لمبی داڑھیوں والی قوم بیمار ہو جائے۔ کراہنے لگے، زنانہ روپ بھرنے لگے تو کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔

حضرات! وقت آگیا ہے کہ خلافت راشدہ کے عہد کو پلٹایا جائے اور سارے نظام شریعت کو اسلامی دنیا کا نصب العین بنا دیا جائے، یہ کام بہت زیادہ سرمایہ نہیں مانگتا اپنا پیسہ

[illegible] اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون

اپنا پیٹ خادم اور اپنا ہر کام ایسا ہو کہ غریب سنیوں کی بجائے نام کمائی بھی اُس کے لیے کافی ہے سنیوں کے پاس اوقاف اس قدر ہیں، جن کو درست کر کے برطانوی اصول پر نہیں بلکہ اسلامی اصول پر خرچ کیا جائے۔ تو ایک سلطنت کا نظام چل سکتا ہے ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے نام پر وقف ہے اور الحادی علم پر خرچ ہو رہا ہے۔ مسجد پر وقف ہو اور سنی وقف بورڈ کے دفتری نظام پر خرچ ہو رہا ہے۔ اگر اوقاف کے آمد خرچ پر کنٹرول کر لیا جائے، تو بجٹ میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔

حضرت! ہم کو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید حاجت ہے ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے، اور جسمانی صحت و تندرستی کے لیے تو بڑی ضروری چیز ہے۔ یہ چیز کبھی صرف مسلمانوں کی تھی خوصی تیراکی، شہسواری اور لکڑی ہمارا وہ مشغلہ تھا جس میں ہمارا کوئی ثانی نہ تھا، ہماری تندرستی ضرب المثل بن گئی تھی۔ ہمارے جوان کو شیر نر اور صف شکن کہا جاتا تھا۔ مگر آج تندرستی کھو دینے سے بزدلی، تن آسانی، کاہلی، چہروں کی بے رونقی۔ اور پھر لازمی طور پر بیکاری و ناداری آگئی ہے۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اکھاڑہ ایک مستقل ادارہ ہو، جس کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا کر اُن کو ایک نظام میں بنیانِ مرصوص کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے۔ ورنہ کمزور افراد کی نسل لازمی کمزور ہوگی۔ اور کمزوری وہ بلا ہو جس کے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں۔ بیکاری قرضدار بناتی ہے معاش کے دروازہ کو بند کر دیتی ہے اور آخر میں روٹی کے لیے ضمیر فروشی قلت فروشی، پیسوں کے [illegible] جس کو ہم آپ برابر دیکھ رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بھوکا [illegible] [illegible] ہے اور جب یہاں [illegible] یہی [illegible] ملاؤں کی نسل ختم ہو چکی ہے۔

اے صد ہزار احترام و عظمت کے پیکر بزرگو! کام بہت ہے، ہماری بیماریاں حد سے زیادہ ہیں ہماری کمزوریاں لاانتہا ہیں، اور آپ کو ہمارے لیے بہت دُکھ اُٹھانا ہے۔ آپ تبلیغی نظام سے بسم اللہ فرمائیں مبلغین پیدا کریں۔ اور میدان تبلیغ میں بھیج دیں اور ایک سال کے اندر سارے ملک کے سنیوں کی مردم شماری کر لیں۔ اس رجسٹر کا خاکہ ایسا ہو کہ ہر سنی کا نام بقید ولدیت ہو مکمل پتہ ہو عمر پیشہ، مالی حالت تعلیمی حالت، قرضدار ہے یا نہیں۔ مقدار قرض، ادائگی کے امکانات وہاں کی غیر سنی آبادی، مسجدوں کے امام، غیر مسلم آبادی، زمیندار، طریق زمینداری، تھانہ تحصیل ضلع حکومت کی مقامی پالیسی، کوئی مدرسہ ہے یا نہیں۔ اس طرح اندراج ہو کہ فہرست دیکھ کر وہاں کا سنی مکمل طور پر آنکھوں کے سامنے آجائے۔ اسی میعاد میں تمام مدارس اہل سنت کی تعداد نصاب تعلیم، ذرائع آمدنی کیفیت مصارف بھی درج رجسٹر ہو جائیں، تو بعونہ تعالیٰ و بعونِ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قوم خود بخود ابھرنے لگیگی۔ اور نظام و اجتماع کی روح تیزی سے قوم میں دوڑ گئی اور دوسری قومیں جو پچاس برس میں نہ کر سکیں وہ مہینوں میں آپ کر لینگے۔ یہ تو بیمار کو تندرست کرنا ہے آپ حضرات نے تو مردوں کو جلایا ہے۔ اپنے اولیا کی کرامات حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے، اپنے علماء کے منصب نیابت رسول پر ہمارا اطمینان ہے۔ جو تاخیر تھی وہ آپ کے یکجا ہونے کی تھی وہ بھی بعونہ تعالیٰ میسر آگئی اب ہماری شفایابی یقینی ہے، ہماری کامیابی نظر آرہی ہے۔ اب ہم زندگی کی آہیں لگانے میں حق بجانب ہیں، اب آپ کو پاک نگاہی پاک تدبیر پاک تعلیمات ہم کو پاکستان عطا کر دیگی۔

میرے دینی رہنماؤ میں نے عرض داشت میں ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور [illegible] کی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال [illegible] گیا ہے مسلم [illegible] پاکستان زندہ باد، [illegible] کی زبان پر پاکستان ہمارا حق ہے [illegible] پاکستان

لے کے رہینگے۔ مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہی اس لفظ میں پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے، اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے۔ اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا۔ اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اُس کو واضح طور پر نہ بتا دے۔ یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا جس کی منسٹری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہو گی۔ لیگ سے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ اُلٹے پلٹے ایک دوسرے سے الٹتے بتائے۔ اگر یہ صحیح ہو تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہو اور جس یقین پر اس سلسلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امن دیا جائے۔ ان کو ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ جانیں ان کا دھرم جانے۔ ان کو اتموا الیھم عھدھم سنا دیا جائے اور بجائے جنگ و جدال کے صلح و امن کا اعلان کر دیا جائے۔ ہر انسان اپنے امن ہونے پر مطمئن ہو جائے۔ اگر سنیوں کے اس بجی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سُنی قبول نہیں کریگا۔ ان سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہو نہ تجاویز پڑھی ہیں۔ نہ اخبارات کے ہفتواتی ایڈیٹوریل دیکھے ہیں، نہ غیر ذمہ داروں کے لکچر سُنے۔ وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہو اس کے ساتھ ہو گئے ہیں، اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ اُس کے دستور اساسی کا کیا سوال ہو۔ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کر لیا ہو وہی دستور اساسی بھی ہو، وہی تجاویز مقصد بھی ہیں لیگ اُن کے لیے کوئی نیا دین نہیں ہو جس کو سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے بلکہ لیگ کے جذبات کی محض ترجمان ہو جس کو وہ ہر معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں۔ خیر یہ تو لیگی زبان

میں پاکستان کی بحث تھی۔ لیکن آل انڈیا سُنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہو جس میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر یوں کہیے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو ہماری آرزو ہو کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے۔ لیکن اگر عالم اسباب میں رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تھوڑا تھوڑا کرکے پاکستان بنتا جائے تو اس کو بنایا جائے کسی حصہ زمین کو پاکستان بنانا اس کے سوا دوسرے حصہ کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہو بلکہ عالم اسباب میں حکمت تدریج ہو۔ ہندوستان تک صحابۂ کرام نہیں پہنچے تو وہ اس لیے نہ تھا کہ ہندوستان کے کفریات و شرکیات سے راضی تھے۔ بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ الامور مرھونۃ باوقاتھا صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ کسی جانور نے بھی نہیں کیا کہ اس میں مکہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہو۔ بلکہ عالم اسلامی کو صاف نظر آنے لگا کہ مکہ جلد پاکستان ہونے والا ہو۔ معاہدے اور صلحنامے واعدوا لھم ما استطعتم کی تعمیل میں ہوتے ہیں اور بعد استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داور حشر کے سامنے کیا منہ لے کر جائینگے۔ پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخشا جائیگا جو کلمہ پڑھ کر اپنے کو سُنی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصور سے چڑھتا ہو۔

ہاں یہ عرض کرنا رہ گیا کہ حال میں وزارتی مشن کے سامنے سُنا جاتا ہو کہ ڈاکٹر خان بھی پاکستان کا نعرہ لگا گئے ہیں لیکن یہ پاکستان ایسا ہو جس کو سُن کر پاکستان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض نہیں۔ کیا عجب ہے کہ دو گز کے پاجامے پہننے والوں کے لیے لنگوٹیہ پاکستان بنانا منظور ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حضرات سطور بالا میں مسلم لیگ کا نام آ گیا ہو۔ اور اس طرح آیا ہو کہ وہ سنی کانفرنس کے بالکل جداگانہ ایک نظام ہو یہی حقیقت بھی ہو مسلم لیگ کا پروگرام عارضی ہو جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے

سنی کانفرنس کی اہمیت کا پہلو

اور آل انڈیا سُنی کانفرنس کا پروگرام دوامی ہے، پاکستان کی تعمیر کا اور مسلم لیگ کو سُنی مسجدوں سُنی اماموں، سُنی خانقاہوں، مدرسوں، عرسوں، میلاد و دیگر مذہبی تصنیف گاہوں سے کوئی سروکار نہیں اور نہ وہ صرف سُنیوں کے نام پر کام کرتی ہے، پاکستان کا حق علاوہ مسلم لیگ کو نہیں ملیگا برطانوی مسلمانوں کو ملیگا اور ان میں غلبہ محمدی مسلمانوں یعنی سنیوں کا ہے تو پاکستان کا حق سنیوں کو ملیگا۔

سُنی کیسا پاکستان بنائینگے، اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ عہد صدیقی کو دیکھ لیا جائے دورِ فاروقی کی سیر کرلی جائے۔ عثمانی زمانہ کو نظر کے سامنے لایا جائے، خلافت علویہ کا دیدار کرلیا جائے اسی قسم کا پاکستان بنائینگے، اگر سنیوں کو زندہ رہنے کا اپنے دین کی حفاظت کرنے کا اپنے مستقبل کو سنوارنے کا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا، اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا، اپنی خانقاہوں کو سجانے کا، اپنے اداروں کو درست رکھنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے تو پھر تنظیم سے زیادہ ضروری سنیوں کے لیے آل انڈیا سُنی کانفرنس ہے، ہم نے مانا کہ انگریز اب ہندوستان پر حکومت کرنے سے تھک گیا ہے۔ اور اب منافع کے سوا خطروں سے الگ ہٹنا چاہتا ہے اور وہ کونسلی حکومت ہندوستان کو دے ڈالنا ہی چاہتا ہے اور مانا کہ یہ دیکھ کر ہندوستان کی اکثریت کے منہ میں پانی بھر آیا ہے اور وہ بلا شرکت غیرے اس حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور مانا کہ اس کا جواب یہی رہ گیا ہے کہ قانون جس کو مسلمان کہہ دے اس کو یکجا کرکے اکثریت کے رام راج والے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا جائے۔ اور مانا کہ مسلم لیگ اسی پوزیشن میں ہے اور یہ بھی بالفرض مانا کہ مسلم لیگ کے سوا عہد حاضر کی چالبازیوں اور دھاندلیوں کا کوئی جواب نہیں۔ لیکن پھر بھی سُنی مسلمانوں کو اپنی ملی تنظیم کی آج اسی قدر حاجت ہے جس قدر پہلے تھی ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی اُمید رکھنی چاہیے کہ اس کا جو قدم سنیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا۔ اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہوگا آل انڈیا سُنی کانفرنس کی تائید اُسی کو بے دریغ حاصل ہوگی

اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا سُنی کانفرنس کی رہنمائی اُس کو قبول کرنی پڑیگی اور ضرور کرنی پڑیگی۔

اگر ہماری حق گوئی کسی کے نزدیک جرم ہے اور کسی لیگی کے نزدیک یہ ہماری طرف سے لیگ کی دشمنی ہے تو ہمیں ڈیفنس میں ایک لفظ نہیں کہنا ہے اور اگر لیگ کے دشمنوں کے نزدیک یہ ہماری لیگی ہو جانا ہے تو ہم اس خوش فہمی کو بھی قابل مضحکہ سمجھتے ہیں۔

دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جس طبقے نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں پر حکومت کی، عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا یعنی علمائے حق وہ نہ کسی مغرور کے دبائے دبتے ہیں نہ کسی شقی و دہری سے اُلجھتے ہیں نہ کسی بدزبان بے لگام کو پرکاہ برابر سمجھتے ہیں وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں حق گو ہیں حق پرست ہیں اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں۔

اے ہمارے شفا بخشنے والے حکما اسلام! ہم نے اپنی بیماریاں بیان کر دیں اور بیماریوں نے اس قدر نڈھال کر دیا ہے کہ ہم تھک گئے اور ہماری بیماریوں کا بہت کچھ بیان رہ گیا، آپ کی انگلیاں ہماری نبض پر ہیں آپ کی حذاقت نے ہم کو بھانپ لیا ہے جو ہم نے کہا وہ بھی اور جو نہیں کہا وہ بھی آپ کی فراست کے سامنے ہے خدا ہمارا علاج کیجیے اپنے رسولِ پاک کا صدقہ ہماری امداد کیجیے غوث کے نام کی بھیک دیجیے خواجہ کے طفیل خبر لیجیے، نقشبند کی سرکار کا صدقہ دیجیے۔

ہائے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ سے رسمی طور پر بھی کہہ سکیں کہ ہماری خادمانہ فروگزاشتوں کو معاف کیجیے یہ وہ کہے جو کچھ تو خدمت کرے ہم نے تو آپ کو اس شرط پر زحمت دی کہ اپنا راشن آپ ساتھ لائیے ہم ایک نوالہ بھی نہیں دے سکتے ایک مرتبہ سُنی کانفرنس میدان کربلا میں قائم ہوئی تھی کہ نہر فرات آج تک شرم سے پانی پانی ہے آج بنارس کی گنگا کا یہی حال ہے کہ ہمیشہ آب آب رہے ہم شرم کے مارے اپنے سر کو جھکائے ہوئے آپ کی وفاداری کا عہد کرتے ہوئے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اپنی مجلس استقبالیہ کے مخلص درویشوں کے لیے درخواست دعا کے ساتھ ساتھ خاموش ہوتے ہیں اور ہماری یہی خاموشی آپ کے کریمانہ اخلاق کا اعتراف اور اپنی مجبوریوں پر رحم کی بمنزلہ ادب درخواست ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا وفادار

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی ابو المحامد سید محمد غفرلہ کچھوچھوی (صدر مجلس استقبالیہ)

۲۷، اپریل ۴۶ء

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس

مجلس استقبالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس

جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے اجلاس بنارس منعقدہ ۲۷ رتا ۳۰ راپریل ۱۹۴۶ء کے

عہدیداران واراکین

(۱) حامی ملت ناصر سنت راس المحدثین رئیس المتکلمین فرزند رسول نور نگاہ بتول حضرت مولانا سید شاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ صدر مجلس استقبالیہ وحال صدر آل انڈیا سنی کانفرنس

(۲) عالی جناب مرزا جہانگیر بخت صاحب رئیس اعظم	نائب صدر
(۳) عالی جناب حاجی جلال الدین صاحب رئیس اعظم	خازن
(۴) عالیجناب ماسٹر عبداللہ صاحب کنٹر کلیکٹر ڈیری اسٹیشن بنارس کینٹ	ناظم رسل ورسائل
(۵) عالیجناب اخیرالدین صاحب تاجر پارچہ بنارسی	ناظم مالیات
(۶) عالیجناب خواجہ عبدالحمید صاحب	ناظم اسٹیج
(۷) عالیجناب داروغہ سبحان علی صاحب	ناظم قیام گاہ
(۸) عالیجناب مسٹر لاڈلے صاحب	امیر العسکر
(۹) عالیجناب نذیرالدین صاحب سوداگر پارچہ بنارسی	نائب ناظم مالیات
(۱۰) عالیجناب عبدالقیوم صاحب تاجر پارچہ بنارسی	رکن اعظم
(۱۱) عالیجناب حافظ محمد اسحاق صاحب	رکن اعظم
(۱۲) عالیجناب عبدالعزیز صاحب	ناظم مطبخ
(۱۳) عالیجناب مولوی سلیم اللہ صاحب	رکن
(۱۴) عالیجناب منظور احمد خاں صاحب	رکن
(۱۵) عالیجناب عبدالغفور صاحب	رکن
(۱۶) عالیجناب مرزا اعظم بخت صاحب	رکن

یہ ہیں وہ چند درویش جنہوں نے بنارس میں وہ کر دکھایا کہ سارا ہندوستان حیرت میں پڑ گیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر اہل السنۃ والجماعۃ احسن الجزاء آمین آمین اللھم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تجاویز منظور کردہ آل انڈیا سنی کانفرنس

منعقدہ ۲۷ رتا ۳۰ راپریل ۴۶ء بمقام بنارس

بموجودگی ہزارہا علماء و مشائخ و نمائندگان صوبجات ہند

مجلس اول ۲۷ راپریل ۴۶ء بوقت ۵ بجے تا ۶ بجے شام اندرون باغ فاطمان ؓ

تلاوت قرآن مجید بعد ازاں سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے حضور صلوٰۃ وسلام اور بزرگان دین وملت کو ایصال ثواب۔

مجلس دوم ۲۸ راپریل ۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان

بعد تلاوت قرآن پاک وایصال ثواب حسب ذیل تجاویز باتفاق آراء منظور ہوئیں۔

تعلیم

(۱) آل انڈیا سنی کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ تمام صوبجاتی سنی کانفرنسیں اپنی ماتحت کانفرنسوں کو آمادہ کریں کہ ہر مقام کی سنی کانفرنس کے اراکین کی ایک جماعت، اور جہاں سنی کانفرنسیں قائم نہ ہوئی ہوں وہاں کے منتخب افراد امام مسجد یا کسی باشرع شخص کی رہنمائی میں ابتدائی تعلیم کو لازمی وضروری قرار دینے پر مسلمانوں کو مجبور کریں۔ اور ہر ہر گھر کے بچوں اور بچیوں کی تعلیم کی نگرانی رکھیں۔ **ابتدائی تعلیم سے مراد** حرف شناسی سکھانا۔ عبارت خوانی بتانا، اور ابتدا ہی سے ایمانیات ضبط کرانا، اور اوامر ونواہی کی ترغیب وترہیب اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مشہور انبیاء کے مختصر معجزات اور حالات سے باخبر کرنا، یہ ابتدائی تعلیم میں داخل ہے۔

(۲) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس صوبائی کانفرنسوں کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ اپنی اپنی زبانوں میں متذکرہ بالا اصول کے مدنظر ابتدائی تعلیم کا انتظام کریں، اور اسکی جس قدر درس گاہیں ممکن ہوسکیں جاری کریں۔

(۳) کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے ہر بچہ کو معتدبہ اردو، فارسی ضرور پڑھا دی جائے

تاکہ وہ اُردو، اور فارسی کتابوں کو دیکھکر مطالب حل کر سکے، اور جو علوم کی کتابیں اُردو فارسی زبان میں ہیں اُن سے فائدہ حاصل کرے۔

(۴)۔ عربی تعلیم کے لیے تین حصے مقرر کیے جائیں، ایک اُن لوگوں کیلئے جو بہت کم وقت تعلیم کے لیے دے سکتے ہیں، ایک اُن کے لیے جو علوم وفنون میں تکمیل چاہتے ہیں، اور ایک متوسطین کے لیے۔

(۵)۔ اس لحاظ سے ہر قسم کے نصاب بنانے کے لیے ایسی جماعتوں کی تشکیل کی جائے جو نصاب تجویز کریں، اور اُن کو غور وخوض کیلیے کافی وقت دیا جائے۔ اس نصاب ساز جماعت کی حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:۔

حضرتؒ مولانا شاہ سید ابوالمحامد سید محمد صاحب محدّث اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرتؒ صدرالافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت مفتی اعظم ہندؒ مولانا مولوی شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب۔ حضرت مولاناؒ مولوی شاہ عبدالحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرتؒ ملک العلماء مولانا مولوی شاہ ظفرالدین صاحب رضوی بہاری۔

ان حضرات کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ہر صوبہ سے قابل ترین اشخاص کو منتخب کر کے اپنی کمیٹی میں شامل کرلیں۔

(۶)۔ یہ اجلاس مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ سُنّی کانفرنس کی شاخوں کے ذریعہ تمام ہندوستان کے مدارسِ اہلِ سُنّت کے اعداد وشمار اور ضروری معلومات بہم پہنچائے، تاکہ مدارسِ دینیہ اہلسنّت میں باہم ربط پیدا ہو اور اعانت کی تدابیر عمل میں لائی جائیں

(۷)۔ آئمہ مساجد کی تعلیم کا خاص اہتمام کیا جائے۔

(۸)۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ مدارسِ عربیہ اہلسنّت میں حتی الوسع شعبۂ طب بالخصوص اور بالعموم اور دیگر حصولِ معاش کے اضافہ کی سعی کی جائے۔

(۹)۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ جلد از جلد ایک ایسا دارالتصنیف کھولا جائے جو ہر قسم کی

مفید تصانیف مرتب کرے اور بہم پہنچائے۔

مجلس سوم ۲۹ر اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ قاطمان

حسب ذیل تجاویز باتفاق آراء منظور ہوئیں

پاکستان

(۱)۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ علماء ومشائخ اہلسنّت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قایم کریں جو قرآن کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲)۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:۔

حضرتؒ مولانا شاہ سید ابوالمحامد سید محمد صاحب محدّث اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرتؒ صدرالافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرتؒ مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب۔ حضرتؒ صدر الشریعہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب۔ حضرتؒ مبلغ اعظم مولانا مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔ حضرتؒ مولانا مولوی عبدالحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آلِ رسولؒ علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔ حضرت مولانا ابوالبرکاتؒ سید احمد صاحب لاہور۔ حضرت مولانا شاہ قمرالدینؒ صاحب سجادہ نشین سیال شریف۔ حضرت پیرؒ سید شاہ عبدالرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)۔ حضرت مولانا شاہ سیدؒ زین الحسنات صاحب مانکی شریف۔ خانؒ بہادر حاجی بخش مصطفٰے علی صاحب (مدراس)۔ حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمدؒ صاحب لاہور۔

(۳)۔ یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت ومصلحت اضافہ کرے۔ یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لیے جائیں۔

فلسطین

(۴) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مجاہدین فلسطین کے اس مطالبہ کی پُرزور تائید کرتا ہے کہ ارضِ مقدس فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ کو بند کر دیا جائے، کیونکہ یہودیوں نے فلسطین کی تمام اراضیات پر اپنا قبضہ کر کے عربوں کی زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔

(۵) :- یہ اجلاس حکومتِ برطانیہ اور قوتِ متحدہ امریکہ سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ فلسطین سے یہودیوں کو خارج کر دیا جائے، اور مزید داخلہ کو روک دیا جائے۔

(۶) :- طے پایا کہ تجویز کی نقل فلسطین اور عربی اخبارات کو بھی روانہ کی جائے۔

خانقاہیں

(۷) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ حضرات مشائخ کرام کی خانقاہوں کو حضرات صوفیائے عظام کے قدیم طریقۂ رشد و ہدایت اور تبلیغ و اشاعت کا مرکز بنایا جائے۔

(۸) :- اعراس مبارک کے مواقع پر ایسا انتظام نامہ تیار کیا جائے کہ جو زائرین کے قلوب میں ایک عملی ولولۂ دین و طریقت پیدا کر دے، اور اس نظام کے کامیاب بنانے کیلئے ضروری ہے کہ مرکزی دفتر کی جانب سے تمام خوانقاہ ہائے طریقت سے مراسلت کیجائے۔ اور عہدیداران کانفرنس اعراس کے مواقع پر خود شرکت کر کے اس انتظامنامہ کی دعوت دیں۔

مرکزی دار الافتاء

(۹) :- آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ بریلی شریف میں اعلیحضرت قدس سرہ کے آستانہ پر حضرت مفتی اعظم ہند کے زیر قیادت ایک مرکزی دار الافتاء کا انتظام کیا جائے، جس میں کم از کم چار جید عالموں کی خدمات حاصل کیجائیں، اور فقیہ اعظم صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب دامت برکاتہم اسکی سرپرستی و نگرانی فرمائیں۔

(۱۰) :- ملک کے کسی مقام پر جس کسی فتوے میں تردد یا اختلاف پیش آئے، آخری حکم معلوم کرنے کے لیے اس دار الافتاء میں بھیجا جائے۔ دینی و مذہبی رسائل چھپنے سے قبل یہاں بھیجکر

تصدیق و تصحیح بھی کرائی جاسکتی ہے، اسطرح مذہبی نظام انتشار و اختلاف سے محفوظ رہیگا۔

(۱۱) :- اس دار الافتاء کے مصارف کے لیے اسلامی ریاستوں سے اور اہلِ ثروت مسلمانوں سے امدادیں طلب کی جائیں۔

(۱۲) :- اسلامی مدارس اس دار الافتاء کیلئے حسب حیثیت اعانے مقرر کریں۔

(۱۳) :- خانقاہوں کے اوقاف سے اعانتیں مقرر کرائی جائیں۔

محرک :- حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی محدث، صدر سُنّی کانفرنس ضلع مراد آباد

اصلاحِ اعمال

(۱۴) یہ اجلاس مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنائیں اور تمام منہیات و محرماتِ شرعیہ سے پرہیز کریں، شادی بیاہ کی بیجا رسوم ممنوعہ کو ترک کریں، شراب نوشی، قمار بازی، اور دوسرے خرافات سے محترز رہیں۔

(۱۵) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ سُنّی کانفرنس کے ماتحت رضاکاران کی جماعتیں منظم کیجائیں جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی، بالعموم اور ترغیبِ نماز کی خدمت خاص اہتمام کیساتھ انجام دیں۔

تعطیل جمعہ برائے نماز

(۱۶) دیکھا جاتا ہے کہ بعض دفاترِ حکومت اور کچہریوں میں مسلمان ملازمین کیلئے جمعہ کی نماز ادا کرنے کا انتظام نہیں کیا جاتا، یہ اجلاس حکومتِ برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمان ملازمین کو نماز جمعہ کی چھٹی دیجائے۔

طباعتِ رپورٹ و خطبہ استقبالیہ

(۱۷) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اس عظیم الشان کانفرنس کی رپورٹ کو مرتب کر کے جلد شائع کیا جائے۔ اور ملک کے گوشہ گوشہ میں نشر کیا جائے۔ اسیطرح مجلس جمیت استقبالیہ کے خطبہ کو طبع کرا کر شائع کیا جائے۔

سُنّی کانفرنسوں کا انعقاد

(۱۸) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تمام صوبجاتی طبقات

اہلِ سنت کو متوجہ کرتا ہے کہ ہر صوبہ اور ضلع میں سُنّی کانفرنسیں منعقد کی جائیں ۔

دار المبلغین

(۱۹) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مسلمانوں کی اہم ضرورتوں پر نظر کرتے ہوئے تجویز کرتا ہے کہ ایک دار المبلغین قایم کیا جائے، جس میں ایک واعظین و مبلغین پیدا کیے جائیں جو تبلیغ و اشاعت کا بہترین کام کر سکیں، اس دار المبلغین میں فارغ التحصیل یا ادنیٰ درجہ کے عربی و فارسی جانتے والوں کو داخل کیا جائے جو تقریر و مکالمہ کا مذاق رکھتے ہوں ۔ نیز ایسے اشخاص کو بھی داخل کیا جا سکتا ہے جو مغربی تعلیم سے واقف ہوں، تاکہ نصاب کی تعلیم مکمل کرکے مغربی طبقات میں بآسانی تبلیغ کر سکیں ۔ اس دار المبلغین کا نصاب مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے ۔

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی ۔ حضرت علامہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی ۔ حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی ۔

(۲۰) ۔ مولانا عبد الحامد صاحب قادری اس کمیٹی کے ناظم ہوں اور دار المبلغین کا مرکز بدایوں ہو

(۲۱) ۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ داخل ہونیوالے طلباء کے لئے مناسب وظائف کا انتظام کیا جائے

مجلس چہارم ۳۰ ر اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان

حسب ذیل تجاویز بالاتفاق آرا منظور ہوئیں

غیر مسلموں کے ہاتھوں سے قرآن کریم کی طباعت و تجارت

(۱) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت ہند سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ غیر مسلموں کیلئے قرآن کریم کی طباعت و اشاعت ممنوع قرار دیدے، کیونکہ غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جاکر قرآن کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے، جسے مسلمان کسی وقت بھی برداشت نہیں کر سکتے ۔

سُنّی کانفرنسہائے صوبجات ہند

(۲) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ حضرات علماء و مشائخ کرام جلد از جلد اپنے حلقہ جات میں صوبہ وار، اور ضلع وار سُنّی کانفرنسوں کی تشکیل و قیام کا کام جلد شروع کر دیں اور جو تجاویز کانفرنس منظور کر رہی ہے ان پر عمل کرانے کے لیے سُنّی کانفرنس کی شاخیں عمل پیرا ہوں ۔

محافل میلاد مبارک

(۳) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ محافل میلاد مبارک کی توسیع و ترویج کیجائے، اور انکے لئے بہترین تعلیمات بہم پہنچائی جائیں تاکہ وہ اصلاح اعمال و اخلاق کے لئے مفید تر ہو جائیں ۔

اصلاح ادارہ جات

(۴) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ یتیم خانوں، شفاخانوں اور مسافر خانوں، جیل خانوں کی نگرانی کے ضروری انتظامات کئے جائیں، تاکہ جو مضرات اِن اداروں سے ہوتے رہتے ہیں اُن سے یتیموں، بیماروں، قیدیوں کو محفوظ رکھا جا سکے، اور جیل خانوں میں قیدیوں کے اندر اصلاح اعمال کی تبلیغ کی جائے ۔

حج

(۵) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس حکومتِ ہند سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ سفر حج مبارک کیلئے جہازوں کی معتدبہ تعداد کا جلد انتظام کرے، اور جہازوں کے اندر حاجیوں کی سہولت کے معقول انتظام کرے ۔

حکومتِ سعودیہ کا مکروہ طرزِ عمل

(۶) یہ اجلاس حکومتِ سعودیہ کے اِس مکروہ طرزِ عمل پر کہ وہ حجازِ مقدس کے اندر حاضر ہونیوالے اُن زائرین اور حجاج کو جو اعتقاداً نجدیوں کے ہم مشرب نہیں ہیں، اعتقادی امور کی ادائیگی سے روکے ــــ نیز اس رویہ پر کہ حکومتِ نجدیہ کی طرف سے کھلے بندوں تحریراً تقریراً نجدی عقائد نہ رکھنے والوں کو مکروہ الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، ــــ سختی سے احتجاج کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ حرمین الطیبین سے دنیائے اسلام کا جو تعلق ہے، اُس لحاظ سے حکومتِ نجدیہ کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچ سکتا کہ وہ اپنے مخالف عقائد رکھنے والوں کے ساتھ مذکورہ بالا طرزِ عمل اختیار کرے ۔

(۷) ۔ یہ اجلاس بعض مطوفین کے طرزِ عمل اور اُس ناجائز و ناواجب ٹیکس کے خلاف پُر زور

احتجاج کرتا ہے، جو ادائے فریضۂ حج وزیارت پر حکومتِ نجدیہ کی طرف سے بجبر وصول کیا جاتا ہے اور نہ دینے کی شکل میں حج سے روکا جاتا ہے، جسکی مقدار سال گزشتہ تقریباً انگیز اررو پیہ فی کس تھی۔

(۸) :- اس تجویز کی نقل حکومت نجدیہ کو بھی بھیجدی جائے۔

محرک :- مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

جسمانی ورزش

جسمانی ورزش

(9) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ مسلمانانِ ہند کیلئے ضروری ہے کہ جلد از جلد اپنی جسمانی حالت کو درست کریں، اور فنونِ قدیم، کسرت، بنوٹ، ورزش، تیر اندازی، غلہ اندازی وغیرہ جیسے مبارک فنون کو فروغ دیں تاکہ انکی صحت جسمانی ترقی کر سکے۔

(۱۰) :- یہ اجلاس تمام ماتحت شاخوں سے اپیل کرتا ہے کہ اپنے اپنے حلقہ میں ان مبارک فنون کی ترویج وترقی کے لئے ہر ممکن سعی شروع کردیں، نیز یہ اجلاس تمام مدارس عربیہ کے نظماء سے اپیل کرتا ہے کہ ہر مدرسہ کے اندر طلباء کو فنونِ شریفہ کے سکھانے کا نظم کیا جائے۔

دار القضاء کا مطالبہ

دار القضاء کا مطالبہ

(۱۱) یہ اجلاس حکومتِ ہند سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ جو مقدمات قانونِ شریعت کے مطابق فیصل کئے جاتے ہیں جیسے کہ نکاح، طلاق، مہر، نفقہ زوجہ کو حاصل کرنا ہے، وقف، میراث وغیرہ انکے لئے اسلامی عدالتیں قائم کی جائیں، تاکہ ہمارے ناموس وعزت اور دین کا پورا تحفظ ہو سکے۔ ان عدالتوں کیلئے مجوز علماءِ دین ہی مقرر کئے جائیں، اور وکالت بھی علماء ہی کریں۔

نکاح

نکاح

(۱۲) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تجویز کرتا ہے جو نکاح کے بعد کثیر الوقوع مشکلات کے سدِ باب کے لئے ایسے کا آئین بنائے ترتیب وتجویز کرے جس کی رُو سے عورت عند الضرورت خلاصی حاصل کر سکے۔

حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب۔ حضرت صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت مولانا ملک العلماء ظفر الدین صاحب بہار شریف۔ حضرت شیرِ بنگال مولانا عزیز الحق صاحب۔ حضرت مولانا مفتی

عبد القدیر صاحب بدایونی حیدرآباد۔ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب بدایونی بمبئی۔ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب چشتی اوپوری بدایوں۔ حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب لاہور۔ حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب اجمیر شریف۔ حضرت مولانا مفتی قدیر بخش صاحب بدایونی بے پور۔ حضرت مولانا عبد الباقی صاحب ہمایوں ضلع سکھر (سندھ)۔ حضرت مولانا سراج احمد صاحب وزیر خاں بھلولپور۔ حضرت مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاران۔ حضرت مولانا مفتی عبد العزیز خاں صاحب کاٹھیاوار۔ حضرت مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب فتحپوری دہلی۔ حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب آگرہ۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ۔ حضرت مولانا وصی احمد صاحب سہسرام۔ حضرت مولانا مولوی مفتی عبد الرشید خاں صاحب نعیمی ناگپور۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی گجرات۔

یہ حضرات کرام دیگر مفتیانِ عظام سے بھی مشورۃً استصواب فرمائیں۔

(۱۳) :- آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس نکاح خواں حضرات کیلئے ضروری سمجھتا ہے کہ انکی ضروری تعلیم اور معلومات کا فوری انتظام کیا جائے، اور ایک ایسی کتاب تیار کرے کہ جس سے قلیل عرصہ کی مہلت میں مسائل نکاح سے باخبر ہو کر اس سنت کی انجام دہی کا کام کر سکیں۔ ایسی کتاب کا مطالعہ جدید نکاح خوانوں کے لئے لازم کر دیا جائے، اور جب وقت وہ مسائل نکاح محفوظ کر کے امتحان میں کامیابی حاصل کریں، سندِ نکاح خوانی دیجائے۔

جمعیت آئین ساز

جمعیت آئین ساز

(۱۴) چونکہ سُنّی کانفرنس ابتدائی دَور سے ترقی کر کے کافی وسعت اختیار کر چکی ہے، اسلئے اسکے آئین میں مزید اضافوں پر کافی غور کرنے کیلئے ایک مجلس ترتیب دیجائے کم از کم سات ارکان پر مشتمل ہو۔ اس آئین کی نقلیں جملہ ارکان کے پاس بھیجدی جائیں، جب وہ اس پر کافی غور لیں اُسوقت مجلس منعقد کر کے منظوری لی جائے، جب سالانہ جلسہ ہو اُسوقت تک اس آئین منظور کردہ جمعیت عاملہ پر عمل ہوگا۔

(ارکان) حضرت محدثِ اعظم ہند کچھوچھہ شریف۔ حضرت صدر الافاضل صاحب۔ حضرت صدر الشریعہ صاحب۔ حضرت ملک العلماء صاحب۔ حضرت مفتیٔ اعظم ہند صاحب۔ حضرت مولانا عبد الحامد

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

اظہار تہنیت

(۱۸) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس و حضرت فخر ملت و طریقت مولانا سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند، و حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت کی ان مساعی جمیلہ پر جو سنی کانفرنس کیلئے فرمائی ہیں انتہائی اخلاص و عقیدت کے ساتھ مبارکباد دیتا ہے، اور یقین رکھتا ہے کہ ان حضرات کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ سنی کانفرنس آج اس بلند معیار پر پہونچ رہی ہے، مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے، اور آئندہ بھی کانفرنس کو انکی رہنمائی و مساعی سے مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے۔

مجلس پنجم، ۳۰؍اپریل ۴۶ء بوقت ۵ تا ۹ بجے شام اندرون باغ فاطمان!

حسب ذیل تجویز باتفاق آرا منظور ہوئی

آئندہ عہدیداران

(۱) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ آئندہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے صدر حامی ملت ناصر سنت راس المحدثین رئیس المتکلمین فرزند رسول اللہ حضرت مولانا سید شاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہٗ قرار دیے جائیں۔ اور ناظم اعلیٰ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مدظلہٗ مرادآبادی بدستور رہیں۔ اور ناظم نشر و اشاعت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی مقرر ہوں۔

محرک:- مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

تمت

مکتوب محدث بنام پیر مانکی شریف

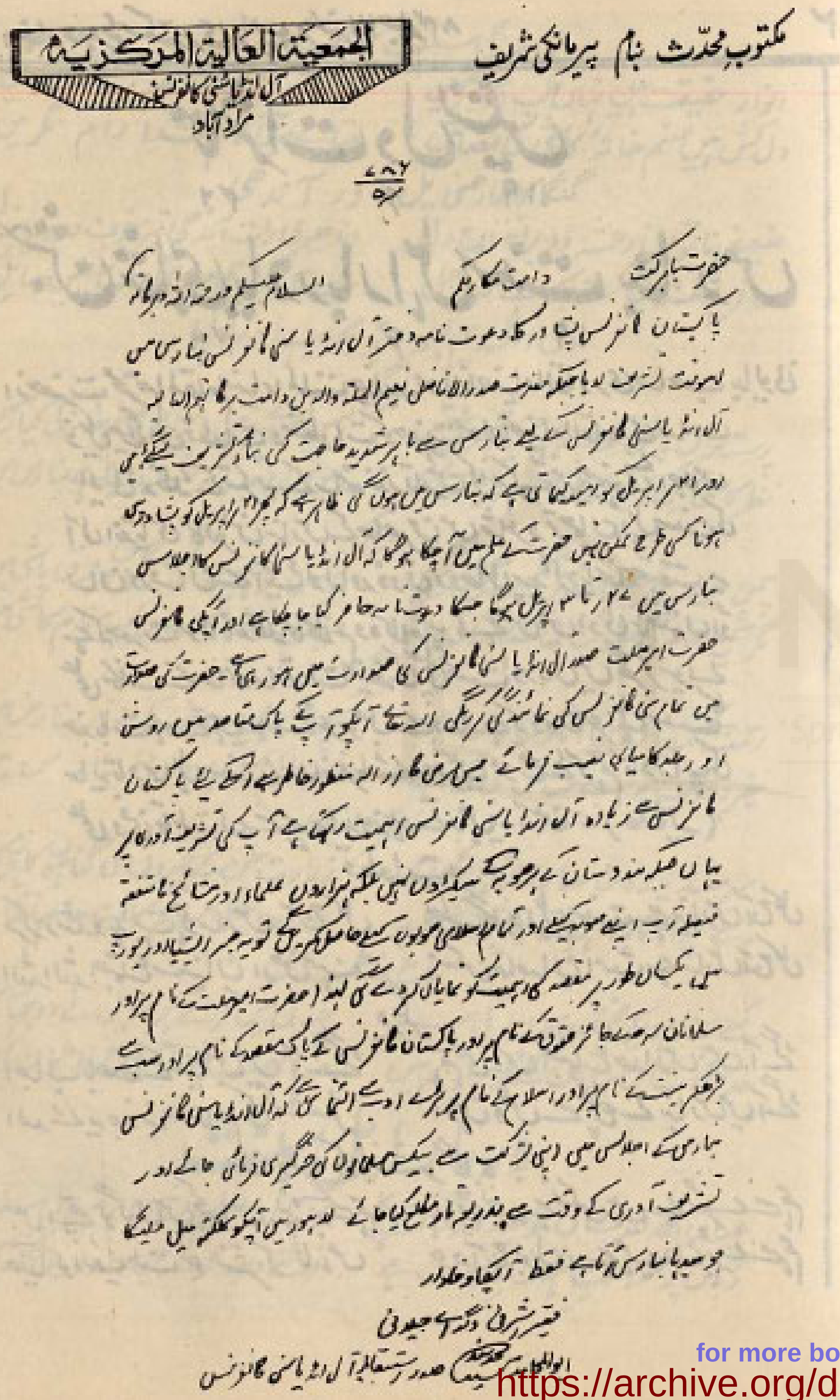

الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ
آل انڈیا سنی کانفرنس
مراد آباد

نمبر

حضرت بابرکت دامت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پاکستان کانفرنس پشاور کا دعوت نامہ حضرت آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں بصورت تشریف لایا جبکہ حضرت صدر الافاضل نعیم الملۃ والدین دامت برکاتہم ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے بنارس سے باہر شدید حاجت کی بنا پر تشریف لے گئے ہیں اور ۱۲؍ اپریل کو دیکھا تو پتا چلا کہ بنارس میں ہوں گے تو ظاہر ہے کہ ۲۷؍ اپریل کو پشاور کا ہونا کس طرح ممکن نہیں حضرت کے علم میں آچکا ہوگا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس بنارس میں ۲۷ تا ۳۰ اپریل ہوگا جسکا دعوت نامہ حاضر کیا جا چکا ہے اور اسکی کانفرنس حضرت امیر ملت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی صدارت میں ہو رہی ہے۔ حضرت کی صدارت میں تمام سنی کانفرنس کی نمائندگی کریں گے انشاء اللہ آپکو تو پاک مقاصد میں روشنی اور رحمت کامیابی نصیب فرمائے جس بارش کا [illegible] منظور خاطر ہے اسکے لیے پاکستان کانفرنس سے زیادہ آل انڈیا سنی کانفرنس اہمیت رکھتی ہے آپ کی تشریف آوری یہاں جبکہ ہندوستان کے ہر صوبہ کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علماء اور مشائخ اہل سنت فیصلہ کریں اپنے صوبہ کیلئے اور تمام اسلامی صوبوں کیلئے حاصل کریں گے تو [illegible] سب میں یکساں طور پر مقصد کی اہمیت کو نمایاں کر دے گی لہٰذا حضرت سے درخواست ہے کہ براہ مسلمانان سرحد [illegible] حضرت کے نام پر اور پاکستان کانفرنس کے پاک مقصد کے نام پر اور سب سے زیادہ سنیت کے نام پر اور اسلام کے نام پر ہمارے درد بھرے التجا ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اپنی شرکت سے بیکس مسلمانوں کی دستگیری فرمائی جائے اور تشریف آوری کے وقت سے بذریعہ تار مطلع کیا جائے مدعو ہیں آپکو کلکتہ میل ملے گا جو سیدھا بنارس آتا ہے فقط آپکا خادم

فقیر اشرفی ذرہ جیلانی

ابوالمحامد سید محمد صدر استقبالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس

تاثراتِ دل نشیں

۴۶ ۶ ۱۹

جشنِ شاہی یا دربارِ اہلِ سنت بنارس

۴۶ ۶ ۱۹

ازحضرت محترم المقام ضیاء الملت جناب مولانا ضیاء القادری صاحب بدایونی

ذیل میں ہم ان قطعات و منظومات کو حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب ادام ظلہٗ کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کرام کرتے ہیں جنہوں نے اجلاس آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے حاضرین میں شاعر و ترجمان اہل سنت کی لسان درفشاں سے ایک ولولہ اور ذوق روحانی پیدا کر دیا تھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ کا کلام وہ کلام ہوتا ہے جس میں ادبی بلاغتوں اور علمی نکات کے ساتھ ساتھ ملت حنیفہ کی سچی محبت اور دل میں گھر کر نیوالے جذبات ہوتے ہیں ہم مولےٰ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ شاعر اہل سنت کا سایہ تادیر اہل سنت پر دراز فرمائے اور ہمیں موقع دے کہ ہم تادیر آپ کی علمی و فنی قابلیتوں سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں۔ آمین۔ (مدیر)

قطعات

مرکز رشد و ہدایت ہے بنارس آج کل
جلوہ گاہِ اہلِ سنت ہے بنارس آج کل
اللہ اللہ اجتماعِ سنیانِ ارضِ ہند
مسکنِ خاصانِ امت ہے بنارس آج کل

دیگر

احبابِ باصفا کے ضیا بس میں آگئے
ہم بھی اس اجتماعِ خدا رس میں آگئے
اللہ رے یہ جذبۂ اسلام کی کشش
ارضِ وطن سے کھینچ کے بنارس میں آگئے

مدن پورہ کی نشر گاہ!!

ہیں اچھے لوگوں میں کچھ اس لئے برے ہم
مذاقِ نغمہ ہے لیکن ہیں بے سُرے سے ہم
ضیاؔ کو لطفِ ملت جو نشر کرنا ہے
خود آج بول رہے ہیں مدن پُرے سے ہم

رام نگر اسٹیٹ کا جلسہ

انوار حقیقت ہیں نہاں قلب و جگر میں
ہے تابش قندیل حرم جذب نظر میں
دل کش ہیں صنم خانۂ کاشی کی فضائیں
لیتا ہے ضیاؔ نام خدا رام نگر میں

گنگا کا عارضی پل اور آندھی

ضعیف ناتوانی رعشہ در بر آہ علاج دل
اندھیری رات آندھی تیز خوفِ دوری منزل
مسافر پا شکستہ پل شکستہ بحر بے ساحل
شبِ تاریک و بیم موج گرداب چنیں حائل
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

دیگر

پرستارانِ باطل کھاتے ہیں جس شہر کی قسمیں
ہمیں اب کیا غرض، ہیں اس صنم خانہ کی کیا رسمیں
نظر کاشی میں آئیں کاش جلوے کعبے والے کے
ہمیں تو لے ضیاؔ یہ شوق لایا ہے بنارس میں

دیگر

چمن میں ہے کہیں سرو و صنوبر کہیں گل آتشی ہیں
نشیمن پر کہیں مائل بہ گرد و برق پاشی ہیں
مگر شمعِ حرم کی ضو فشانی ہے تعالی اللہ
ضیاؔ اپنے خدا کا لے رہا ہے نام کاشی میں

دیگر

رحمت کے نمایاں ہیں آثار بنارس میں
چھائے ہیں مدینے کے انوار بنارس میں
خیر و برکت یہ سب عشاق نبی کی ہے
سنی علما کا ہے دربار بنارس میں

منظرِ دربار

سرِ مسند یہ وہ خاصانِ حق ہیں انجمن آرا
زیارت جن کے چہروں کی گناہوں کا ہو کفارہ
زہے یہ اجتماعِ اہلِ حق یہ جشنِ شاہانہ
سوادِ اعظم اسلام کا ہے عام نظارہ

باغِ فاطمان

کسے پسند ہوا کہ مختصر مکان کی سیر
جنوں میں کرتے ہیں دیوانے دو جہاں کی سیر
خدا کی شان بنارس کے گرم موسم میں
ضیاؔ نصیب ہوئی باغِ فاطمان کی سیر

دربار اہل سنت

عیاں الحمد للہ شانِ توحید و رسالت ہے
کہ یہ جشنِ عظیم الشان بزمِ اہلِ سنت ہے
زباں پر نغمۂ نعتِ شہنشاہِ رسالت ہے
فرشتے وجد کرتے ہیں درودوں کی وہ کثرت ہے

مطبوعہ ۲۷ مئی سنہ ۱۹۴۶ء

نثارِ گلشنِ طیبہ بہارِ رشکِ جنت ہے — چمن اندر چمن رنگینیِ آثارِ رحمت ہے
عجب دلکش پیامِ اتحادِ اہلِ سنت ہے — خدا شاہد صف آرا آج اک گروہِ راست ہے
مسلمانوں کو حاصل کعبہ والوں کی زیارت ہے — یہ کاشی یا درِ کاشانۂ اہلِ عقیدت ہے
بنارس کو میسر آج وہ صبحِ سعادت ہے — کہ مرغانِ سحر میں شورِ تکبیرِ عبادت ہے
عجب دلکش یہ کاشی کے صنم خانوں کی حالت ہے — جدھر دیکھو ہجومِ کلمہ گویانِ شہادت ہے
ہے لطفِ بادہ رنگیں بارشِ بارانِ رحمت ہے — نسیمِ صبح دامن میں لئے صہبائے جنت ہے
سوادِ شب جبینِ بدر کے جلوؤں سے ہے رنگیں — چراغِ طور کے انوار سے کافورِ ظلمت ہے
ستارے ٹوٹے پڑتے ہیں زمیں پر سطحِ گردوں سے — منور ہے جہاں پُرنور بزمِ اہلِ سنت ہے
ہے کتنی جاذبِ دل رونقِ دربارت ہائے — باندازِ تجمل جلوہ آرا حسنِ فطرت ہے
یہ برقی قمقمے یہ جگمگاہٹ یہ حسیں جلوے — کہ جیسے آسماں سے بارشِ انوارِ قدرت ہے
یہ نازک گل شگفتہ پھول گل بوٹے ہیں طیبہ کے — جہاں برکف نظر ہے یا نظر میں جذبِ جنت ہے
نسیمِ خلد سے آنکھوں میں ٹھنڈک پہونچا دیتی — ہوائے سرد میں سوزِ محبت کی حرارت ہے
بہاریں گنبدِ خضریٰ کی فردوسِ تصور ہیں — بہشتِ آرزو گلزارِ طیبہ کی زیارت ہے
چمک کر کہہ رہے ہیں چاند تارے سبز پرچم کے — نشانِ نصرتِ حق پر نشانِ اہلسنت ہے
حسیں آرائشیں دربار کی ہیں دید کے قابل — مسلمانوں کی کثرت مائلِ تنظیمِ وحدت ہے
زہے دربار انوار لئے ہے یہ بزمِ نورانی — ہجومِ اہلِ ملت اجتماعِ اہلِ سنت ہے
یہ زریں شہ نشیں یہ خوشنما اورنگ یہ مسند — تصدق ہر ادا پر جس کی ہر شاہانہ شوکت ہے
یہ نورانی مقدس صورتیں اللہ والوں کی — صفائے قلبِ اربابِ نظر جن کی زیارت ہے
یہ عالم یہ مشائخ یہ اکابر یہ خدا والے — سوادِ اعظمِ اسلام پر جن کی سیادت ہے
یہاں الحمد ہند و سند کے گوشوں سے آئے ہیں — یہ دربارِ مبارک مرکزِ افرادِ امت ہے
یہ جلسہ ہے ثنائے صاحبِ لولاک کا جلسہ — یہ مجمع مجمعِ عشاقِ سلطانِ رسالت ہے
نظامِ سنیانِ ہند کو ہے منضبط کرنا — وقارِ اہلِ سنت محض اس جلسہ کی غایت ہے
الٰہی کامیاب و کامراں یہ جشنِ عالی ہو — سرِ دربار مصروفِ دعا ہر فردِ امت ہے
منظم اے خدا شیرازۂ ملت کو فرما دے — جہاں کو اتحادِ اہلِ ایماں کی ضرورت ہے
عطا ہو جلد خود مختار پاکستانِ اسلامی — دلِ مسلم کو یارب شوقِ تجدیدِ خلافت ہے
الٰہی متحد کر سنیانِ ہند کو باہم — جہاں کو احتیاجِ اتحادِ دین و ملت ہے

نبی کا واسطہ مسلم کو یارب فتح و نصرت دے
ضیا کی یہ دعا یہ التجائے اہلِ سنت ہے

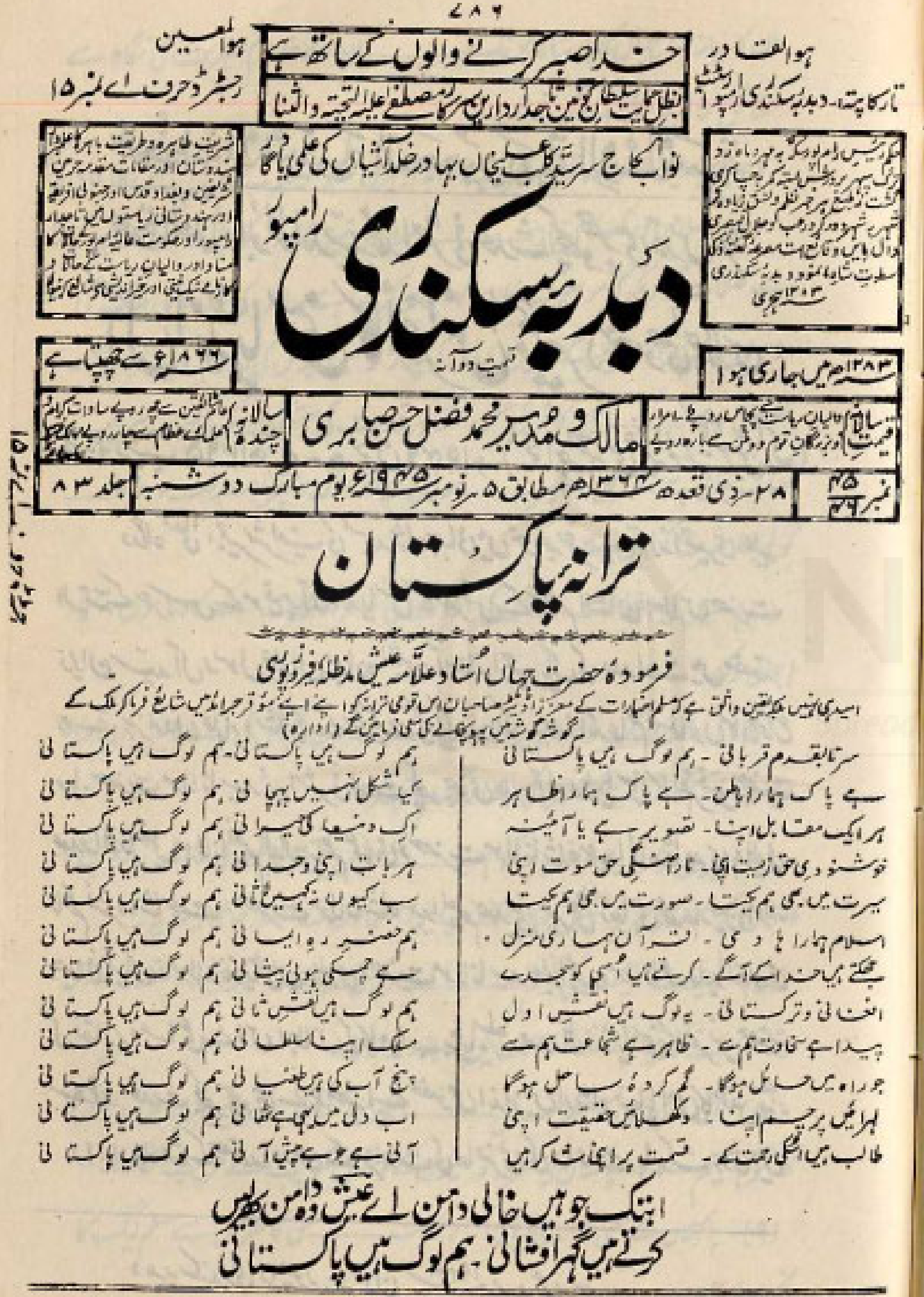

۷۸۶

ہو المعین
رجسٹرڈ حرف اے نمبر ۱۵

ہو القادر
تار کا پتہ۔ دبدبۂ سکندری رامپور اسٹیٹ

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
بظلِ حمایت سلطانِ تاجِ زمن تاجدارِ حرم سرکارِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

شریعتِ طاہرہ و طریقتِ باہرہ کا علمبردار
ہندوستان اور مقاماتِ مقدسہ حرمین
شریفین و بغداد و قدس اور جنوبی افریقہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
سلطنت شاہانہ مقصود دبدبۂ سکندری
سنہ ۱۳۰۳ ہجری

نواب کاج سر سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری
رامپور
قیمت دو آنہ

سنہ ۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

چندہ سالانہ: [illegible]

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

قیمت سالانہ: والیانِ ریاست سے پچاس روپے سالانہ اور رئیسانِ قوم و دیگر سے بارہ روپے

جلد ۸۳

۲۸ ذی قعدہ سنہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۵ نومبر سنہ ۱۹۴۵ء یوم مبارک دو شنبہ

نمبر ۴۵/۴۶

ترانۂ پاکستان

فرمودۂ حضرت جہاں استاد علامہ عیش مدظلہ فیروزپوری

امید ہی نہیں بلکہ یقینِ واثق ہے کہ مسلم اخبارات کے معزز اڈیٹر صاحبان اس قومی ترانہ کو اپنے اپنے موقر جرائد میں شائع فرماکر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہونچانے کی کوشش فرمائیں گے (ادارہ)

سرتا بقدم قربانی - ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہے پاک ہمارا باطن - ہے پاک ہمارا ظاہر
ہر ایک مقابل اپنا - تصویر ہے یا آئینہ
خوشنودیِ حق زیست اپنی - ناراضگیِ حق موت اپنی
سیرت میں بھی ہم یکتا - صورت میں بھی ہم یکتا
اسلام ہمارا ہادی - قرآن ہماری منزل
جھکتے ہیں خدا کے آگے - کرتے ہیں اُسی کو سجدے
افغانی و ترکستانی - یہ لوگ ہیں نقشِ اول
پیدا ہے سخاوت ہم سے - ظاہر ہے شجاعت ہم سے
جو راہ میں حائل ہوگا - گم کردۂ ساحل ہوگا
لہرائیں پرچم اپنا - دکھلائیں حقیقت اپنی
طالب ہیں الٰہی رحمت کے - قسمت پہ اپنا ناز کریں

ہم لوگ ہیں پاکستانی - ہم لوگ ہیں پاکستانی
یہ شکل نہیں پہچانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
اک دنیا کی حیرانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہر بات اپنی وجدانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
سب کیوں نہ کہیں لاثانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہم خضرِ رہِ ایمانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہے چمکی ہوئی پیشانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہم لوگ ہیں نقشِ ثانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
مسلک اپنا سلطانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہر تیغ آب کی ہے طغیانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
اب دل میں یہ ہے ٹھانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
آئی ہے جوشِ جوانی ہم لوگ ہیں پاکستانی

اب تک جو ہیں خالی دامن اے عیش وہ دامن بھر لیں
کرتے ہیں گہرافشانی۔ ہم لوگ ہیں پاکستانی

الخُطبةُ الاشرفية للجمهورية الاسلامية

عمدۃ العلماء ابوالحامد سیّد محمّد اشرفی محدّث کچھوچھوی قدس سرہٗ

آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر (خصوصی اجلاس)

۵-۶ رجب ۱۳۶۵ھ، ۷-۸ جون ۱۹۴۶ء (خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ کا عرسِ مبارک)

درگاہ معلیٰ اجمیر شریف کی مسجد شاہجہانی میں خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمۃ کے عرس کے موقع پر آل انڈیا سنی کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس حضرت دیوان سید آل رسول علیخاں سجادہ نشین آستانہ اجمیر پاک کی صدارت میں منعقد ہوئے۔ ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت کی ایک لاکھ سے زائد عام مسلمانوں کا اجتماع رہا۔ حضرت مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین ناظم عمومی و حضرت مولانا شاہ عبدالحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت، حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، حاجی محمد عارفین، مولانا جیلانی میاں، مولانا نذیر حسین دہلوی، حضرت مولانا سید عبدالمجید، مولانا محمد عابد القادری کی تقاریر و مساعی نے اس اجلاس کو کامیاب بنایا۔[لہ] صدر آل انڈیا سنی کانفرنس حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے جو خطبہ اپنے مخصوص انداز میں ارشاد فرمایا اس کا ملخص یہ ہے۔

(۱) اولیاء اللہ کے حضور اور ان کے مزارات کی حاضری کی ساعات بابرکت ہوتی ہیں

دبدبہ سکندری رامپور ۲۰ جون ۱۹۴۶ء، ص ۳

ان کا نیاز مندِ جہاں کا بادشاہ ہوتا ہے ——— ان کے خدام بصیرت کی نگاہ سے حقائق عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

(۲) ہند میں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمۃ کے وسیع فیض کا اجمالی تذکرہ۔

(۳) اسلام اور کفر کا امتیاز ——— مسلمان کی تیز نگاہ اثر کو دیکھ کر مؤثر کا یقین کر لیتا ہے۔ صفات کو دیکھ کر موصوف ذات کا ایقان کر لیتا ہے۔ اس کی تیز نگاہ افلاک کی بلندیوں کے پار اور زمین کے دبیز پردوں کو پھاڑ کر معبود برحق کی لذتِ دید سے سرشار ہو جاتی ہے ——— لیکن کافر کی عقل مظاہر قدرت کی حقیقت کو پالینے سے جب تھک جاتی ہے۔ تو انہی مظاہر ——— سورج، چاند، آگ، پتھر اور درخت وغیرہ ——— کو پوجنا شروع کر دیتی ہے۔

(۴) دین کی اشاعت اور اس کی آزادی کی خاطر اسلاف کے کارناموں کا اجمالی ذکر۔

(۵) اندرون ملک اسلام پر مصائب ——— دین فروشی کی چند مثالیں۔ ودیا مندر، بندے ماترم کا ترانہ، گاندھی کی جے، رنگِ تہذیب۔

(۶) بیرون ملک مسلمانوں پر آلام ——— فلسطین میں مسلمانوں کی حالت زار، ابن سعود کا حجاج کرام سے جبریہ ٹیکس لینا۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ۔

(۷) دنیائے سنیت کی تنظیم ——— مرکزی دار الافتاء۔ مرکزی دار القضاء۔ مرکزی دار التصنیف کا قیام اور خانقاہوں میں ربط و ارتباط۔

(۸) آل انڈیا سنی کانفرنس ——— جمہوریہ اسلامیہ کے بیس ہزار علماء و مشائخ کا عزم صمیم ——— پاکستان کی منزل کو سنیوں کے ہاتھوں قریب سے قریب تر کرنا۔

(۹) پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ——— سنی کانفرنس سے مسلم لیگ کا تحریری عہد۔

(۲) مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا۔ اور تمام سُنی —— جمہوریہ اسلامیہ کے سبز ہلالی پرچم تلے جمع ہو جائیں۔

مذکورہ کانفرنس میں حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں:

(۱) دربار خواجہ سیدنا غریب نواز رضی اللہ عنہ کا یہ عظیم الشان اجتماع آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس کی منظور کردہ تجاویز کی پرزور تائید کرتا ہے اور آل انڈیا سنی کانفرنس پر اپنے کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ مسلمانان ہند آل انڈیا سنی کانفرنس کی مذہبی رہنمائی پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

(ب) یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ حضرات علماء و مشائخین اہل سنت ہندوستان کے اندر اسلامی حکومت کا قیام چاہتے ہیں جو قرآن کریم احادیث نبویہ، فقہی اصول کے مطابق ہو یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ وزارتی مشن کی تجاویز مسلمانوں کے لئے ہرگز تسلی بخش نہیں ہیں۔

(ج) یہ عظیم الشان اجلاس راشٹریا سیوک سنگھ کی اُس تحریک کو جو ملک کے ہر گوشہ میں اندرونی طور پر انقلابی شکل و صورت میں چلائی جا رہی ہے جس کی بدولت مسلمانوں پر جابرانہ اور سفاکانہ مظالم ہو رہے ہیں انتہائی نفرت کا اظہار کرتا ہے اور حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اس تحریک کے جرائم کو فوراً روکے اور اسے خلاف قانون قرار دے نیز مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے تحفظ سے غافل نہ رہیں۔[1]

اب آئندہ صفحات پر آپ اس تاریخی خطبہ الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ مطبوعہ مرادآباد (۱۳۶۵ھ) کا عکس بھی ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] ایضاً

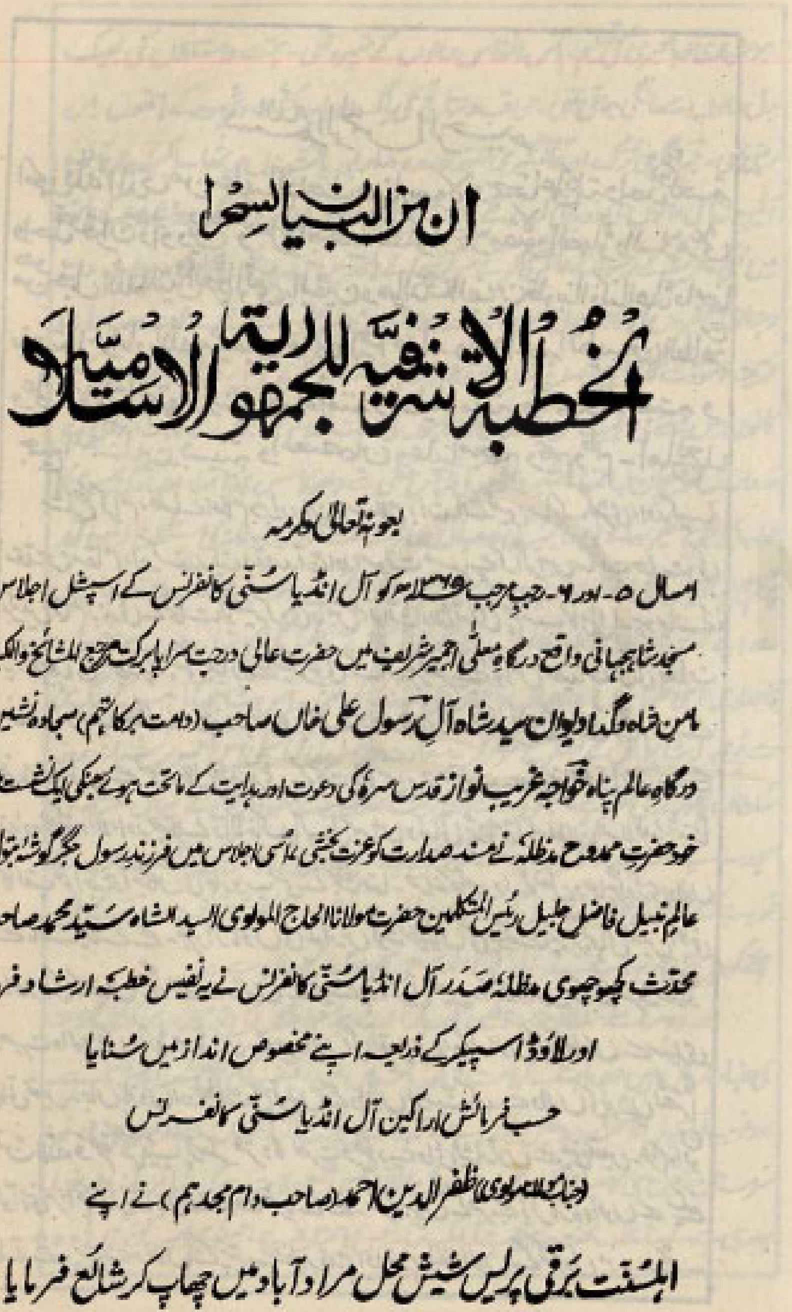

ان من البیان لسحرا

الخطبۃ الاشرفیۃ للجمہوریۃ الاسلامیۃ

بعونہ تعالیٰ وکرمہ

امسال ۵- اور ۶- رجب ۱۳۶۵ھ کو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اسپیشل اجلاس مسجد شاہجہانی واقع درگاہ معلّٰی اجمیر شریف میں حضرت عالی درجت سراپا برکت مرجع المشائخ والکبراء مامن خاص وعام دیوان سید شاہ آلِ رسول علی خاں صاحب (دامت برکاتہم) سجادہ نشین درگاہ عالم پناہ خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کی دعوت اور ہدایت کے ماتحت ہوئے جنکی ایک نشست میں خود حضرت ممدوح مدظلہٗ نے مسند صدارت کو عزت بخشی اسی اجلاس میں فرزند رسول جگر گوشۂ بتول عالم نبیل فاضل جلیل رئیس المتکلمین حضرت مولانا الحاج المولوی السید الشاہ سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی مدظلہٗ صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے یہ نفیس خطبہ ارشاد فرمایا

اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اپنے مخصوص انداز میں سُنایا

حسب فرمائش اراکین آل انڈیا سُنّی کانفرنس

(جناب مولوی ظفر الدین احمد صاحب دام مجدہم) نے اپنے

اہلسنّت برقی پریس شیش محل مرادآباد میں چھاپ کر شائع فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی من علینا اذ بعث فینا رسولا وجمعنا علی کلمۃ واحدۃ وکعبۃ واحدۃ وقرآن واحد ودین واحد وجعل لنا سعیا مشکورا وعملا مقبولا والصلوٰۃ والسلام علی من ھو حبل اللہ المتین والعروۃ الوثقیٰ بالیقین وھو الذی الف بین قلوبنا اذ کنا اعداء فاصبحنا بنعمتہ اخوانا وباللہ مؤمنین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ الطیبین الطاہرین وعلی الائمۃ المجتہدین وعلماء امتہ واولیاء ملتہ وشہداء محبتہ وجمیع المتمسکین بسنتہ والمعتصمین وعلینا معہم وبہم ولہم - اما بعد

مشائخ کرام، علمائے اعلام وبرادران اسلام! اللہ اللہ کیسی مبارک گھڑی، اور کیسا مقدس مقام، اور کسقدر بلند مقصد آج اور اسوقت میسر ہے کہ اگر اس ساعت حیات کی برکتیں تمام زندگی کے لمحات کو تقسیم کردی جائیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب کا بیڑا پار ہو جائے۔ یہ شاہجہانی مسجد ہے جسکی بنیاد سے لیکر چوٹی تک جدہر نظر کیجئے تو اس عقیدتمندی کی صاف شفاف وسفید جھلک موجود ہے، جو ہمارے تخت وتاج والے حکمرانوں کو دلق وگلیم والے فرمانرواؤں سے تھی۔ لال قلعہ دہلی کے تخت طاؤسی پر جو سر سب سے اونچا نظر آتا تھا، وہ سب سے زیادہ جھکنے والا، اور جھکانے والا خاک پاے آجمیر میں دکھائی پڑتا تھا۔ سلطان السلاطین شہنشاہ کا لقب خواجۂ خواجگاں کی جاروب کشی نے بخشا تھا۔ خزانۂ عامرہ والے لعل وجواہر گدڑی والوں سے مانگ لیجاتے تھے۔ نبرد آزماؤں کی تلواریں گوشہ نشینوں کی چوکھٹ پر تیز کیجاتی تھیں، کلغی والوں کی کلغیاں ننگے تلوے والوں کے تلوے چوما کرتی تھیں۔ آنکھ والوں کے لئے سرمۂ سعادت بصیرت والوں کی خاک قدم ہوتی تھی۔ تدبیر والوں کی تقدیریں، دعا والوں کی دعاؤں سے سنواری جاتی تھیں۔ جاں بازوں اور خطرات کی توپوں کے دہانوں پر سینہ رکھدینے والوں کی زرہیں نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ پڑھکر مژدۂ نصرت وفتح دینے والی بشارتوں سے بنتی تھیں۔ عزم والوں کو آہنی عزائم، ذکر جہادی والے عطا فرماتے تھے۔ سرکوبیوں کے طریقے ذکر ارّہ والوں سے سیکھے جاتے تھے۔ پیترے والوں کے پیترے نظر بر قدم اور قدم بر نظر والوں کے کنٹرول میں تھے۔

ہوشیاری وباخبری کی تعلیم، پاس انفاس والوں کے سپرد تھی۔ ہمت واستقلال کی بھیک دل والوں سے مانگی جاتی تھی۔ عواقب ونتائج کی آگہی، ارباب کشف وشہود کے ہاتھوں میں رہتی تھی۔ جہانگیری تزک اور عالمگیری شہرت کا مدار بوریا نشینوں پر تھا، اکبری آئین آئین ربانی والوں کی دربانی کرتے تھے، اور شاہجہانی حوصلے کی تعمیر، شاہ گر دہلیشوں کے ہاتھ میں تھی۔ مگر بٹھ کے رسوائے عالم فاکو کے سر گرنیوالے ہاتھ میں خرقہ پوشوں کا دامن رات دن رہتا تھا۔ فقیروں کی خانقاہوں میں بادشاہ اور رعایا یکساں پوزیشن رکھتے تھے۔ اخوت ومساوات حریت ومروت کا آخری فیصلہ مرشد برحق کا ارشاد حق تھا۔ آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت تھی کانوں میں سننے کی اہلیت تھی، گداؤں کو شاہوں کی معرفت تھی۔ محتاجوں نے حاجت روائی کے دروازوں کو پہچان لیا تھا۔ شیر وشیمہ کی تجلیٔ خلق سے دھوکا نہیں ہوتا تھا۔ اقبال اکبری کا خواب بھی تجریم عظیم تھا۔ دہلی واجمیر کی درمیانی مسافت اور راجپوتانہ کی سنگلاخ زمین اور پیچ در پیچ پہاڑیاں بھی حقیقت کو پردہ میں چھپا نہیں سکتی تھیں، اور دہلی کا قطب الاقطاب جہاں سے اپنے بخت کی یاوری، اور عالم غیب کے روحانی "کاک" حاصل کر چکا تھا، وہیں سے متصل تاجداری اپنی حکمرانیوں اور جہاں بانیوں کی سند پاتی تھی۔ اس شاہجہانی مسجد کے سنگ در سے پوچھو کہ شاہجہاں نے کسطرح عزم کرکے سعادت حاصل کی کہ اسکی اس تعمیر پر شبلہ بغد سلطان الاولیاء کی نظر ہے، جسکی بدولت ان گنت عارفوں نے معبود برحق کے یہاں تعبدی سجدے کیے اور شمار ملائکہ کی یہ ہروقت گزرگاہ ہے۔ ایک ایک اینٹ پر یاد الٰہی کی یادگاریں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مقام کے تقدس کا خیال کرکے یہاں پاؤں رکھتے ہوئے کلیجہ تھرآتا ہے، اور سر کے بل چلنے کو دل تڑپتا رہتا ہے۔ یہ تو خانۂ خدا اور سجدہ گاہ اولیاء کا حال ہے۔

اور وہ سامنے سلطان السلاطین کا دربار، اور خواجۂ خواجگاں کی سرکار ہے، آفتاب ولایت کی جھلملیاں ہیں، ہوم ماہتاب کرامت کی نور پاشیاں ہیں، فیض وکرم کا چشمہ ابل رہا ہے۔ اور غریب نوازیوں کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ قدسیان چرخ اگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، تو سُرستان زمین ہی کا میلا دیکھ لیجیے۔ سبحان اللہ کیسی شمع ولایت ہے کہ دنیا پروانہ وار فدا ہو رہی ہے۔ کیسا مالک تخت وتاج ہے کہ ایک زمانہ جس کا محتاج ہے، جسکو ہم امیر کہتے ہیں، وہ

یہاں کا فقیر ہے، اور جسکو ہم فقیر جانتے تھے وہ یہیں کا دامنگیر ہے۔ سلطان کا سلطان بادشاہوں کا بادشاہ غریب نوازوں کا غریب نواز۔ خواجوں کا خواجہ۔ ساقیوں کا ساقی۔ بیدل کا یار۔ پیوں کا پیا۔ محبوبوں کا محبوب۔ دیکھئے دیکھئے، سنہری کلس ہے کہ نور کا جگا۔ قبۂ بیضا ہے کہ نور ظہور کا تڑکا ہے۔ تجلیوں کے خواجہ تیری ایسی تجلیاں۔ اے قدرت نمائیوں کے داتا تیری یہ کارفرمائیاں۔ آنکھوں میں چکا چوند ہے، دل سرشار ہے، دماغ خدا جانے کہاں پہنچا ہوا ہے، آسمان کا تارا تارا، چمنستانِ دہر کا پتہ پتہ زمین کا ذرہ ذرہ، حاضرین کا ہر چھوٹا بڑا۔ میری روح کی گہرائیوں کا گوشہ گوشہ۔ میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا کس مزے میں بزبانِ حال سے گویا ہے کہ

معینا دستگیرا پادشاہا مرشدا خواجہ ؛ طفیلِ رحمۃ العالمین چشمِ کرم بُرما

آج رجب شریف کی چھٹی شب ہے ہندوستان بھر میں چشتی عید ہے، یارِ حقیقی سے وصالِ خواجہ کی تاریخ ہے، عرس شریف کا دن ہے، خواجہ بزرگ کی یادگار ہے، قرآن کریم کی زبان میں اَیَّامُ اللّٰہ میں سے ایک ممتاز یوم ہے، وحیِ الٰہی کی شہادت ہے کہ خاصانِ حق و مقبولانِ درگاہ مطلق کا یومِ ولادت و یومِ وصال و یومِ حشر بتعین تاریخ کے ساتھ سلامتی والے ہیں اور ربانی رحمتوں کی بارش لایا کرتے ہیں۔ ان تاریخوں میں انکے وابستگانِ دامن کی بن آتی ہے، مجبوریاں بنا دی جاتی ہیں، بیمار صحت پاتے ہیں، اسیرانِ نفس و معصیت کو رہائی دی جاتی ہے اپنے رب سے پانیوالے بے حساب پاتے ہیں اور بے تحاشا بانٹتے ہیں۔ کمائی والے زیادہ سے زیادہ اُجرتیں حاصل کرتے اور اپنے وابستوں کو عطا فرماتے رہتے ہیں، ان بے شمار نعمتوں میں سے یہی ایک کیا کم ہے کہ آنکھیں ملتی ہیں، آنکھوں کو بینائی ملتی ہے، بینائی کو تیزی بخشی جاتی ہے، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا صدقہ ملتا ہے، اسلام کی بخشی ہوئی تیز نگاہی کی حفاظت کا ثمرہ ملتا ہے۔ دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ قوموں نے اپنے گرد و پیش آگ پانی مٹی ہوا کو دیکھا تو آنکھیں تھک گئیں اور حقیقت تک بار یاب نہ ہو سکیں، عقلیں سوختہ ہو گئیں، ہوشمندی ڈوب مرگئی، انسانی شرافت خاک میں مل گئی، علم و فہم و فراست ہوا ہو گئی۔ آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں تو چاند سورج اور ستاروں سے آگے نہ بڑھ سکیں، اور چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔ یہ آتش پرستی اور گنگا پوجا یہ بت پرستی، یہ ہولائی اور اوہام نگاہوں کی کمزوریاں نہیں تو کیا بلا ہیں؟ چندرما پوجا، سورج پوجا

گرہن پوجا، اور ستاروں کی پرستش اندھاپن نہیں تو اور کونسی لعنت ہے۔ لیکن اسلام کی تیز نگاہی اللہ اکبر آثار کو دیکھا اور مؤثر کا یقین آیا۔ افعال سامنے آئے اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کی قدرتیں نظر آنے لگیں، صفات کی تجلیات نے ذات کی طلب پیدا کر دی، اجرام فلکیت کے پردے چاک کر دیئے استحالۂ خرق والتیام کے نظریہ کا استحالہ کر دیا۔ اور جاتے جاتے نگاہیں حقیقت تک پہنچ گئیں۔ نتیجہ کہ جمال کعبہ جسکے ہجر میں آج تک سیہ پوش ہے، اور عرش اعظم کی پہنائیاں جسکی بے حجابیاں ہیں اسلامی آنکھ نے لذت دید میں سرشار ہو کر اُسکو اپنے دل میں رکھ لیا۔

یہ اُس اسلامی تیز نگاہی کی کرامت ہے کہ خواجہ خلوت کدۂ قبر میں پردہ نشیں ہوئے، قبر کو تعویذ قبر نے چھپایا، تعویذ قبر نے غلاف کی چوندر اوڑھ لی، ان سب پر گنبد آکر چھا گیا۔ لیکن اسلامی آنکھ کیلئے کسی چھپانے والے نے خواجہ کو چھپا لینے میں کامیابی حاصل کی۔ تعویذ قبر پر رخسار رکھدینے والو اور غلاف قبر کو سر پر رکھنے والے آنکھ والوں سے پوچھو کہ ان سب کا لابس اور قبر کا مقبور کس کو پایا؟ اور اگر مٹیّا نظر نہیں تو لباس میں کیا رکھا ہے، اور اگر مقبور پر نگاہ نہیں تو قبر میں کیا دھرا ہے۔ یہ وہابیت کا اندھاپن ہے کہ ٹٹولتے ٹٹولتے قبر تک پہنچی تو خاک پتھر کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا، اور محروم ازلی ہو کر رہ گئی۔ اور یہ اسلام کی تیز نگاہی ہے کہ قبر کو مقبور سے نسبت بخشی۔ کفار کی قبروں کو اکھاڑ دینے کی اجازت دی کہ کفر و کفار کسی احترام کا حق نہیں۔ مومن کی قبر پر اُس آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قدم پاک رکھنا گوارا نہ فرمایا، جسکے تلووں کے نیچے ایمان والوں کی جنتیں ہیں تو پھر مقبولانِ بارگاہ کی قبروں کا کتنا شاندار رتبہ ہوا۔ یعنی وہابیت کہتی ہے کہ قبر کو دیکھو، اور اسلام کہتا ہے کہ مقبور کو دیکھو

یہ تو ہم مسلمانوں کا روز مرہ ہے کہ قرآن شریف کو تلاوت کے لیے لیا اور پہلے جزدان کو چوم لیا پھر جلد کو چوما اور پھر کھولکر تلاوت میں لگ گئے۔ یہ جزدان کے کپڑے کو نہیں چوما، یہ جلد کے چمڑے کو نہیں چوما، بلکہ جزدان کے اندر جلد میں چومنے کے قابل چیز جو پہلے ہی سے نظر آگئی، اُسکو چوم لیا دال کو نہیں چوما، مدلول کو چوما، یا مدلول سے دال کی جو نسبت ہے اُسکو چوما۔ ہاں ہاں غلاف قبر کو کوئی نہیں چومتا، اُسکی اُس نسبت کو چومتا ہے جو مقبور سے اُسکو حاصل ہے۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہیں کتنا مقدس مقام اور کسقدر اہم ایمان اور کتنی خاص تاریخ میسر ہے زمان و مکان کی شرافت پوری پوری موجود ہے، اور بعونہٖ تعالیٰ اخوان کی شرط بھی موجود ہے۔ ہم

نہیں کہتے کہ ہم گنہگار نہیں، سیہ کار نہیں، خطا شعار نہیں۔ لیکن ہاں ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہم باغی نہیں ہم غدار نہیں۔

زمانہ میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں، دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھندا بنایا، کھلے بازار میں ملت فروشی کی جا رہی ہے، ضمیر فروشی، قوم فروشی کا بلیک مارکیٹ قانون کی رو سے بھی آزاد ہے۔ نام دار العلوم رکھا اور کام ودیا مندر کا کیا۔ نام پوچھو تو احرار بتائیں، اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی پر اترائیں۔ یا رسول اللہ کہتے گھبرائیں اور بندے ماترم کا ترانہ گائیں۔ نعرۂ تکبیر سے الجھیں اور اپنے باپو کی جے منائیں، مسلمانوں سے بیزار اور مشرکوں کے علمبردار ان پر ہنود کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ پہچاننا دشوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا مالوی جی ہیں۔ سب کچھ ہے مگر اے خواجہ تیری خواجگی کے قربان کہ تیرے مست تیرے ہی رہے، تیری تعلیم، تیرے پیغام سے ایک انچ نہ ہٹے، چودہ سو برس کی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہے، مشرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہیں کیا اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا، نہ یورپ کی چال ان پر چلی، نہ اکثریت کی سرمایہ داری کا جال انکو پھانس سکا، یہ خواجہ کی دہائی دینے والے، یہ عرس و فاتحہ والے، یہ میلاد و قیام والے، یہ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت والے اسی مقام پر رہے جہاں خواجہ کی کرامت نے ان کو کھڑا کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کیسے اچھے ستھرے خواجہ والے، غوث والے اخوان میرے سامنے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے۔ آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر ہی لا چکا ہے، جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا ہے، جسکے لیے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہونچا۔ جس مقصد کا مختصر لفظ صاف نام خدا کے دین کے پیغام اور اس دینداری کی آزادی ہے۔ ذرہ ذرہ کو مسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے، انسان کو پاک کرنا اور انسانی آبادی کو پاکستان بنانا ہے

ہمیں اپنے خواجہ سے یہی کہنا ہے کہ زمانہ اب روشنی کی اہلیت و استعداد کو نہیں، بلکہ کرسیوں کو ووٹوں کی کثرت تعداد کو دیکھتا ہے۔ گوبر و پیشاب والوں کو پوتر اور اللہ کے پاک بندوں کو ملیچھ کہا جاتا ہے جن غداروں کو زمین پر قدم رکھنے کا حق نہیں تھا انکو دیسی، اور جنکے لیے زمین پیدا کی گئی انکو بدیشی کا لقب دیا جاتا ہے، فلسطین میں ذلت کے ماروں اور بے مسکن آواروں کو مسلمانوں کے سینہ پر بسایا جا رہا ہے

کعبہ میں فریضۂ حج پر ایک ایک ہزار کا ٹیکس لگایا جا رہا ہے۔ انڈونیشیا کے مسلمانوں پر بے رحمی کی آگ لگائی جا رہی ہے، اور بڑا غضب یہ ہے خواجہ! کہ آپ کا بڑھایا ہوا کلمہ پڑھتے ہوئے کچھ ملت فروش دستار کے شملوں کو چوٹیوں پر، شلواروں کو دھوتیوں پر، صرف چند ٹکوں کیلیے نچھاور کر چکے ہیں نہرو والوں نے دوبارہ اپنا ایک نہرو بنا لیا ہے۔ اب ایک جیپال نہیں، بلکہ جیپالوں کی پلٹن ہو گئی ہے، اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ والے مسلمان یعنی سُنّی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔

اے میرے خواجہ! آپ کے وفاداروں نے آپ کے اللہ اور آپ کے رسول اور آپ کے اخوان اولیاء کے خلاف آوازیں سنے تو نہ گستاخوں کے جبہ و دستار سے ڈرے، اور نہ ریش کی آرائش سے مرعوب ہوئے اور صرف اسلیے انکو چھوڑ دیا کہ بے انکے چھوڑے اے خواجہ آپ کا دامن چھوٹا جاتا تھا جو کسی طرح قابل برداشت نہ تھا، شاید ہماری یہی ایک نیکی کام آئی اور اسی وفاداری پر خواجہ کو رحم آ گیا، کیونکہ بلاشبہ ہندوستان میں یہ عطاء الہند ہی کی کرامت ہے کہ ہمارے ان رہنماؤں کو بیداری بخشی جنکو رہنمائی کی سند زبانِ وحی سے ملی ہے، اب انکی نظر ہماری کمزوریوں پر نہیں، بلکہ اپنے بازوؤں کی قوت پر پڑنے لگی۔ وہ رہنما کون ہیں؟ یہی ہمارے پیر ہمارے علماء اہلسنت و جماعت۔ سارے پیر خانقاہ کی چہار دیواری سے نکل پڑے اور میدان میں ڈٹ گئے۔ سارے علماء مدرسوں سے باہر بھی آکر کھڑے ہوگئے اور ارادہ کر لیا کہ نو کروڑ سنیوں میں جو تھکے ہوؤں کو منایا جائے، انکو مبلغ بنا کر ذمہ داری دیجائے کہ مرنے سے پہلے فی کس دس نہیں تو ایک غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہے، انکو تعلیم دین سے آراستہ کر کے، انکے علم کو انکے عمل کو انکے اخلاق کو پاک کر دینا ہے، تاکہ جہاں وہ قدم رکھیں پاکستان ہو جائے۔ اب ایسے مدارس ناقابل برداشت ہیں جو سنیوں کی جیب پر ڈاکے ڈالیں اور سنیوں کے مفاد سے لڑتے رہیں، اور سنیوں میں انتشار پیدا کریں۔ اہتمام سنی مدارس کو ایک نظام میں لا کر ان میں تعلیم و تربیت کی یکسانیت پیدا کرنی ہے۔ دار القضاء و دار الافتاء سب کو نئی شان سے چلانا ہے، خانقاہوں کو آراستہ کرنا ہے اور انہیں تبلیغ و تعلیم کی روح پھونکنی ہے المشائخ کلھم کنفس واحد کو کر کے دکھانا ہے۔ ان پاکوں کا پاک عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھا دینا ہے۔

یہی علماء و مشائخ اور انکے برگزیدہ عزائم اور ارادے ہیں جنکا آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں اعلان ہو چکا ہے

اور جہیں اسوقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے ، اور اسی سُنّی کانفرنس کا آج خواجہ کی چوکھٹ پہ جلسہ صرف اپنے خواجہ کے حضور حلف وفاداری اُٹھانے کا ہے ۔

میرے سُنّی بھائیو! اب ہم پر حجتِ الٰہیہ تمام ہو چکی اور اگر ہم ان رہنماؤں سے بچھڑ گئے تو میدانِ حشر میں ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا ۔ ہمارے جگانے والے پکار رہے ہیں کہ سُنّیو جاگو جاگو ۔ ہمارے ہوشیار کرنے والے آواز دے رہے ہیں کہ سُنّیو ہوشیار خبردار ۔ ہمیں ترقی دینے والے بلا رہے ہیں کہ آؤ بڑھے چلے آؤ ۔

اے سُنّی بھائیو! اے مصطفےٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچ کر سوچنے والے پہچان لئے گئے اور تم کیوں رکو کر چلانے والی طاقت خود آگئی ۔ اب بحث کی لعنت چھوڑو ۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ ۔ اُٹھو بڑھو کھڑے ہو جاؤ چلو چلو ۔ ایک منٹ بھی نہ رکو ۔ پاکستان بنالو تو چاہے دم لو ۔ کر یہ کام اے سُنّیو ، سُنّی لو کو صرف تمہارا ہے ۔

حضرات! میں مسلم لیگ پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہدیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سُنّیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سُنّی کانفرنس ہی کرے گی ۔ اس میں کے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے اور سُنّی کانفرنس سے غلط کہا رہا ہے ۔ پاکستان کا نام اچھا لگا ہے مقصد ناپاکوں کو پڑھے اُسی تصدیق ناپاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا پاس وظیفہ کون سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے بھلا نہیں کرتا ۔ اب رہا پاکستان کا سُنّیوں کا ہونا سو یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت کے مقدم کیلئے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلا خوف لومۃ لائم کر دیا ہے ۔ علاوہ مسلم لیگ کے سوا کوئی لوگ ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ قطعی موافقت بھی رکھتی ہو ۔ الکفر ملۃ واحدۃ تو سارے ناپاکوں نے اپنے اندرونی اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اسکو بنایا ؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائیگا تو وہ صرف سُنّی ہیں ۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے ۔ مسلم لیگ سے ہمارے سُنّی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین العابدین سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے ۔ اگر آج ہم سارے سُنّی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتائے کہ مسلم لیگ کسکو کہا جائیگا ۔ اُس کا دفتر کہاں رہیگا اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اُٹھائے گا ؟

ان حقائق میں کیا اس دعوے کی کوئی گنجائش موجود نہیں کہ پاکستان صرف سُنّیوں کو بنانا ہے ۔

(اسکے بعد حضرت محدث کچھوچھوی قبلہ مدظلہ العالی نے سُنّی کانفرنس کے اجلاس بنارس میں عقول خاص عالم ہو چکا تھا اور فرمایا کہ) صدارت کے چند انتخابات سنائے جو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اجلاس بنارس میں مقبول خاص عالم ہو چکا تھا اور فرمایا کہ)

میں اپنے سُنّی بھائیوں کو آخر میں پھر زور دعوت دیتا ہوں کہ زندگی کی پہلی فرصت میں سُنّی جھنڈے کے نیچے آجائیں جس کا سبز رنگ قبہ خضراء کی سرسبزی سے ماخوذ ہے اور جس کا ہلال بدر کامل ہونے کی ترغیب دکھتا ہے اور جس کی چمک اپنے آغوش میں اُس سبز گنبد کو لئے ہے جسکے مکین پر دین اور دنیا کی بھلائی قسمت نے رکھی ہے ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

فقیر ابو المحامد سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی (صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس)

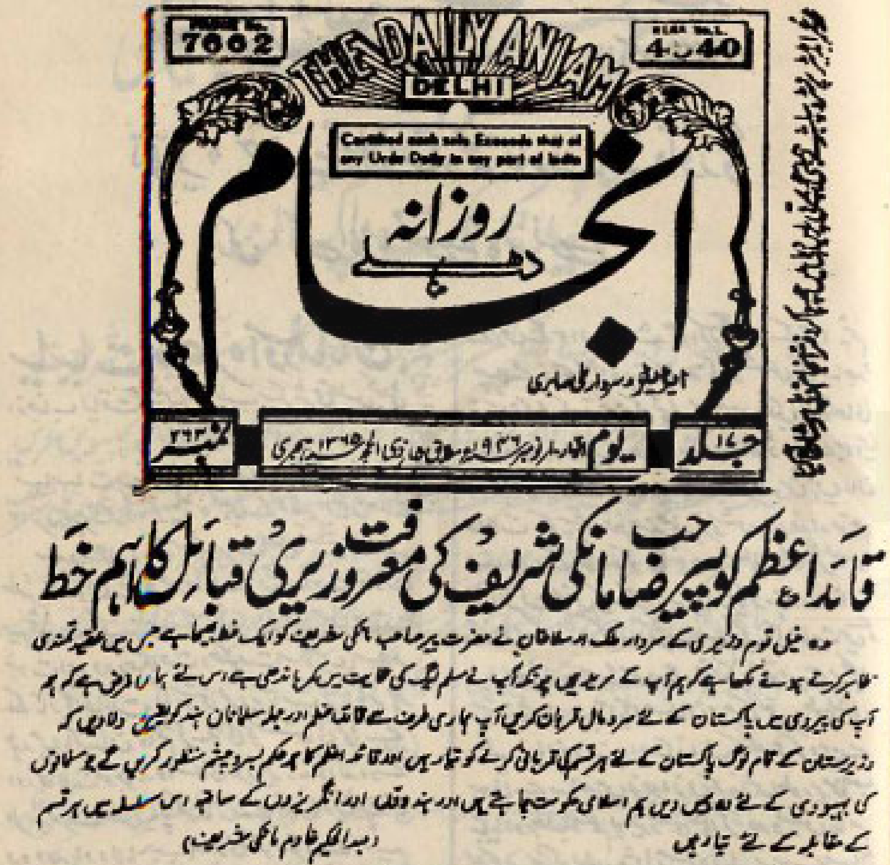

7002

THE DAILY ANJAM

DELHI

4.40

Certified each sale Exceeds that of any Urdu Daily in any part of India

روزانہ انجام دہلی

ایڈیٹر مسعود علی صابری

جلد ۱۷ — یوم اتوار [illegible] ۱۹۴۶ء مطابق [illegible] ذی الحجہ ۱۳۶۵ ہجری — نمبر ۲۶۳

قائداعظم کو پیر صاحب مانکی شریف کی معرفت وزیری قبائل کا اہم خط

وہ خیل قوم وزیری کے سردار ملک و سلطان نے حضرت پیر صاحب مانکی شریف کو ایک خط لکھا ہے جس میں عقیدہ تمدنی ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم آپ کے مرید ہیں چونکہ آپ نے مسلم لیگ کی حمایت پر کمر باندھی ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کی پیروی میں پاکستان کے لئے سر و مال قربان کریں ۔ آپ ہماری طرف سے قائد اعظم اور جملہ مسلمانان ہند کو یقین دلائیں کہ وزیرستان کے تمام لوگ پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہیں اور قائد اعظم کا ہر حکم بسر و چشم منظور کریں گے ۔ مسلمانوں کی بہبودی کے لئے ہم بھی دین ہیں ہم اسلامی حکومت چاہتے ہیں اور ہندو وقت اور انگریزوں کے ساتھ اس سلسلہ میں ہر قسم کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں

(عبد الحکیم خادم مانکی شریف)

اجلاس بمبئی

منعقدہ
۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء

تقریر: حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری

رکن، آل انڈیا سنی کانفرنس

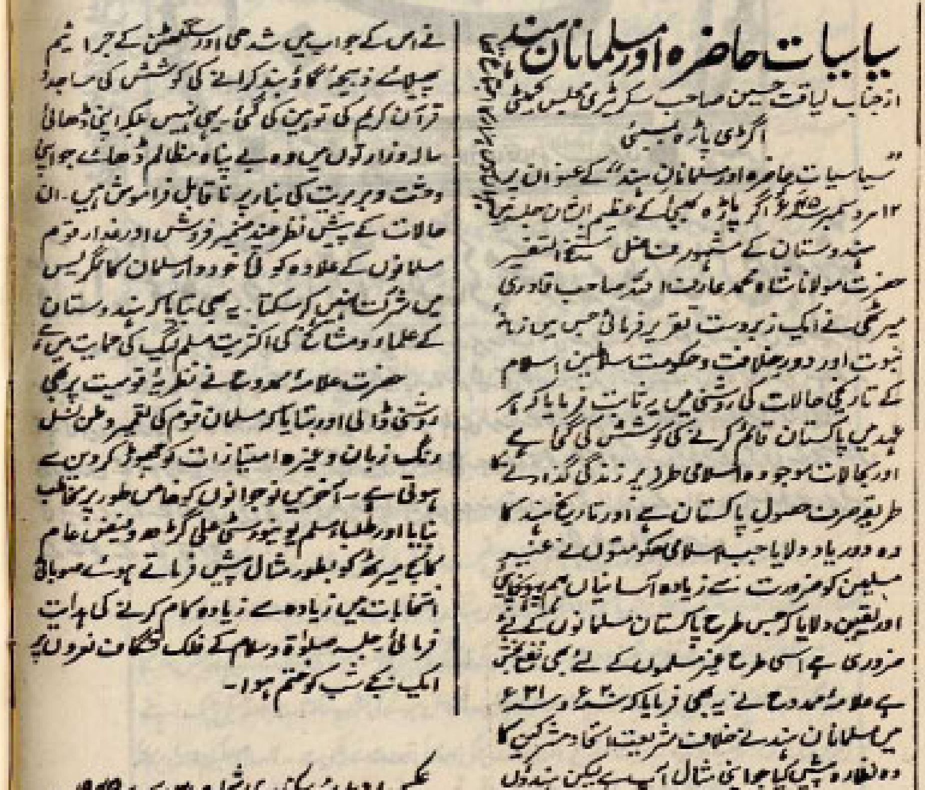

سیاسیات حاضرہ اور مسلمانانِ ہند

از جناب لیاقت حسین صاحب سکریٹری مجلس کمیٹی
اگرواڑی پاڑہ بمبئی

"سیاسیات حاضرہ اور مسلمانانِ ہند" کے عنوان پر ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء کو اگرپاڑہ بمبئی کے عظیم الشان جلسہ میں ہندوستان کے مشہور عالم فاضل شیخ التفسیر حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری میرٹھی نے ایک زبردست تقریر فرمائی جس میں زمانۂ نبوت اور دورِ خلافت وحکومت سلاطین اسلام کے تاریخی حالات کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا کہ ہر عہد میں پاکستان قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بحالات موجودہ اسلامی طرز پر زندگی گذارنے کا طریقہ صرف حصولِ پاکستان ہے اور تاریخ ہند کا وہ دور یاد دلایا جب اسلامی حکومتوں نے غیر مسلمین کو ضرورت سے زیادہ آسانیاں بہم پہنچائیں اور یقین دلایا کہ جس طرح پاکستان مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی نفع بخش ہے علامۂ ممدوح نے یہ بھی فرمایا کہ ۱۹۱۳ء و ۱۹۳۱ء میں مسلمانانِ ہند نے خلافت شریعت اتحاد و اشتراک کا وہ مظاہرہ پیش کیا جو اپنی مثال آپ ہے لیکن ہندوؤں نے اس کے جواب میں شدھی اور سنگھٹن کے جراثیم پھیلائے ذبیحۂ گاؤ بند کرانے کی کوشش کی مساجد و قرآن کریم کی توہین کی گئی۔ یہی نہیں بلکہ اپنی ڈھائی سالہ وزارتوں میں وہ بے پناہ مظالم ڈھائے جو اپنی وحشت و بربریت کی بنا پر ناقابل فراموش ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر ضمیر فروشوں اور غداران قوم مسلمانوں کے علاوہ کوئی خوددار مسلمان کانگریس میں شرکت نہیں کرسکتا۔ یہ بھی بتایا کہ ہندوستان کے علماء و مشائخ کی اکثریت مسلم لیگ کی حمایت میں ہے۔

حضرت علامۂ ممدوح نے نظریۂ قومیت پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ مسلمان قوم کی تعمیر وطن نسل رنگ زبان وغیرہ امتیازات کو چھوڑ کر دین سے ہوتی ہے۔ آخر میں نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب بنایا اور طلبائے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و بعض عام کالج میرٹھ کو بطور مثال پیش فرماتے ہوئے صوبائی انتخابات میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جلسہ صلوٰۃ و سلام کے فلک شگاف نعروں پر ایک بجے شب کو ختم ہوا۔

عکس دبدبۂ سکندری شمارہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء

عرس اعلیٰ حضرت بریلوی
اور
تائید تحریک پاکستان

تقریر: حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے پچیسویں عرس مبارک منعقدہ ۲۳ ــ ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ / ۲۸ ــ ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں حضرت صدر الشریعۃ اور حضرت صدر الافاضل نے مسئلۂ پاکستان پر پُرزور تقاریر فرمائیں ان کا ضروری حصہ اخبار دبدبۂ سکندری مطبوعہ ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء میں محفوظ ہے، اسی موقر جریدہ سے لے کر ذیل میں درج کی گئی ہیں۔

(۱)

"... کانگریس فتنۂ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کرچکی ہے اس کی سب سے بڑی آواز یہی ہے۔ یہی اس کا سوراج ہے یہی اس کی آزادی ہے ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچانے کی سعی کرتے رہے اور اس کی اسلام دشمنی کا بیدریغ اظہار کرتے رہے۔ خلافت کمیٹی کے زمانے میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اس کے تملق و چاپلوسی سے دھوکہ کھاکر ان کے دام فریب میں آگئیں تھیں۔ مگر روزمرہ کے تجربوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور جو بات ہم بتاتے تھے ان کے معاینہ میں آگئی اور وہ ہندو جو اس وقت محبت کے پردہ میں دشمنی کرتا تھا اب بالاعلان مقابل ہے اور کانگریس

اس بات کی مدعی ہے کہ وہ تمام ہندوستان کی خود ہی نمائندہ ہے اس باطل دعوے کی تائید کرنے کے لئے اس نے وہی مولوی حاصل کئے ہیں جنہوں نے خدا و رسول سے غداری کی تھی اور جو طمع زر میں آج مشرکین ہند کی زبان بنے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے دامِ تزویر میں پھانسنا چاہتے ہیں انتخابات کے موقعوں پر وہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تو ساتھ نہ دیں کانگریس کی حمایت کریں، کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنائیں علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام سُنّی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی۔ سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت علماء دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے اس کے علاوہ احرار و خاکسار نیشنلسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔

حضرت مولانا کی تقریر بڑی غور سے سُنی گئی اور اس اجتماع عام میں ہر فرد بشر گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا بار بار تحسین و مرحبا اور تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان جو پہلے سے اپنے علماء کی ہدایت کے منتظر تھے اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے۔ انشاء اللہ ان میں سے کوئی بھی کانگریس کی تائید نہ کرے گا بلکہ سب اس درس کے مبلغ ہو گئے جو دوسروں کو بھی یہ پیام پہنچائیں گے اور اپنی پوری قوت سے مسلمانوں کو کانگریسیوں کے پھندے میں آنے سے روکیں گے؟

(۲)

تقریر: حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی

ناظمِ اعلیٰ آل انڈیا سُنّی کانفرنس

حضرت صدر الشریعت کی تقریر کے بعد حضرت صدر الافاضل نے ان کی تائید فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس کی خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لئے انجام دیتے ہیں مسلم لیگ کو اس سے فائدہ پہنچے تو ہم اس کے امتنان یا شکر گزاری کے متمنی نہیں ہیں جو تحریک مسلمانوں کے نفع کیلئے ہو مسلمانوں کی ہمدردی و محبت سے اس کی تائید ضروری ہے اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو۔ مسلمان یہ عزم کر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی حکومت قائم ہونے سے روک نہیں سکتی اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے اور اسلامی قوانین کے خود پابند ہو جایئے اپنے گھر والوں کو پابند کیجئے تب محلہ والوں پر ان کی بات کا اثر ہو گا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے فدائی ہوں اور آپ کے عمل اور آپ کی وضع بتاتی ہو کہ جو مطالبہ آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبۂ صادقہ آپ کی رگ و پے میں سرایت کر چکا اور جب آپ کا اس جوشِ صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کا کوئی بھی روکنے والا نہیں۔

اس تقریر کی دل کشی نے مجمع کو مست بنا دیا اور ہر شخص پاکستان کے جذبہ میں سرشار نظر آ رہا تھا؟

مطالبۂ پاکستان سے متعلق
آل انڈیا سُنّی کانفرنس
کا تاریخی فیصلہ

◆

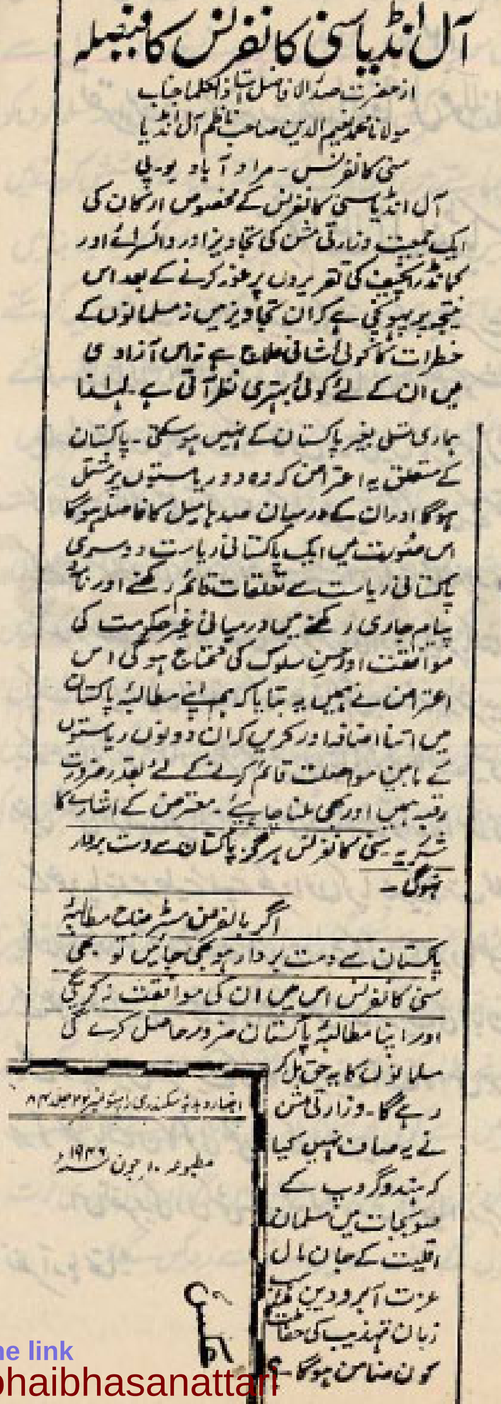

آل انڈیا سنی کانفرنس کا فیصلہ

از حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء جناب
مولانا محمد نعیم الدین صاحب ناظم آل انڈیا
سنی کانفرنس - مراد آباد یو-پی

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مخصوص ارکان کی ایک جمعیت وزارتی مشن کی تجاویز اور وائسرائے اور کمانڈر انچیف کی تقریروں پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ ان تجاویز میں مسلمانوں کے خطرات کا کوئی شافی علاج ہے نہ اس آزادی میں ان کے لئے کوئی بہتری نظر آتی ہے۔ لہٰذا ہماری نسل بغیر پاکستان کے نہیں رہ سکتی۔ پاکستان کے متعلق یہ اعتراض کہ وہ دو ریاستوں پر مشتمل ہوگا اور ان کے درمیان صدہا میل کا فاصلہ ہوگا اس صورت میں ایک پاکستانی ریاست دوسری پاکستانی ریاست سے تعلقات قائم رکھنے اور نامہ و پیام جاری رکھنے میں درمیانی غیر حکومت کی موافقت اور حسن سلوک کی محتاج ہوگی اس اعتراض نے ہمیں یہ بتایا کہ ہم اپنے مطالبۂ پاکستان میں اتنا اضافہ اور کریں کہ ان دونوں ریاستوں کے مابین مواصلت قائم کرنے کے لئے بقدر ضرورت رقبہ ہمیں اور بھی ملنا چاہئے۔ معترض کے اشارہ کا شکریہ۔ سنی کانفرنس ہرگز پاکستان سے دست بردار نہ ہوگی۔

اگر بالفرض مسٹر جناح مطالبۂ پاکستان سے دست بردار ہو بھی جائیں تو بھی سنی کانفرنس اس میں ان کی موافقت نہ کرے گی اور اپنا مطالبۂ پاکستان ضرور حاصل کرے گی مسلمانوں کا یہ حق مل کر رہے گا۔ وزارتی مشن نے یہ صاف نہیں کیا کہ ہندو گروپ کے صوبجات میں مسلمان اقلیت کے جان، مال، عزت، آبرو، دین، مذہب، زبان، تہذیب کی حفاظت کون ضامن ہوگا-

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۲۲ جلد ۸۲

مطبوعہ ۱۰ جون ۱۹۴۶ء

سُنّی کانفرنس

منعقدہ پھپھوند (ضلع اٹاوہ) ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء

زیرِ صدارت حضرت مولانا ابو المحامد سید محمد محدّث کچھوچھوی
تقاریر : حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی
حضرت مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی

گذشتہ صفحات میں مذکورہ بالا سنی کانفرنس کا خطبہ صدارت سید مصباح الحسن مودودی درج ہو چکا ہے۔ اس اجلاس کی دو اہم تقریروں کا خلاصہ جو مولانا اعزاز حسین، ناظم سنی کانفرنس پھپھوند (ضلع اٹاوہ) نے قلمبند کیا تھا، درج ذیل ہے۔

"سنی کانفرنس پھپھوند کا آخری شاندار اجلاس ۱۱ فروری ۴۶ء کو بعد نماز عشا شروع ہوا۔ حاضرین کی تعداد ہزارہا تھی .... حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی (ناظم اعلیٰ، آل انڈیا سنی کانفرنس) نے اپنی فاضلانہ تقریر میں مسلمانوں کو بتایا کہ وہ احکام اسلام کی پابندی کرتے ہوئے پاکستان کے حصول کی کوشش کریں اور اپنے اندر اسلام کی اطاعت کا جذبہ پیدا کریں اگر مسلمان دینِ متین کا جذبہ پیدا کر کے متحرک ہو گئے تو مستقبل قریب میں پاکستان کا مل جانا دشوار نہیں اس کے بعد آپ نے کانگریس کی ہندوانہ ذہنیت پر تبصرہ فرمایا۔ آپ کے بعد حضرت صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب مفتی اعظم نے اہلِ سنت کی تفسیر اور اتحاد و اتفاق پر زبردست تقریر فرمائی۔

تمام مجمع حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری بدایونی (پروپیگنڈہ سکرٹری

آل انڈیا سنی کانفرنس) کی تقریر کے لئے مضطرب تھا اور برابر تقاضے کئے جا رہے تھے کہ حضرت ممدوح تقریر فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے کپتان عبدالرشید صاحب کی رہائی کے مطالبہ کا رزولیوشن اپنی پُرجوش تقریر کے ساتھ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت نے کپتان عبدالرشید کی سزایابی کے معاملہ میں جو ناعاقبت اندیشانہ طریقہ اختیار کیا ہے وہ مسلمانانِ ہند میں ہیجان عظیم پیدا کر رہا ہے اور عام و خاص طور پر ہر مسلمان اپنے ایک خادم بھائی کی اعانت کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہے میں مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قائد کے احکام کا انتظار کریں کیونکہ انتخابات کی مہم کا کام ہنوز سر پر ہے اسے کامیاب بنانا سب سے مقدم ہے۔

آپ کی تقریر کے بعد حضرت مولانا سید محمد اشرفی صاحب محدث مدظلہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے اپنا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں پاکستان پر قوی ترین دلائل تھے کانگریس اور اس کے کارندوں پر تنقید فرماتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ حلقہ جات میں کانگریس کو ہزیمت دینے کی ہر ممکن سعی کریں آل انڈیا سنی کانفرنس اور اس کے تمام کارکنان اپنی تمام تر کوششیں حلقہ جات انتخابات میں کانگریس کی مخالفت میں صرف کر رہے ہیں۔

حضرت کے خطبہ کے بعد مولانا مصباح الحسن صاحب مدظلہ نے حضرات علماء و مشائخین کا شکریہ ادا کیا۔ اہم تجاویز منظور ہوئیں۔ ۱۲ فروری کو تمام اکابر علماء واپس ہوئے۔"

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور مطبوعہ ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء، ص ۶)

اجلاس انجمن نعمانیہ ہند لاہور

منعقدہ ۳ مئی ۱۹۴۶ء بمقام شاہی مسجد

زیر صدارت :- حضرت خواجہ محمد قمر الدین، سجادہ نشین سیال شریف
فخر ملت مولانا عبدالحامد بدایونی، ناظم نشر و اشاعت، آل انڈیا سنی کانفرنس
کی تقریر کا خلاصہ

۳ مئی ۱۹۴۶ء کو شاہی مسجد، لاہور میں مرکزی انجمن نعمانیہ ہند کا ساٹھواں سالانہ اجلاس شروع ہوا، صدارت کے فرائض حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد قمر الدین، زیب آستانہ سیال شریف نے انجام دیئے، مولانا عبدالحامد قادری بدایونی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا واحد حل قیام پاکستان میں مضمر ہے۔ پاکستان دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لئے یا تو پاکستان حاصل کریں گے اور یا مٹ جائیں گے دو ٹوک فیصلہ کی گھڑی آپہنچی ہے ہم پاکستان کی راہ کے ہر روڑے کو ہٹا دینے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ وزارتی مشن کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت (مسلم لیگ) کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج نہایت المناک ہوں گے۔"

۴ مئی کو انجمن نعمانیہ کے سالانہ اجلاس کی نشست اسلامیہ کالج کے میدان میں منعقد ہوئی۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف (صوبہ سرحد) نے سہ پہر کی نشست کی صدارت کی اس اجلاس میں مولانا عارف اللہ صاحب میرٹھی اور مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی نے تقریریں کیں۔"

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور، مطبوعہ ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۵)

سُنّی کانفرنس شاہجہان پُور (یوپی)

منعقدہ جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ / مئی ۱۹۴۶ء

تقریر: حضرت مولانا مفتی محمد دانش علی فریدی صدر مدرس مدرسہ فیضِ عام شاہجہانپور

جس پاک مقصد کے لئے ہم اور آپ یہاں جمع ہوئے ہیں وہ نہایت ہی اہم ہے۔ ضرورت ہے ہندوستان میں سُنیت کی تبلیغ و اشاعت کرنے والی پہلی یہ جماعت ہے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس سے قبل آپ حضرات اپنے اس فریضے کو بھولے ہوئے تھے یہ بھی مطلب نہیں کہ قبل ازیں تبلیغ مفقود تھی بے شک کسی زمانہ میں ہماری تبلیغ کا سلسلہ منقطع نہ تھا یہ مقدس کام حاملان دینِ متین ہمیشہ انجام دیتے رہے ہاں ضرور تھا کہ پیشتر یہ سب کچھ انفرادی طور پر ہوتا رہا ممکن ہے کہ ازمنۂ ماضیہ کے لئے وہی طریقہ انسب ہو مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ آج جبکہ دنیا کا ہر فرقہ منظم ہے عالم میں انقلاب کی آندھیاں چل رہی ہیں جو نہ صرف ملکوں کو بلکہ قوموں کو اپنے طوفانی تھپیڑوں میں لے کر تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں۔ ہمیں اس نازک دور میں طوفانی کشمکش میں اپنا سچا مذہب و ملت باطل کے اختلاط سے بچا کر محفوظ رکھنا ہے اپنی تہذیب کلچر۔ روایات دنیا کی تمام قوموں اور مذہبوں سے ممتاز رکھنا ہے۔ دنیا کی ہر قوم عالم کا ہر فرقہ اپنی اپنی تنظیم کر رہا ہے اپنی پوری قوت کے ساتھ حوادثات زمانہ کا مقابلہ کرنے کو تیار ہے ہندو ایک طرف اپنی طاقت بڑھا رہا ہے اور چاہتا ہے

کہ مسلم اقلیت کو اپنی اکثریت کے معدہ میں متحدہ قومیت کا چورن کھا کر ہضم کر جائے دوسری طرف ایک وہ فرقہ بھی ہے جو ہمارے ہی بھائیوں کا ہے ان میں ہمارا ہی خون دوڑ رہا ہے کوتاہ فہمی نے انہیں باطل عقائد کا شکار بنا دیا ہے ہدایت کے سیدھے راستہ سے ہٹ کر گمراہی پر مجتمع ہو گئے فرعونی وقارونی طاقتوں کی حمایت بھی انہیں حاصل ہو گئی ہمارے مدمقابل منظم ہو کر آ گئے کھلم کھلا ہم کو گمراہ کہہ کر عامۃ المسلمین میں ضلالت و بے دینی پھیلانے کی شرمناک کوشش کر رہے ہیں عامۃ المسلمین ان کی مقدس صورتوں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ گمراہ اور کور باطن فرقہ ایک حد تک عام اور جاہل مسلمانوں میں اپنی علامیت و تشیخ تقدس و توسیع خطابت و کتابت کا سکہ جمانے میں کامیاب بھی ہو گیا ہے تیسری طرف وہ گروہ ہیں جو مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں مگر سچے مسلمانوں عاملان سنت نبویہ کو کافر سمجھتے ہیں بُرا بھلا کہتے ہیں۔ زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہیں تہذیب جدیدہ اور علوم مشرقیہ کے بل بوتے بہت کچھ گمراہ کن اور مہلک پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اور سب کے سب منظم ہیں اگر کوئی فرقہ غیر منظم تھا تو وہ جس کی ہر ادا میں تنظیمی پروگرام مضمر ہے۔

آج جبکہ آزادی ہند کا مسئلہ درپیش ہے وہ دن قریب ہے کہ قومی حکومتیں بنائی جائیں قومی حکومت کا ٹھوس ضروری اور منصفانہ مطالبہ کرنے والی جماعت صرف مسلم لیگ ہے جس نے نہایت بیدار مغزی کے ساتھ عامۃ المسلمین کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ قومی حکومت بنے گی اور ضرور بنے گی خواہ مسلمانوں کو قربانیاں دینی پڑیں۔ خون بہانے کی ضرورت پیش آئے۔ بدر اور احد کا خاکہ دوبارہ مرتب کرنا ہو۔ پانی پت کا میدان سر کرنا ہو بہر حال مسلمان پاکستان حاصل کرنے کے لئے سب

کچھ کرسکتا ہے۔ بحمد اللہ مسلمان مرنا بھی جانتا ہے اور جینا بھی۔ وہ حصول پاکستان میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے سے دریغ نہ کرے گا۔ کیونکہ پاکستان ہی میں مسلمانوں کی آزادی کا راز مضمر ہے۔ ہندوستان میں اسلام بغیر پاکستان کے آزاد نہیں رہ سکتا ہے تبلیغ سنت کے لئے پاکستانی اسلامی حکومت کا قیام از حد ضروری ہے تاکہ جمہوری حکومت ہو فقہی قانون، خدائی رواج ہو۔ ہر رنگ پر سُنیت کی بہار، رحمت کی پھوار ہو۔ آزاد ہندوستان میں آزاد جمہوری مملکت ہی اس کی ضامن وکفیل ہوسکتی ہے۔ مسلم ہند کا فریضہ ہے کہ ہر گراں سے گراں قیمت پر پاکستان کا سودا خریدنے کے لئے کمربستہ رہے ہم حق پر ہیں خدا ہمارے ساتھ ہمارا مطالبہ کم سے کم ہے۔ منصفانہ ہے خدا بھی ہماری ضرور مدد کرے گا انشاء اللہ ورسولہ ہم اس مقدس نصب العین کو حاصل ہی کرکے ہی دم لیں گے۔

ہندو ہماری آزادی کا مخالف ہے وہ مہا سبھائی ذہنیت رکھتا ہے رام راج کے قیام کے خواب دیکھ رہا ہے۔

ہر طرف سے مخالفت کا ہجوم جو سیاسی وتمدنی ٹیلوں کی آڑ لے کر دین بیضا کو شکار کرنا چاہتے ہیں علمائے اہل حق نے اس ماحول کی بناضی کی عالم باعمل حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب فریدی سمتی پوری مدظلہ نے بدایوں اور بریلی کے علماء کے بچھڑے ہوئے دل ملانے کی کامیاب کوشش کی جس کا نتیجہ آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کی کوششوں نے حضرت محدث اعظم سید محمد صاحب کچھوچھوی کی امداد نے حاملان سُنیت کا منتشر شیرازہ مجتمع کیا اور سب کو ایک مرکز پر متحد کردیا جس کا پہلا اجلاس خطیب شہر حضرت مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی کی کوششوں سے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ مجھے انتہائی خوشی ہے کہ ہمارا تنظیمی دور نہایت کامیابی کے ساتھ شروع ہو کر ترقی کی راہ

میں گامزن ہو رہا ہے پر آشوب اور پر فتن زمانے میں ضروری تھا کہ اسلامیان ہند کی سیاست کے علاوہ ایک ایسی مذہبی تنظیم قائم ہو کہ جو آفتاب نبوت کی روشنی میں عام مسلمانوں کو سیاسی و مذہبی راستہ دکھائے مفاد عامہ پر دینی نقطہ نظر سے غور کرے اُن کے فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہو۔ سنتے ہیں کہ اتحاد کسی زمانے میں مسلمانوں کا حصہ تھا کہتے ہیں کہ اتفاق و وحدت کو مسلمانوں کے علاوہ کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ مسلمان حکماء کا قول ہے کہ خدا کی وحدانیت اور کعبۃ اللہ کی مرکزیت نے دراصل لونی وقبائلی امتیازات کو مٹا کر اصل انسانی وحدت کی خبر دی ہے اسی اتحاد کے بل بوتے پر ہم نے دنیا کے اکثر حصے پر حکومت کی ہے اور ہندوستان پر بھی۔ تفرق و انتشار کبھی ہندوؤں کا طغرائے امتیاز تھا۔ اسی بنیاد پر ہم ہمیشہ ان پر خدا کا نام لے کر فتحیاب ہوتے رہے اب یہ اخوت واتحاد خواب خرگوش ہو گیا ہندو ہم سے زائد منظم ہے ہماری ایک ایک کرکے اچھی عادتیں اس نے اختیار کرنا شروع کر دیں ہم ان کو بھلاتے گئے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے جن پر کل ہم حاکم تھے اُن کی وزارتیں آج ہمارے سروں پر مسلط ہیں علی الاعلان ہم پر مظالم ہو رہے اور ہو چکے ہیں۔ علی گڑھ بھوجی جھانسی کے واقعات تازہ دل وجگر میں خراش پیدا کر رہے ہیں مسجدوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ ہم سُن کر سوائے افسوس کرنے یا چند غلامانہ تجویزیں پاس کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ دوہری غلامی محیط ہے ایک انگریز کی دوسرے ہندو کی ایک مشرک دوسرے اہل کتاب ایک وزارت دوسرے سامراجی ذہنیت کی شہنشاہیت یہ لعنت ہم پر کیوں ہے، غلامی کا جوا ہماری گردنوں پر کس لئے ہے جواب ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں نہ ہمارے اعمال و افعال ٹھیک ہیں اور نہ تنظیم ہی درست ہے۔

پس اگر ہم شعائر اللہ کی حرمت چاہتے ہیں تو اعلائے کلمۃ اللہ کرکے مسلمانوں کو باعمل بنائیں اگر ہم ماضی کی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں کھوئی ہوئی عظمت واپس لینا چاہتے ہیں تو ہمارا

اولیں فریضہ ہے کہ ہم خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر سر جھکائیں اور دوسروں کو اس طرف متوجہ کریں۔ سنی کانفرنس اسی مقصد کے لئے قائم ہوئی ہے کہ فرزندان توحید کو حبل اللہ کے رشتہ میں جکڑ کر باعمل بنادے اقتصادی و مذہبی کمزوریوں کا قلع قمع کرے مدنی نبی کی عزت وعظمت کا سکہ دل کی گہرائیوں میں جمادے انسانوں کی گردنیں خداوند قدوس کے دربار میں جھکا کر دنیا ومافیہا پر سربلند کردے موجودہ انقلابات کے طوفان سے دین فطرت کو محفوظ رکھے۔ آخر میں فرزندان توحید سے گذارش ہے کہ وہ اپنے مذہب وملت کو ترقی دینے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ سنی کانفرنس کے زعماء وعلماء کے احکام پر اپنا سر جھکائیں اور جماعت کو وسیع بنانے میں اپنی امکانی کوششیں صرف کردیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور، ۲ مئی سنہ ۱۹۴۶ء، ص ۶، ۷)

* * *

اجلاس سُنّی کانفرنس

پھپھوند منعقدہ ۲۰ - مئی ۱۹۴۶ء

زیر صدارت :- پیرزادہ حضرت بشیر میاں صاحب خیر آبادی
مُجاہد ملّت مولانا عبدالحامد بدایونی، ناظم نشر واشاعت آل انڈیا سُنی کانفرنس
کی تقریر کا خلاصہ

نوٹ : سُنّی کانفرنس پھپھوند کے اس اجلاس میں مولانا سیّد مصباح الحسن زیب آستانہ پھپھوند نے مولانا بدایونی سے فرمایا کہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس کی پاس کردہ تجاویز، مسائل حاضرہ اور وزارتی ڈیلی گیشن کی سفارشات نیز مسئلہ پاکستان پر اہل سنت وجماعت کے موقف پر روشنی ڈالیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی تقریر میں جو ارشاد فرمایا، اسے مولانا سیّد اعزاز حسن، سیکرٹری ڈسٹرکٹ سُنّی کانفرنس پھپھوند نے ضبط تحریر میں لاکر طبع کروادیا۔

مسنونہ خطبہ کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا " آل انڈیا سُنّی کانفرنس چاہتی ہے کہ مشائخ و علمائے اہل سنت میں باہمی ارتباط پیدا ہو ہماری خانقاہوں کو تبلیغ واشاعت کا مرکز بنایا جائے بزرگوں کے اعراس سے ہر مرید ایک جذبۂ دینی لے کر جائے۔ مدارس دینیہ منظم ہوں عنقریب (آل انڈیا سُنی کانفرنس کے مجوزہ پروگرام کے مطابق) ایک دار المبلغین بدایوں میں کھولا جائے گا جہاں سے مبلغین تیار کر کے مختلف قطعات میں روانہ کئے جائیں گے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس مسائل حاضرہ میں مذہبی حیثیت سے راہنمائی کرے گی ہماری کانفرنس بنارس میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے طے کرچکی ہے کہ اکثریت والے صوبجات

میں صرف وہی حکومت اسلامی حکومت کہی جاسکے گی جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق بنائی جائے اور ایسی حکومت کے حصول کے لئے ہمارا ہر شیخ طریقت اور عالم ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ مسئلہ پاکستان پر حضرت ممدوح نے اپنے خاص انداز میں روشنی ڈالی۔

آخر میں آپ نے فرمایا مجھے بکثرت احباب وزارتی کمیشن کی سفارشات پر استصواب کر رہے ہیں چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر (قائد اعظم) نے ہنوز کوئی بیان نہیں دیا ہے۔ اس لئے میں فی الحال اس پر زیادہ تفصیل سے کہنا مناسب نہیں سمجھتا۔ لیکن ذاتی طور پر میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ مشن مسلمانوں کو اپنے گورکھ دھندے میں پھانسنا چاہتا ہے۔

مشن کی سفارشات کرپس مشن سے بھی بدتر ہیں، کہیں کہیں مشن نے مسلمانوں کے آنسو پونچھنے کی مضحکہ خیز کوشش کی ہے نہ تو مطالبہ پاکستان ہی تسلیم کیا گیا ہے نہ مسلم لیگ کے پیش کردہ دوسرے اہم اجزاء پر دیانتداری سے (توجہ) کی گئی ہے۔ اکثر و بیشتر کانگریس کی ترجمانی کرتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو زعماء کے پورے کے پورے الفاظ صفحات پر نقل کر دیئے گئے ہیں۔ سفارشات حد درجہ گمراہ کن ہیں البتہ جماعتی حیثیت سے مسلم لیگ کا جو بھی فیصلہ ہوگا اس پر عمل کیا جانا ضروری ہوگا۔ مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی اور کونسل کی میٹنگوں میں یقیناً اس سفارشات پر بحث لائی جائے گی۔

مسلمانوں کی سیاسی زندگی کے لئے پاکستان کے سوا کوئی دوسرا طریقہ حکومت قابل عمل نہیں ہو سکتا۔ مسلمان اس راہ میں ہر مصیبت کے لئے تیار ہیں۔

حضرت خطیب اعظم کی وجد آفریں تقریر نے سامعین کے قلوب پر اپنے گہرے تاثرات قائم کر دیئے آپ بمعیت مولانا قاضی یوسف حسن صاحب رحمانی ۲۱ مئی کو فیروز آباد کے جلسۂ مسلم لیگ کی شرکت کے لئے پھپوند سے واپس ہوئے۔

(اخبار دبدبۂ سکندری مطبوعہ ۱۰ جون سنہ ۱۹۴۶ء، ص ۶)

سُنّی کانفرنس کراچی منعقدہ ۱۲ - ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء

زیرِ صدارت :- مولانا قاری شاہ غلام رسُول قادری

مولانا عبد الحامد بدایونی کی تقاریر کا خلاصہ

از قلم: صاحبزادہ علمی القادری، نائب ناظم جمعیت سُنیہ جامعہ قادریہ کراچی،

حضرت مولانا الحاج شاہ عبد الحامد صاحب قادری بدایونی (پروپیگنڈا سیکرٹری آل انڈیا سنی کانفرنس) دامت برکاتہم نے اپنی ہر دو ولولہ انگیز تقاریر میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے دیرینہ خادموں کی بارہ تیرہ سالہ سیاسی و مذہبی خدمات اور تعاون خیر کی درخشندہ کامیابیوں کا تذکرہ فرمایا جو "مسلم لیگ" کو حاصل ہوئیں۔ دوران تقریر آپ نے غداران ملت کانگریسی مسلمانوں اور ہندو لیڈروں کی مسلم کش پالیسی پر تبصرہ فرماتے ہوئے ہمارے مسلمانوں کو کانگریسیوں کے "کوئٹ انڈیا" والے نعرے کو یاد رکھنا چاہیے جو موجودہ عبوری حکومت کے جلووں سے سوراج مانگنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے، اور ہندوستان کی مقبول عام "اردو زبان" کی تخریب کے لئے آسان و سہل اردو تلفظ کی بجائے ہندی انتہائی ناگفتہ بہ تلفظات کو اس میں جبراً ٹھونسا جا رہا ہے۔ ہندو پاکستان کے بننے سے کیوں ڈرتے ہیں اس لئے کہ ان کو "افغانستان بابوں" سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ سارے ہندوستان پر قبضہ نہ جمالیں مجھے تحریک خلافت کے لیڈروں سے گفت و شنید کرنے کا بھی موقع ملا ہے اور میں ان کے ساتھ شریک کار رہا ہوں۔ یہ حضرات مولانا

شوکت علی و محمد علی نور اللہ مرقدہٗ کی جوتیوں کا صدقہ ہے جنہوں نے گاندھی کو سیاسی گر سکھلائے علاوہ ازیں، میں اُن نام نہاد مسلمانوں سے پوچھتا ہوں جو کہتے ہیں کہ " سُنّی کانفرنس " کیوں بنی ؟ میں دریافت کرتا ہوں کہ " جمعیت علمائے اسلام " کیوں بنی ! جب وہ بنی تو یہ بھی بنی۔ اور جمعیت العلماء اسلام کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی بن گئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جمعیت العلماءِ اسلام ایسے افراد پر مشتمل ہے جو پہلے کانگریس کے اجارہ دار رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر علماء ایسی درس گاہ کے فارغ التحصیل ہیں جو کانگریسی ذہنیت کے نشوونما کی حامل ہے۔ اور آج اس پر " ترنگا جھنڈا " لہرایا جا رہا ہے۔ مولوی حسین احمد جو خود کو " مدنی " کہلواتا ہے، حرمین الشریفین میں اپنی زبان سے کہہ رہا تھا کہ " ہندوستان میں مرنا اور کانگریسیوں کی خدمت کرنا جوارِ رسول میں مرنے اور مسجد نبوی میں درس دینے سے افضل ہے (نعوذ باللہ من سوء العقائد)

اس کے برعکس میں بڑے فخر سے کہتا ہوں، کہ " مسلم لیگ " کو معراج پر پہنچانے والے خدا کے فضل سے " سنی کانفرنس " ہی کے دیرینہ نمائندے اور سربرآوردہ حضرات تھے اور ہیں۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی مرحوم کون تھے ؟ میرے بھائی مولانا عبد الماجد قادری بدایونی علیہ الرحمۃ کون تھے ؟ مولانا فاخر علیہ الرحمہ کون تھے ؟ یہ سب کے سب سنی کانفرنس کے نمائندے اور " مسلم لیگ " کو پروان چڑھانے والے بہترین سیاسی لیڈر تھے۔ میں سب حاضرینِ جلسہ سے دریافت کرتا ہوں تم بھی بولو۔ آیا سنی کانفرنس کے یہ اصول مثلاً خانقاہی اصلاحی نظام "، " دینی مدارس و مساجد کی تنظیم "، " مرکزی دار الافتاء و دار المصنفین " کا قیام برا ہے ؟ ——— سب حاضرین نے متفق ہو کر کہا " نہیں ہرگز نہیں "۔

تو پھر آپ سب کو میں وہی بات کہہ دینا چاہتا ہوں جو ایک ہفتہ قبل قائد اعظم سے کہی تھی کہ اگر مسلم لیگ اپنے مطالبہ " پاکستان " سے ہٹ گئی تو کیا پروا ؟ مگر آل انڈیا سُنی کانفرنس ہرگز مطالبۂ پاکستان سے نہیں ہٹ سکتی اگر خدا نے چاہا اور اس کے مقدس

حبیب کو منظور ہوا تو ہم ہر ممکن طریق پر پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔ میں آپ سب حاضرین سے دریافت کرتا ہوں کہ " قائد اعظم " آپ کے امام ہیں ؟ حاضرین نے کہا ——— نہیں۔ کیا مذہبی پیشوا یا پیر ہیں ؟ ——— حاضرین نے کہا نہیں ہرگز نہیں۔ تو میں آپ کو بتلاؤں کہ وہ کیا ہیں۔ سُن لو ! " وکیل السیاسۃ " قائد اعظم سیاسی وکیل ہیں جو موجودہ فرنگی سیاست کے پیچوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔

آخر میں میں آپ سب سُنی مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر تمہیں پاکستان حاصل کرنا ہے تو اپنی مساجد کی تنظیم کرو اور خود نماز کے پابند ہو جاؤ اور جمعیت سنیہ کراچی کے ساتھ اشتراک عمل کرو "۔

(دبدبۂ سکندری رامپور جلد نمبر ۸۴، شمارہ ۴۴/۴۵
مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء ص ۳)

سنی کانفرنس کراچی

منعقدہ ۱۲ — ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء

زیر صدارت : مولانا قاری شاہ غلام رسول قادری

علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی تقریر کا خلاصہ

از قلم :- صاحبزادہ علی القادری نائب ناظم جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی

شیخ الملت، امیر الطریقت حضرت علامہ الحاج شاہ محمد عبدالعلیم صاحب قبلہ صدیقی میرٹھی دامت برکاتہم نے تقریر فرمائی جو مسلم اور غیر مسلم دونوں طبقوں میں بے حد پسند کی گئی۔ آپ نے اپنے مخصوص طریقۂ تبلیغ سے قرآن وحدیث اور فلسفہ وسائنس کے جدید نظریہ پر نظامِ الٰہی کے عالمگیری اصول اطاعت پر نہایت ہی عمیق ترین محققانہ وفاضلانہ تقریر سے یہ ثابت کیا کہ موجودہ کانگریسی حکومت کے نظامِ عمل اور ہمارے پاکستانی نظامِ عمل میں ایک ایسا فلک پیما فرق ہے کہ جس کو ہم کسی صورت منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظامِ عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا، سمجھایا ہوا، زمانہ ہائے ماضی، حال، مستقبل کے قدرتی قوانین پر مبنی ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لمحہ بہ لمحہ، روز وشب ترمیم واضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت ہستی (یعنی حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا لایا ہوا قرآنی نظامِ عمل اور قوانین حکومت ترمیم وتنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی وحال ومستقبل پر حاوی ہے۔

ایک پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ آسمانی کتب اور الہامی لٹریچر جس پر یہود

ونصاریٰ اور دوسری غیر مسلم قوموں کو دعویٰ ہے کہ یہ واقعی آسمانی والہامی کتب ہیں پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا دین سچا اور ہماری کتابیں ہر نوعیت کے تغیر وتبدل اور ترمیم وتنسیخ سے پاک ہیں۔ جہاں تک میری تحقیق ہے (یعنی پروفیسر کی) میں بلا تردد کہتا ہوں کہ یہ خود ساختہ کتابیں "آثار قدیمہ" کے ہزارہا سالہ مدفونہ قلمی نسخوں کا فراہم کیا ہوا چربہ ہے؛

دنیاوی حکومتوں کے بڑے بڑے ماہر علوم فلکیات نجوم وغیرہ اپنی پیش گوئیوں پر پورے وثوق سے کوئی "نظامِ حیات" نہیں مرتب کر سکتے۔ کہتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے۔

لیکن ہمارے "قدرتی پاکستان" کا حقیقی بانی وعلمبردار ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کی تائید خداوندی سے بنی نوع انسان کے لئے ایک مکمل نظامِ حیات پیش کر رہا ہے۔

ہمارے مشائخین وصوفیائے کرام جو "معرکۂ غدر" سے خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے اپنے اعلیٰ جرنیلوں کی ہلاکت اور بہادروں کے ضائع ہونے کے تاسف میں خلوت نشین ہو گئے تھے، آج پھر نئی جانبازانِ اسلام کی فوج کو تعلیم وتربیت دے کر میدان میں لا کھڑا کیا ہے، کہاں گئے وہ طعنہ دینے والے؟ آئیں اور دیکھیں کہ ہمارے صوفیا ومشائخ نے اپنی روحانی قوت سے جو خاموش بیٹھے ہوئے خانقاہوں میں "پاکستانی لشکر" کی تعلیم وتربیت میں مشغول تھے کیا کام کیا ہے!

علامہ موصوف نے آیت ولا تسبوا الذین الخ کو استدلالاً پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا خدا کسی کے مذہبی اوتاروں اور بزرگ ہستیوں کے سب وشتم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہاں تو شمشیرِ عشق کے کارنامے ہیں بمصداق ؎

بسیار دیدہ ام کہ یکے راہ دو کرد تیغ　　شمشیر عشق ہیں کہ دو تن را یکے کند

آج ہمارے خانقاہ نشین ومشائخین اور علمائے کرام وصوفیائے عظام اپنی مذہبی مرکزی تنظیم کے لئے اپنے منتشر شیرازے کو دامن اتحاد وتنظیم میں سمیٹنے کے لئے میدانِ عمل

میں تشریف لائے ہیں۔ اب میں اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پیشتر "جمعیت سنیہ" کراچی کو آئندہ تعمیری پروگرام پیش کرتا ہوں۔ میں تمام بلاد اسلامیہ ممالک عربیہ کی سیاحت کر چکا ہوں مگر جتنی دینداری ہندوستان میں ہے اتنی کہیں نظر نہ آئی۔ یہ خدا کا فضل ہے لہٰذا جمعیت عالیہ سنی رضاکاروں کی تنظیم کا کام شروع کرے۔ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمعیت کے اراکین بنائے اور ہر محلہ کی مسجد کے ساتھ ایسے رضاکار بنائے جو اسلام کے بنیادی اصول خمسہ (روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ) پر حلف پابندی اٹھا کر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی یہ دعوت عمل پہنچائیں۔"

(منقول از اخبار دبدبہ سکندری رامپور جلد ۸۸ شمارہ ۴۴
مطبوعہ ۱۱ر نومبر ۱۹۵۲ء، ص ۳، ۴)

حضرت علامہ سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی

(صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس) کی تقریر

از قلم:- صاحبزادہ علمیؔ القادری

نائب ناظم جمعیت سُنیہ، جامعہ قادریہ کراچی

"رأس المحدثین، رئیس المتکلمین حضرت علامہ الحاج سید محمد محدث صاحب قبلہ جیلانی کچھوچھوی (صدر اعظم آل انڈیا سنی کانفرنس) دامت برکاتہم العالیہ کہنے کو تو تبلیغی کانفرنس انٹی سیتا رتھ پرکاش کے سلسلے میں کراچی تشریف فرما ہوئے۔ مگر جمہوریت اسلامیہ کے مشن اور صدر اعظم آل انڈیا سنی کانفرنس کی حیثیت سے مسلمانان کراچی سے جو خطاب فرمایا، وہ سنی کانفرنس ہی کے اغراض و مقاصد کے متعلق تھا۔ اس لئے حضرت صدر اعظم مدظلہ، کی بصیرت افروز تقریر دلپذیر کا کچھ ملخص جو تحت الشعور میں کم و بیش محفوظ ہے، سپرد قلم کرتا ہوں۔

حضرت صدر اعظم مدظلہ، نے اپنی صدارتی تقریر میں آیۂ ماکان اللہ لیذر المؤمنین علیٰ ما انتم علیہ حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب کی نہایت عمدہ تفسیر فرماتے ہوئے حالات حاضرہ اور سیاست موجودہ پر لطیف انداز میں تبصرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا مجھے چند دیندار بھائیوں نے فضائل رسول پر کچھ بیان کرنے کی درخواست کی ہے اور چند لوگوں نے پاکستان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرنے کی التماس کی مگر یہ اسٹیج تبلیغی کانفرنس کا ہے اور ماشاء اللہ تین دن سے جس قسم کی اپ ٹو ڈیٹ تبلیغ اس اسٹیج پر ہو رہی ہے، وہ میں آج تین دن سے دیکھ رہا

ہوں اور دماغ میں نوٹ کر رہا ہوں۔ علاوہ ازیں اس سیاسی پلیٹ فارم پر جہاں اور لوگوں نے اپنے اصولوں کو خیر باد کہا ہے مجھے بھی اپنے ان اصولوں کو علیحدہ رکھ کر قومی وملی اجتماعی نظریہ سے کچھ کہنا پڑے گا۔ اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے اصول سمجھانے میں ایسی کونسی سخت مشکل آن پڑی کہ جس کے لئے کسی مذکر اور مؤنث کو نہیں چھوڑا جاتا اسے بھی اسٹیج[لہ] پر لانا پڑتا ہے۔

آج عالمِ دنیا میں "امنِ انسانیت" کی تلاش ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اپنی اقتصادی و مادیاتی تعرف "ایٹم بم" وغیرہ سے امنِ انسانیت کی لہر دوڑانا چاہتے ہیں مگر ان کی باہمی تعلقات ہی نہیں سنبھلتی۔ ہر ایک اپنے اقتدار کو کام میں لانا چاہتا ہے۔ اور دنیا کا یہی دستور چلا آرہا ہے کہ اگر اُسے کتنی ہی فائدے کی بات بتلائی جائے مگر وہ اسے نقصان دہ ہی سمجھتی ہے۔

خدا کا محبوب کائنات کے بسنے والوں کو بتلا رہا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اور مخلوقاتِ ارضی و سماوی، چاند، سورج، مٹی، ہوا، پانی، آگ وغیرہ سب انسان کی خدمت گزاری اور فلاح و بہبود کے لئے خدمت گار مقرر ہوئے ہیں۔ تم ان کو اپنا حاکم مت تسلیم کرو اتنی قوت و استعداد پیدا کرو کہ یہ تمہارے محکوم ہو جائیں۔ جس وقت خدا کے محبوب نے یہ پیغام سنایا کہ اس وقت سورج نے یہ نہیں کہا کہ اچھا تم لوگوں کو ہماری پرستش سے باز رکھتے ہو، ہم مدینے پر نہیں نکلیں گے سورج تو اُن کے ادنیٰ اشارے پر افقِ مغرب سے لوٹ کر چلا آیا۔ مگر سورداس مانتے نہیں۔ چاند نے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں کو ہماری اطاعت سے منحرف کرتے ہو، ہم اب حجاز پر نہیں چمکیں گے، بلکہ چاند تو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا اور رام چندر مانتے نہیں۔ حضور نے اپنی انگلیوں سے جمنا کے مقدس پانی کی طرح نہریں بہا دیں۔ جمنا

[لہ] مسلم لیگ کے جلسوں میں بعض مقامات پر عورتیں بھی خطاب کرتیں۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ اس طرح بے حجابانہ اختلاط اور خطاب کرنا شرعی لحاظ سے قابلِ اعتراض ہے، حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے اس شرعی قباحت کی طرف اشارہ کیا۔ (مرتب)

نے ان کے غلاموں کو اپنے دامن میں پناہ دے کر اسلام کا جھنڈا گڑوایا۔ مگر جمنا داس مانتے نہیں۔ کفارِ عرب میں بھی یہی ضد کا مادہ تھا۔ کتنے ہی فائدہ کی بات بتلائی جاتی تھی مگر وہ اسے نقصان دہ ہی سمجھتے تھے۔ بلکہ کفارِ عرب نے "کانگریس" بنا کر اپنے اجارہ دار عالموں کی ایک جمعیت بنا دی جو مسلمان عربوں کے لباس اور وضع قطع میں اسلام کی منافقت و مخالفت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مسجدِ نبوی میں سرورِ عالم نے ممبرِ رسالت اور مسندِ نبوت پر رونق افروز ہو کر مذکورہ بالا آیت شریفہ کے نازل ہونے کی اطلاع دی تو کانگریسی جمعیت العلماء کے یہ فتنہ کالم کے عناصر وہاں بھی جا پہنچے۔

فتنہ کالم

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ جہاں مجاہدوں کی تلواریں کام نہیں کرتیں وہاں یہ فتنہ کالم کے عناصر بڑا کام کر جاتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ جنگ میں جب جاپان اور برٹش نبرد آزما تھے تو جاپانی فتنہ کالم کے لوگ ہمارے ہاں بڑی شورش مچا رہے تھے، کہتے تھے کہ بس کل سویرے جاپان خلائی ٹرین سے آنے والا ہے۔ اور انگریزوں نے چپٹی ناک اور چھوٹی آنکھ والے لوگوں کو جاپان میں اپنے پروپیگنڈے کے لئے مقرر کر رکھا تھا، وہ وہاں اس کی تعریف اور بہادریوں کے پل باندھ رہے تھے۔

اسی طرح ان کانگریس والوں نے جمعیت العلماء کو فتنہ کالم کا کارنامہ انجام دینے اُن میں بھیج دیا تھا۔ جب حضور نے یہ آیت شریفہ پڑھی تو ان کے کان کھڑے ہوئے کہ لو بھائی جبرئیل یہ کیا نیا پیغام لایا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس رسول کو علمِ غیب تھوڑا ہی ہے جو ہماری منافقت اس کو معلوم ہو جائے گی یہ تو ہمارے جیسا بشر ہے اسے ہمارے دل کا حال کیا معلوم؟

جب وہاں سے کانگریس نے نوٹس بھیجا کہ جلدی اپنی کارگزاری کی رپورٹ بھیجو، ورنہ تمہاری تنخواہیں ضبط کر لی جائیں گی اور کھایا پیا سب باہر آجائے گا تو اب جمعیت العلماء کے فتنہ کالم کو پریشانی دامن گیر ہوئی۔ سوچ سمجھ کر جواب لکھ دیا کہ جب تم گائے کی دُم کو

چھوڑنا نہیں چاہتے ہو تو یہ (مسلمان) محمد کے دامن سے کیسے چھوٹیں گے۔ ہم اپنے کام میں مصروف ہیں۔ کانگریس نے جواب میں ففتھ کالم والوں کی تنخواہوں کا اضافہ کر دیا اور روپیہ کا لالچ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اور کہہ دیا کہ سات سو کی جگہ آٹھ سو، ہزار والے کو بارہ سو ملے گا۔ لگے رہو اپنے کام میں۔ ہاں مسجد نبوی میں جب حضورؐ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا تو ففتھ کالم والوں کی جان میں جان آئی کہ بس چلو چھٹکارا ہوا، اور جب مومنوں کے ظاہری حالات کا بیان کیا گیا تو یہ ایک دوسرے کے لباس اور وضع قطع کو دیکھنے لگے کہ عمر کی ریش تو ایک مشت کی ہے اور یہاں "نجدی صاحب" کی ڈیڑھ فٹ، صدیق کی پیشانی پر تو سجدہ کا داغ معلوم ہی نہیں ہوتا، اور یہاں کلام کے باپ نے ماتھا رگڑ رگڑ کر روپے کے قریب داغ لیا، عثمان کا پائنچ تو ٹخنے سے اوپر اور یہاں مدنی صاحب کا اتنا لمبا کہ سڑک کی گرد و غبار سب سمیٹ لے۔

جب حضورؐ نے فرمایا۔ کہ خدا کے اختیار میں ہے کہ اپنے رسول کو غیب پر مطلع کر دے تو حضور علیہ السلام نے یمیز الخبیث من الطیب کے لئے بڑے جلال میں آن کر کہا کہ اخرج فلاں ابن فلاں نکل جا یہاں سے اے فلانے فلانے کے بیٹے۔ تو بس جناب پھر نہ پوچھو کہ ان کی کیا گت بنی۔

صدیق نے کسی کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا تو علی نے کسی کی چٹیا سنبھالی تو بلال نے کسی کی کمر پر لات رسید کی اور کہا کہ خبیثو "پاکستان" میں پلیدستان کا کیا، "پاکستانیوں" میں پلیدوں کا کیا کام۔

آزادی کی رٹ

اور آج کل یہ "ازموں" نے تو دنیا کا خانہ خراب کر رکھا ہے۔ کہیں کمیونزم تو کہیں نیشنلسٹ ازم اور دوسری طرف خاکسار آزادی اور احرار آزادی، نیشلسٹ آزادی، یہ آزادی آزادی حرامزادی ہے کیا چیز۔ کون سا جہاد کرنے والے مانگتے ہو؟ وہی جو نجدی نے حجاز میں کیا۔ کافروں اور مشرکوں سے نہیں،

صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سے مرنے کے بعد اُن کی قبروں سے جہاد کیا۔ اُن کی ہڈیاں نکلوا کر پھکوا دیں۔ واہ رے قرآن اور حدیث کی حکومت! یہاں تو ففتھ کالم والے مسٹر محمد علی جناح کے پاس بھی گئے اور کہا کہ ہم قرآن و حدیث کی حکومت کریں گے، جہاد کریں گے جہاد— کس سے جہاد کرو گے، کہا ہم تو اجمیر کا گنبد گرائیں گے۔ یہ بت خانہ بنا ہوا ہے، لاہور میں داتا گنج بخش کی قبر اکھاڑیں گے۔ جناح نے کہا نہیں بھئی ایسا کام مجھ سے تو نہیں ہو گا، عوام بگڑ جائیں گے۔ جب یہاں دال نہیں گلی تو لنگوٹیا کو جا کر تھاما اور اُس سے کہا کہ ہم ہندوستان میں جہاد کریں گے۔ اس نے کہا کیسا جہاد! کہا۔ ہم اجمیر کا گنبد توڑیں گے۔ لنگوٹیا نے کہا۔ ہمارے باپ کا کیا، جا کر کعبے کو توڑ دو! مدینے کا گنبد گرا دو، تم خالی ہمارے ساتھ رہو، جو چاہو سو کرو۔

پیغام عمل

آخر میں آپ نے فرمایا کہ "میں صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی حیثیت سے اپنا کچھ مشن رکھتا ہوں اور مسلمانانِ کراچی کے لئے کچھ پیغامات لایا ہوں، وہ یہ ہیں کہ سب سُنّی نوجوان رضاکارانہ خدمت انجام دیں اور اکھاڑے کے فنون کو دینِ اسلام کی خدمت کے لئے سیکھیں۔ جو کام بھی دین کی خاطر کیا جائے گا وہ عبادت الٰہی میں شمار ہو گا۔"

از اخبار دبدبہ سکندری رامپور جلد ۸۴، شمارہ ۴۴/۵۴

مطبوعہ ۱۱ر نومبر ۱۹۴۶ء، ص ۴، ۵

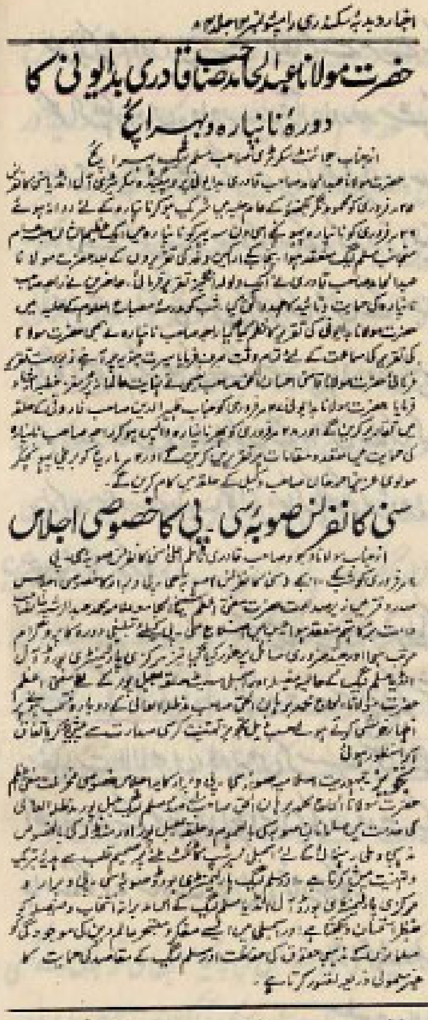

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور [illegible]

حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی کا دورۂ نانپارہ و بہرائچ

سنی کانفرنس صوبۂ یو۔ پی کا خصوصی اجلاس

اکابر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی جانب سے مُسلم لیگ کی عملی حمایت

۱؎ نواب بہادر یار جنگ (م ۔ ۱۹۴۴ء) اپنے مکتوب محررہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء میں مولانا مفتی محمد برہان الحق، جبل پوری مدظلہ العالی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) کو تحریر کرتے ہیں۔

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے میں اس عنایت کے لئے سب کا ممنون رہوں"

(مکاتیب بہادر یار جنگ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۵۴۰)

نوٹ: نواب بہادر یار جنگ، قائد اعظم، قائد ملت اور سردار عبد الرب نشتر کے وہ خطوط جو انہوں نے اکابر اہلِ سنت کے نام تحریر کئے زیر ترتیب کتاب "تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس" کا حصہ بنیں گے۔ انشاء اللہ۔

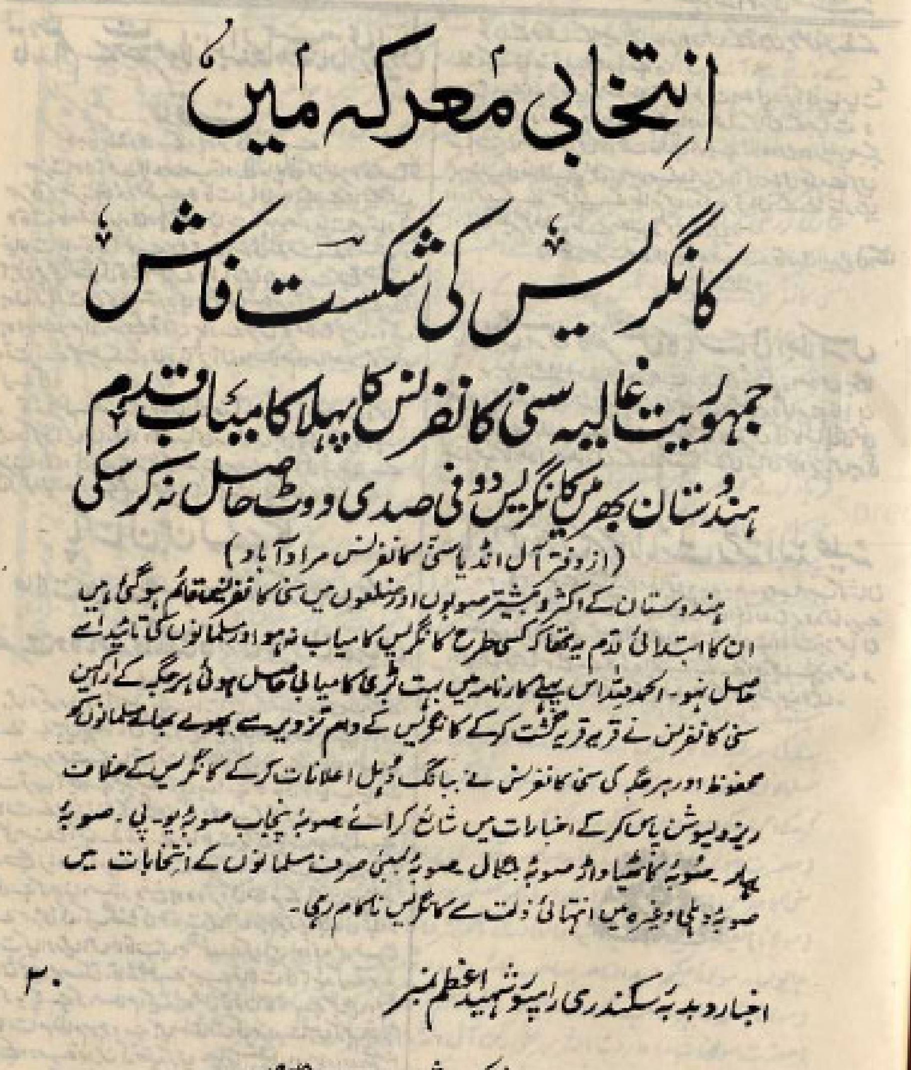

انتخابی معرکہ میں

کانگریس کی شکست فاش

جمہوریت عالیہ سنی کانفرنس کا پہلا کامیاب قدم

ہندوستان بھر میں کانگریس دو فی صدی ووٹ حاصل نہ کر سکی

(از دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد)

ہندوستان کے اکثر و بیشتر صوبوں اور ضلعوں میں سنی کانفرنس قائم ہو گئی ہیں ان کا ابتدائی قدم یہ تھا کہ کسی طرح کانگریس کامیاب نہ ہو اور مسلمانوں کی تائید سے حاصل ہو۔ الحمد للہ اس پہلے کارنامہ میں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہر جگہ کے ارکین سنی کانفرنس نے قریہ قریہ گشت کر کے کانگریس کے دام تزویر سے بھولے بھالے مسلمانوں کو محفوظ اور ہر جگہ کی سنی کانفرنس نے بانگ دہل اعلانات کر کے کانگریس کے خلاف ریزولیوشن پاس کر کے اخبارات میں شائع کرائے صوبۂ پنجاب صوبۂ یو۔ پی۔ صوبۂ بہار۔ صوبۂ کاٹھیاواڑ صوبۂ بنگال۔ صوبۂ بمبئی صرف مسلمانوں کے انتخابات میں صوبۂ دہلی وغیرہ میں انتہائی ذلت سے کانگریس ناکام رہی۔

۳۰

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور شہید اعظم نمبر

(عکس، شمارہ ۷، ۱۰ دسمبر ۱۹۴۵ء)

مولانا عبدالحامد بدایونی کے کامیاب دورۂ حجاز پر قائد اعظم کی مبارکباد

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۳۰ جلد ۸۵ — مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۹۴۷ء

قائد اعظم سے حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کی ملاقات

دبدبۂ سکندری کے رپورٹر کی اطلاع ہے

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کو بتاریخ ۵ مئی کو حضرت قائد اعظم سے ملاقات فرمائی ۱۰ بجے سے ۱۲ بجے تک ملاقات کا سلسلہ جاری رہا جس میں نہایت اہم موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ قائد اعظم سے مولانا نے اسلامی حکومت کے دستور و آئین پر بھی گفتگو کی تو قائد اعظم نے فرمایا کہ میں اس امر سے کلیتاً متفق ہوں کہ پاکستان کا دستور وہی ہو گا جو اسلام و قرآن کریم کے مطابق ہو موجودہ علوم اور مغرب کے قوانین ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ایک وقت آئے گا جبکہ ساری دنیا قرآن و اسلام کی جامعیت کو تسلیم کرے گی۔

قائد اعظم نے حضرت مولانا کی ان خدمات پر جو آپ نے عرب و حجاز میں انجام دی ہیں مبارکباد دی۔ سیاسی مسائل میں بھی کافی مذاکرہ رہا۔ حضرت مولانا ۱۰ یا ۱۲ مئی کو حضرت پیر صاحب مانکی شریف سے ملاقات کرتے ہوئے سرحد جا رہے ہیں جہاں وہ اپنی اہم تجاویز پیش کریں گے۔

پاکستان بن کے رہے گا

حالات کا پورے صبر سے انتظار کرنا چاہیے

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کا بیان

مرسلہ رپورٹر دبدبۂ سکندری

میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلم پبلک ۱۰ مئی کے فیصلہ جات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے مسلمانان ہند کو اپنی تنظیم جاری رکھنا چاہیے۔ اور پورے صبر و ہمت کے ساتھ وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ وہ وقت قریب آ چکا ہے جبکہ مسلمانان ہند اپنے قائد کی کامیاب سیاست و دکالت کے بہترین نتائج دیکھیں گے الحمد للہ کہ قائد ملت جناب مسٹر محمد علی جناح انتہائی تدبر سے معاملات پر اپنی قوت صرف فرما رہے ہیں۔ سب سے زیادہ یہ امر باعث مسرت ہے کہ قائد کے قلب میں یہ چیز جاگزیں ہو چکی ہے کہ دنیا کا دستور وضع ہو وہ قرآنی نظام کے ماتحت ہونا چاہیے۔ ۲ مئی کی ایک گھنٹے کی ملاقات میں اس اہم چیز پر بھی کافی تبادلۂ خیالات کیا اور میں اس ملاقات میں جو خوشی لے کر واپس ہوا وہ کسی طرح فراموش نہیں ہو سکتا۔ قائد اعظم نے میرے خیالات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ سچ ہے کہ اسلام ایک ایسے مکمل قانون کا نام ہے جس میں دین و دنیا کا تمام نظام موجود ہے جس کے متعلق اس کی ضرورت نہیں کہ ہم مغرب کے دوسرے قوانین کی تقلید کریں۔ ہمارا مستقبل اور ہماری وہ حکومت کامیاب ہے جو محض قرآنی دستور کے مطابق ہو قائد ملت نے فرمایا کہ گو دنیا کے ممالک کے سینہ پر اسلام اور اس کے قوانین پر عمل کرنے کے لئے ایک نیا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

میں نے اندازہ کیا کہ مسٹر جناح اس طرف اسلامی و قرآنی سیاسیات کے مطالعہ پر بھی وقت صرف فرما رہے ہیں اور الحمد للہ کہ ان کے حیات و جذبات میں اسلامی قوانین کا رنگ غالب آ رہا ہے۔ وہ دن دور نہیں جبکہ ہم مغرب کی غلامی سے نکل کر اسلام کے دامن میں آ کر اسلامی حکومت کریں اور اسی کے لئے مسلم لیگ کے نظام میں رہ کر ہر قربانی کے لئے تیار رہیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط سے مضبوط کرتے رہیں۔

(دستخط حضرت مولانا) فقیر محمد عبدالحامد قادری البدایونی (غفرلہ)
۳ مئی ۱۹۴۷ء

باندا میں سنی کانفرنس کا پاکستانی اجلاس

۲۰ مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۱۸ رجب المرجب کو پُر شکوہ اجلاس ہو گا جس میں تنظیم اہل سنت مطالبۂ پاکستان کے حصول کا عملی پروگرام ہو گا اسلام کی غداری پر سے لوگ متعجب علاوہ سنی کانفرنس کی کامیابی کی عملی جدوجہد کا اعلان مسلمانوں کے لئے مفید اسلامی سیاسی تجاویز پاس ہوں گی۔

باندا میں عرس سرکار امانت رحمۃ اللہ علیہ

۲۸-۲۹-۳۰ مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۶-۷-۸ رجب المرجب کو شان قدیمانہ سے ہو گا جس میں متعدد علماء و مشائخ اپنی روح پرور تقاریر سے مستفیض فرمائیں گے جمیع وابستگان سلسلۂ حضرت امانت نیز محبان اولیاء اس خاص موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے اور جلسے کے فیوض و برکات روحانی سے دامن مقصود کو پُر فرمانے کے لئے تشریف لائیں۔

◆

حضرات علمائے اہلسنت اور مشائخین کرام کا پیام مسلمانوں کے نام

پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت اشد ضروری ہے

دبدبۂ سکندری کے نام خاص مراسلہ

ہندوستان کے ان صوبجات میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے خصوصاً اور دیگر مقامات میں عموماً اسلامی حکومت کا قیام اور قرآن کریم کی روشنی میں مسلمانوں کی حکومت کا عزم و مطالبہ یقیناً ایک ایسا مطالبہ ہے جس کی دعوت حضرات علماء و مشائخ کرام ہمیشہ سے دیتے چلے آئے ہیں۔ ان کا مقصد حیات ہی ہمیشہ یہ رہا کہ مسلمانوں میں اسلامی احکام کی ترویج ہو اور وہ ایک ایسی آزاد اسلامی حکومت قائم کر سکیں جو اغیار و اجانب کی مداخلت و غلامی سے پاک و صاف ہو اس خصوص میں آل انڈیا مسلم لیگ نے اس طرف چند برس سے جو مساعی اسلامی حکومت یعنی پاکستان کے حصول کے لئے جاری کر رکھی ہیں انہیں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب صدر آل انڈیا سنی کانفرنس سے لیکر ہندوستان کے ہزاروں مشائخین و علمائے اہلسنت کی عملی تائید حاصل ہے اور سنی کانفرنس کے اکابر علماء و مشائخین پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں اور اسلامی حیثیت سے کفار و مشرکین کے اندر مدغم ہو جانے کو کسی طرح بھی روا نہیں رکھتے۔ کانگریسی جماعت یقیناً مسلمانان ہند کے وجود ہی کو جداگانہ حیثیت سے تسلیم نہیں کرتی اس نے اپنے زمانۂ اقتدار میں کھلے بندوں مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت کی اور تار و اسطار کے نیز اس نے اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں کی حیات کے ختم و برباد کرنے میں صرف کیں مسلمانوں کے لئے ان حالات میں کسی طرح بھی اس کے ساتھ مل کر کام کرنا اور کام بھی وہ جو مسلمانوں کی طاقت و شیرازہ کو منتشر اور ختم کر دے ناجائز ہے۔ جیسا کہ موجودہ انتخابات کی مہم اور اس کے نتائج اس کا ثبوت دیں گے کہ مسلمانان ہندوستان اسلامی حکومت چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ سنٹرل اسمبلی کے انتخابات میں جس طرح مسلمانوں نے مسلم لیگ کی حمایت کی اسی طرح صوبجاتی انتخابات میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کی امداد کرے اور اسے کامیاب بنائے۔ احرار و خاکسار مسلم بورڈ نیشنلسٹ مسلمانوں کی جماعتیں در اصل کانگریس کی بنائی ہوئی جماعتیں ہیں جو مسلمانان ہند کی سربلندی کو مشرکین کے اشارہ سے ختم کرنا چاہتے ہیں ہم تمام صوبوں کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسے نازک موقع پر صرف مسلم لیگ کی حمایت کریں اس کے امیدواروں کو ووٹ دیں۔

(حضرت مولانا) شاہ محمد عبدالحامد صاحب قادری پروپیگنڈہ سکریٹری آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت مولانا) محمد ابراہیم سمستی پوری ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بنگال (مولانا) یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری ناظم نشر و اشاعت ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں۔ مولانا حکیم عبدالناصر صاحب نائب صدر ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں (مولانا) محمد طاہر صاحب قادری بدایونی نائب ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں (حضرت مولانا شاہ) عارف اللہ میرٹھی رکن آل انڈیا سنی کانفرنس و خطیب جامع مسجد (حضرت مولانا) سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی رکن سنی کانفرنس صوبہ بہار (حضرت مولانا) محمد صدیق اللہ بنارسی رکن آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت مولانا مفتی) عبدالحفیظ مفتی آگرہ رکن آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت مولانا مفتی) عزیز احمد صاحب بدری مفتی اعظم گوالیار شاہجہانپور (مولانا) نذر حسین صاحب دہلوی (مولانا پاشا شاہ) عبدالمعبود قادری جبلپوری رکن سنی کانفرنس۔ (حضرت مولانا) ابوالہاشم بہاری رکن آل انڈیا سنی کانفرنس (مولانا) محمد احمد قادری نائب صدر صوبہ بمبئی سنی کانفرنس

مطبوعہ ۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء

تاریخی فتوے

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخ کا

مطبوعہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء

متفقہ فیصلہ

آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقۂ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں ووٹ دے سکتے ہیں دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔

(حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ الحاج) مصطفےٰ رضا قادری (جانشین اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) (ابوالمحامد سید محمد محدث کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس) (حضرت صدر الافاضل) مولانا نعیم الدین مراد آبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی) امجد علی (حضرت مولانا شاہ) عبد الحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس۔ (مفتی اعظم حضرت مولانا) محمد ابراہیم القادری (بدایونی۔ بمبئی)۔ (حضرت مولانا شاہ) سید مصباح الحسن سجادہ نشین پھپھوند۔ (حضرت مولانا شاہ) عارف اللہ قادری خطیب خیر المساجد میرٹھ (حضرت مولانا شاہ) محمد ابراہیم رضا خاں بریلی۔ (حضرت مولانا مفتی) محمد ابراہیم سمستی پوری صدر مدرس دار العلوم شمس العلوم و ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں۔ (مولانا) تقدس علی خاں رضوی مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) عبد المصطفےٰ ازہری مبارکپوری (مولانا) محمد اسمٰعیل محمود آبادی۔ (مولانا) غلام جیلانی (مولانا) محمد ایوب قادری ٹانڈوی (مولانا) ابو المعالی شمس الدین احمد جون پوری صدر المدرسین مدرسہ منظر حق ٹانڈہ (مولانا) محمد نذیر الاکرم مراد آبادی (مولانا) غلام معین الدین نعیمی منتظم آل انڈیا سنی کانفرنس (مولانا) ظہیر احمد مدرس عربیہ گجرات (مولانا) غلام جیلانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ میرٹھ (مولانا) قاضی احسان الحق نعیمی خلیفہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد (مولانا) سید عبد الحق قادری اعظمی۔ (مولانا) محمد عمر اشرفی نعیمی جموں کشمیر۔ (مولانا) عبد المصطفےٰ مدرس [illegible] اشرفیہ (مولانا) محمد ثناء اللہ مدرس مدرسہ فاروقیہ بنارس (مولانا) اختصاص الدین نعیمی (مولانا) محمد مصطفےٰ [illegible] (مولانا) رفیق الدین (مولانا) غلام محی الدین مراد آبادی (مولانا) عبد الرحیم احمد آباد (مولانا) ابو النور محمد علی آنولوی۔ (مولانا) سردار علی منظر اسلام بریلی (حضرت مولانا) محمد اجمل سنبھلی۔ ناظم اجمل العلوم سنبھل۔ (مولانا) محمد طفیل احمد مدرس مدرسہ [illegible] پور (مولانا الحاج) سردار احمد صدر المدرسین منظر اسلام بریلی (مولانا) [illegible] پیلی بھیتی۔ مدرس مدرسہ مظہر الاسلام بریلی۔ (مولانا) محبوب حسین اشرفی سنبھل (مولانا) محمد صالح اعظمی۔ (مولانا) عبد الغفور کچھوچھوی۔ (مولانا) محمد شہاب الدین (مولانا) عبد الرشید مدرس علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (مولانا) محمد ابراہیم اعظمی۔ (مولانا) عبد الغفور مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی (مولانا) محمد حسین مظفر پوری (مولانا) فضل حق مدرس منظر اسلام بریلی (مولانا) [illegible] سجادہ نشین پیلی بھیت۔ (مولانا) محمد سلیمان صدر المدرسین احسن المدارس کانپور۔ (مولانا) محمد محبوب صدر المدرسین کانپور (مولانا مفتی) عبد الرؤف صدر المدرسین مدرسہ قومیہ میرٹھ (مولانا) مختار احمد مدرس مدرسہ اہل سنت امرت سر۔ (مولانا) احسان علی مظفر پوری مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) انوار احمد مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) نور الہدیٰ رضوی مظفر پوری۔ (مولانا) محمد ذکی نعیمی کچھوچھوی (مولانا قاضی) تفضل حسین مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی۔

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۵ جلد ۸۲

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۵ جلد ۸۵ ۲

آل انڈیا سنی کانفرنس

نذر بحضرت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء مدظلہ العالی

از حضرت مولانا محمد میاں صاحب اختر حسنی بریلوی

جب پرچم دیں لہراتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
اعدا کے دل دہلاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
جب جلوۂ رخ دکھلاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
ہر محفل پر چھا جاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
ہاں پھیلنے والے بجھیں گے، ہر مد و جزر عالم پر
اب بھی دھاک بٹھاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
اے دشمن ایماں ٹھہر ذرا، الحاد کی اپنے خیر منا
بجلی سی گر کے آتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
جو اس کے مقابل آتا ہے، فی الفور وہ منہ کی کھاتا ہے
کچھ ایسا رنگ جماتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
ظالم جو مخالف ہیں اپنے بجلی سے تڑپتے پھرتے ہیں
جب ان کا دل برماتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
جو بغض و حسد کے پیتے ہیں، وہ پہلے ہی سے جلتے تھے
اب ان کو اور جلاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
رخ پاؤ مخالف کا بدلا پھر بخت مسلماں جاگ اٹھا
اسلام کو پھر چمکاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
اعزاز و تفوق کا اپنا اسلام جو فسانہ بھولا ہے
اب اس کو یاد دلاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
مدت سے تم افسردہ تھے اے اہل ایماں مژدہ ہو
اب پاکستان بناتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
ارشاد سے حضرت قبلہ[1] کے یہ نظم لکھی ہے اختر نے
جذبات کو یوں گرماتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

---

[1] مراد حضرت مدیر اخبار دبدبۂ سکندری۔

نوائے جمہوریت یا سُنّی کانفرنس کا ترانہ

سُنّی کانفرنس منعقدہ اکولہ (برار) میں پڑھا گیا

از محترم مظہر جبل پوری پروپیگنڈا سیکرٹری آل انڈیا سُنّی کانفرنس صوبہ سی پی و برار

اٹھے ہیں جمہوریت کے حامی ضلال و بدعت فنا کریں گے
خلافتِ راشدہ کا ہندوستاں میں جھنڈا کھڑا کریں گے

ہمارا مونس ہمارا لیڈر ہمارا قائد ابو المحامد
ہم اپنے رہبر کے زیرِ سایہ قیامِ عدل و وفا کریں گے

کوئی جماعت کہ انجمن ہو کہ بزمِ آزادیٔ وطن ہو
اصولِ دیں پر عمل نہ ہوگا تو سب یونہی سر کھپا کریں گے

یہ زورِ تقریر اور یہ لیکچر یہ قیمتی وقت کی تباہی
پڑی ہیں جب مسجدیں ہی خالی ہم ایسے جلسوں کو کیا کریں گے

جلوس والوں کی چال کچھ ہے مقال کچھ ہے اور حال کچھ ہے
لگائیں گے بے پناہ نعرے عمل نہ لیکن ذرا کریں گے

عمل ہی ہے جان و دل ہمارا عمل سے ایماں ہے آشکارا
کہ ہم تو ظاہر کے ہیں مکلّف حقیقتِ دل کو کیا کریں گے

خدا کی ملت کے ہم ہیں حامی کرے گا کیا فتنۂ دوامی
غرور کی تیز آندھیوں میں چراغِ ملت جلا کریں گے

بجائے تقسیمِ ہند مظہر کوئی حکومت اگر بنے گی
نہ امن ہرگز نصیب ہوگا ہزار فتنے اٹھا کریں گے

(ماخوذ از اخبار دبدبہ سکندری رامپور
مطبوعہ ۷ ر فروری ۱۹۴۷ء، ص ۴)

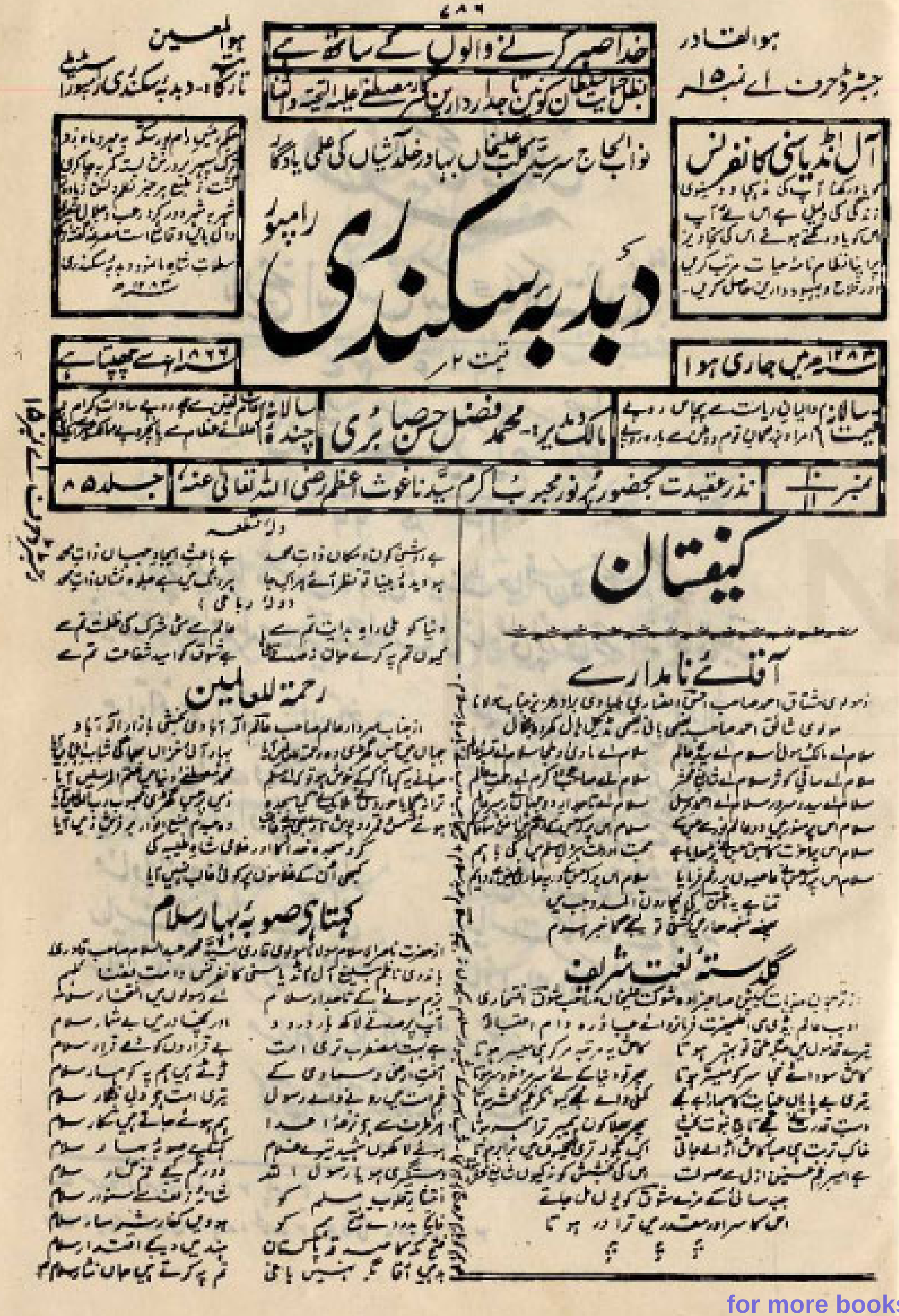

۷۸۶

ہو القادر
رجسٹرڈ حرف اے نمبر ۵۱

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

ہو المعین
تار کا ۔ دبدبہ سکندری رامپور

نواب الحاج سر سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

آل انڈیا سنی کانفرنس

دبدبہ سکندری

رامپور

قیمت ۲ ر

۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

مالک و ایڈیٹر ۔ محمد فضل حسن صابری

نمبر ۱ — نذر عقیدت بحضور پُر نور محبوب اکرم سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ — جلد ۸۵

کیفستان

آقائے نامدارے

رحمۃ للعالمین

کہتا ہے صوبہ بہار سلام

گلدستہ نعت شریف

قطعۂ تاریخ پاکستان

"تاریخ اساس نیک پاکستان"

۱۹ ء ۴۷

کُنتُم خَیرَ اُمّۃٍ[1]

۱۳ ھ ۶۶

از پروفیسر حامد حسن قادری، سینٹ جانس کالج، آگرہ
خلیفۂ حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہوا قائم جو پاکستان آخر   بھلی قسمت تھی ہندستاں کی واللہ
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن   جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگاہ
یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام   شبِ تاریک میں ہے مشعلِ راہ
مساوات و اخوت کا علمدار   سکون و عافیت کا پیش خیمہ
ریاست کی مثالِ بے مثالی   سیاست کا زمانے کو نمونہ
سناؤں قادری قرآں سے تاریخ   بتاؤں اس کی اک وجہِ موجّہ
مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد "کُنتُم خَیرَ اُمّۃ"[2]

—۱۳۶۶ھ—

---

[1] سورۂ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۴

[2] دبدبۂ سکندری رامپور، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۴۷ء ص ۲

قطعۂ تاریخ طباعت

خُطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس

از حضرت سید شرافت نوشاہی مدظلہ العالی

صد شکر کہ ایں کتابِ کامل   مجموعۂ خطبہ ہائے جانی
از پیر جماعتِ علی شاہ   ہم فکرِ علی حسین بانی
علامہ حامدِ رضا خاں   ہم شاہِ نعیم دیں مکانی
شاہ عبدِ علیم میرٹھی داں   ہم امجدِ اعظمی عیانی
عبد الحامد بدایونی خوب   آں محرمِ جلوۂ نہانی
ہم سید محمدِ محدث   مصباحِ حسن شہِ جہانی
از سعی جلالِ دیں محمد   شد نشرِ فیوضِ جاودانی

گو سالِ طباعتش شرافت
"خطباتِ جواہرِ معانی"

۱۳۹۸ھ

قطعۂ تاریخ طباعت

"خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس"

نتیجۂ فکر ابو الطاہر فدا حسین فدؔا مدیرِ اعلےٰ "مہر و ماہ" لاہور

جلالِ دیں قادری کی واللہ ہے کیا ہی تالیف، دل نشیں یہ
کہ جس کا ہر لفظ در حقیقت، حقیقتوں کا ہے شاہپارا
جناب حامد رضا و حضرت امیرِ ملّت کے جذبِ دل کا
دلِ عدو کی رگوں پہ بیشک سدا ہی چلتا رہے گا آرا،
کہاں ہیں وُہ مردِ حق، مُجاہد، کہاں وُہ عزم و عمل سراپا؟
تھا دردِ ملّت دلوں میں جن کے، تھا جن کا عشقِ نبی سہارا
تڑپ اِک آزادیٔ وطن کی تھی، جن کی رگ رگ میں کارفرما
چمک رہا دم قدم سے اُن کے وطن کی قسمت کا ہے ستارا
یمِ تفکّر میں غوطہ زن جو فدائے تاریخ گو ہُوا تو
سنِ طباعت پہ اس کے مُلہم "وقائع تاریخ" ہے پکارا
۱۳ ھ ۹۸

ماخذ و مراجع

کُتب

نمبر شمار	نام کتب	مؤلفین	سن و مقام اشاعت	
۱	آزادیٔ ہند	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۷۹ء
۲	اسلام ان انڈو پاکستان سبکنٹی نینٹ (انگریزی)	میاں عبد الرشید	"	۱۹۷۷ء
۳	اسلام اور قائدِ اعظم	محمد حنیف شاہد	"	۱۹۷۶ء
۴	اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت	سید نور محمد قادری	"	۱۹۷۵ء
۵	اکابر تحریکِ پاکستان	محمد صادق قصوری	"	۱۹۷۶ء
۶	الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ	سید محمد محدّث کچھوچھوی	مراد آباد	۱۹۴۶ء
۷	پیغام بنام موتمر کل ہند جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ	علامہ شبیر احمد عثمانی	مبح ہاشمی بک ڈپو، لاہور	
۸	تاریخ نظریۂ پاکستان	پیام شاہجہانپوری	لاہور	۱۹۷۰ء
۹	تحریکِ پاکستان اور آئینِ پاکستان	محمد مظفر مرزا، پروفیسر البیرونی	"	
۱۰	تحریکِ پاکستان اور علمائے دیوبند	سید محمد فاروق القادری	"	۱۳۹۶ھ
۱۱	تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	چوہدری حبیب احمد	"	۱۹۴۴ء
۱۲	تحریک و تاریخِ پاکستان	پروفیسر شیخ محمد رفیق	"	۱۹۷۷ء
۱۳	تذکرہ اکابر اہلِ سنّت پاکستان جلد اوّل	محمد عبد الکریم شرف قادری	"	۱۹۷۹ء
۱۴	تذکرہ شاہ جماعت	سید حیدر حسین شاہ	"	۱۹۷۳ء
۱۵	چمنستان	ظفر علی خاں	"	

۱۶	حضرت شیخ القرآن	رانا منظور احمد خاں	وزیر آباد	۱۹۷۱ء
۱۷	حیات اعلیٰحضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	کراچی	۱۹۵۵ء
۱۸	حیات صدر الافاضل	مولانا غلام معین الدین نعیمی	لاہور	طبع دوم
۱۹	خطبات عُثمانی	پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی	؍؍	۱۹۷۲ء
۲۰	خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ	مولانا محمد حامد رضا خاں قادری	بریلی	۱۹۲۵ء
۲۱	خطبۂ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ	سید محمد محدث کچھوچھوی	مراد آباد	۱۹۴۶ء
۲۲	خطبہ صدارت سُنّی کانفرنس، پھپوند	سید مصباح الحسن مودودی	؍؍	؍؍
۲۳	خطبۂ صدارت مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ	علامہ شبیر احمد عثمانی	طبع ہاشمی بک ڈپو لاہور	
۲۴	سات ستارے	حکیم محمد حسین بدر	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۵	سیرت امیر ملت	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	؍؍	۱۳۹۴ھ
۲۶	شاہراہِ پاکستان	چودھری خلیق الزماں	کراچی	۱۹۶۷ء
۲۷	ضیاء القنادیل	انجمن حزب الاحناف	لاہور	۱۹۲۵ء
۲۸	فاضل بریلوی اور ترک موالات	پروفیسر محمد مسعود احمد	؍؍	۱۹۷۲ء
۲۹	قائدِ اعظم اور مسلم پریس (جلد اوّل)	پروفیسر احمد سعید	؍؍	۱۹۷۶ء
۳۰	قائدِ اعظم کے ۷۲ سال	خواجہ رضی حیدر	کراچی	؍؍
۳۱	قائدِ اعظم میری نظر میں	ایم اے ایچ اصفہانی	لاہور	؍؍
۳۲	مآثر الاجداد	پروفیسر منظور الحق صدیقی	؍؍	۱۹۶۴ء
۳۳	مجبور آوازیں	خالد لطیف گابا	؍؍	۱۹۷۵
۳۴	مکاتیب بہادر یار جنگ	بہادر یار جنگ اکادمی	کراچی	۱۹۶۷ء
۳۵	ملفوظاتِ امیر الملت	سید منور حسین شاہ	لاہور	۱۹۷۸ء
۳۶	نقش حیات (جلد دوم)	علامہ حسین احمد مدنی	؍؍	۱۹۷۵ء

اخبارات

نمبر شمار	نام اخبارات	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	ہفت روزہ افریشیا	لاہور	۲۳ - ۳۰ مارچ ۱۹۶۹ء
۲	؍؍ اقدام	؍؍	۲۶ مئی ۱۹۶۳ء
۳	؍؍ الفتح	کراچی	۱۴ - ۲۱ مئی، ۲۸ مئی - ۴ جون ۱۹۷۶ء
۴	؍؍ الفقیہ	امرتسر	مختلف شمارے ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء
۵	؍؍ چٹان	لاہور	۲۶ جون ۱۹۷۲ء
۶	؍؍ دبدبۂ سکندری	رام پور	متعدد شمارے ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء
۷	؍؍ زندگی	لاہور	۲۴ - ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء
۸	؍؍ رضائے مصطفیٰ	گوجرانوالہ	۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ، ۸ صفر ۱۳۸۸ھ
۹	روزنامہ انجام	دہلی	۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء، ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء
۱۰	؍؍ مساوات	لاہور	۱۴ سے ۱۵ اگست ۱۹۷۶ء
۱۱	؍؍ نوائے وقت	؍؍	۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء، ۷ جون ۱۹۶۸ء
۱۲			۲۶ اگست ۱۹۷۱ء، ۱۳ مئی ۱۹۷۶ء
۱۳			۱۰ مئی، ۲۷ مئی ۱۹۷۸ء

رسائل

نمبر شمار	نام رسائل		مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	اُردو ڈائجسٹ (ماہنامہ)		لاہور	جولائی ۱۹۶۸ء
۲	السواد الاعظم	〃	مراد آباد	رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ، شعبان ۱۳۴۹ھ شوال ۱۳۵۰ھ
۳	اشرفی	〃	کچھوچھا (فیض آباد)	اپریل، مئی ۱۹۲۵ء
۴	برگِ گُل	قائدِ اعظم نمبر	کراچی	دسمبر ۱۹۷۶ء
۵	چراغِ راہ	نظریۂ پاکستان نمبر	〃	
۶	سیارہ ڈائجسٹ	ماہنامہ	لاہور	اگست ۱۹۷۰ء
۷	ضیائے حرم	〃	〃	جون، جولائی ۱۹۷۶ء
۸	فیضان		〃	مارچ ۱۹۷۸ء
۹	ترجمانِ اہلسنت	〃	کراچی	اگست ۱۹۷۱ء